

**PAGES MISSING
WITHIN THE
BOOK ONLY**

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224295

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

125

Accession No.

Author

Title

Checked 1975

3 NOV 1975

This book should be returned on or before the date
last marked below.

سنہری بچھو

روشنی نظر آتا تھا!

نقاب معمولی ہوتی تو ادھی رات کے سائے میں اسی کو دیکھ کر جی بدل جاتا۔ مگر وہ سایہ اس کو دکھائی دینا اس میں کسی شخص نے اس طرح کی نقاب پہنی ہوئی تھی۔ جس میں چہرہ کے علاوہ گردن تک سارا سر چھپا ہوا تھا... ویسی ہی بھبیانک نقاب جیسی فروں و سلی کی خوفناک نہ ہی مدانتوں کے ہج پہنا کرتے تھے۔

سٹوٹ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے فطرت سے پیچھے ہٹنے کی کوشش نہ کی۔ مگر ایک ہلکی آواز منہ سے نکل کر رہ گئی۔

اٹھانے فلسفہ ہر اس کی تحقیقات آج تک مکمل نہیں کی۔ اس لئے یہ بیان کرنا سخت مشکل ہے۔ کہ کونسا منظر کس طرح کا خوف پیدا کر سکتا ہے۔ اس نقاب پوش سایہ کو دیکھ کر ڈاکٹر سٹوٹ نے تودہ... پھر اس کا خوف اس یقین میں بدل گیا۔ کہ یہ نظارہ بھی کسی دہشتناک خواب کا حصہ نہ تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ بڑا سبز سایہ آکھ جھپکنے میں نظروں سے غائب ہو گیا۔

وہ تصدیق کی غرض سے دوڑ کر کھڑکی تک گیا۔ اور جلد ہی سے پر وہ ہٹا کر باہر دیکھے۔ باغیچہ میں ہر طرف چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ مگر دور تک کوئی متغیر نظر نہ آتا تھا۔ نہ کسی طرح کی آواز ہی سانی دیتی تھی۔

کھلی ہوئی کھڑکی کو مضطربانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر سٹوٹ نے کہا: مسز میک گرا۔ یہ کہہ کر جاتی ہے تم رات کو کھڑکیاں بند کرنا بھول جاتے ہو۔ شاید میری ہی غفلت سے یہی کھلی رہ گئی؟

سبز رنگ کی بند کر کے چھٹی لگا دی۔ ایک لمحہ اس کے شیشوں سے بلغم آگیا۔
چوڑے چہرے پر اُدھر سے باہر چلا گیا۔

باب ۲

پراسرار آواز

بہت سے کچھ کھلی۔ نوڈاٹر سٹوڈنٹ کے سر میں لٹکا د تھا۔ چھنچ چکے تھے۔ لیکن گھر میں سر پر
اسوشی تھی۔ اس نے اٹھ کر غسل کا لباس پہنا سرگرائی کے سوا اور کوئی ظاہری شکایت نہ
وہ ابکا د سے گل کر زیند کی طرف گیا۔ اور گون کے تکیے باندھتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

میٹھک کا دروازہ بند تھا۔ اور کبھی اسی طرح قفل میں لگی ہوئی تھی جس طرح اس نے
سے چھڑا تھا۔ گویا کمرہ کی ظاہری حالت میں کوئی تبدیلی نظر نہ آتی تھی۔ دروازہ کھول کر
رنگ۔ چاروں طرف دیکھنے لگا کسی چیز میں کوئی تبدیلی نظر نہ آتی تھی۔ رات اسے
ہوئے کاغذوں کی نسبت شک ہوا تھا۔ اب وہ بھی رفع ہو گیا۔ ہر
سے رکھی ہوئی تھی۔

پیدل
کمرے کے محاسبہ سے خارج ہو کر اس نے میز کے کاغذوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع
ہر کوئی نشان یا علامت ایسی نظر نہ آتی تھی جس سے انہیں چھپڑنے کا شبہ ہو سکتا ہو
رکبوں کے آگے بدستور پردے لٹکے ہوئے تھے جہاں آدھی رات کو اس
بانک اور پراسرار سایہ دیکھا تھا۔ وہاں سوچ کی فرحت، خیر روشنی کمرہ میں داخل
ی تھی۔ پردے ہٹا کر دیکھا۔ سب کچھ رکبوں کے پٹ بند تھے۔ رات کوئی کمرہ کھلی
ہی گئی ہو۔ تو ہی کی کھول سے رہ گئی ہوگی۔

سخت جرت ہے۔ سٹوڈنٹ نے پریشانی سے اوجھل اوجھل بنے ہوئے کہا
اور اب کبھی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

اسے یقین کمال ہو گیا کہ جو کچھ رات کو دیکھا وہ محض ایک ن خواب
اور اب کمال انجمن تحقیق نفسیات کے نام چھپوے کا ارادہ کر رہا تھا۔

سنریگ ریگر میرے ہمسائے تو کچھ اسی بات میں داناؤں اور دوراندیشی سمجھتے ہیں۔ کہ
یہاں سے لڑکوں سے علاج کرائیں۔

”مگر میں اسے دوراندیشی نہیں سمجھتی۔ یہ ان کا تہہ بہہ ہے... خالی نصب۔“
”نصب؟ سٹوارٹ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”اے مل نما نصب“ سنریگ ریگر نے استقلال سے جواب دیا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔
رنگہ کا سب سے لائق طبیب کون ہے۔ اور جب کوئی شدید عارضہ لاحق ہو۔ اور وہ ہمیں
اب زندگی کا خطرہ ہے۔ تو ڈاکٹر کیل سٹوارٹ کو تلاش کرنے دوڑتے ہیں۔ مگر عام حالت
کبھی نہیں۔ خیر تم ناؤناؤناؤ میں تو رہی کہوں گی کہ تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب
کہ تم...“

”اے مل جب تک کہ میں...؟“

”جب تک کہ تم ایک سن رسیدہ عورت کی نصیحت پر عمل نہ کر کے گھر کا انتظام نہ جو بنناؤ
نہ دو گے۔“

”سنریگ ریگر“ سٹوارٹ نے ادھر سے عورت کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یقیناً
رنگہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟ اور یہ بھی اسی حالت میں کہ تمہیں...
فیروز پر پہنچ لوں... تمہیں اس گھر میں رہنے کتنے سال ہو گئے؟...“

”اچھے ننگل کو تیس سال پورے ہوں گے۔“ سنریگ ریگر نے جواب دیا۔ سنریگ ریگر
نہ ننگل کے تھے۔ تو میں نہیں گودی میں لیا بھلایا کرتی تھی۔ اور وہ! تم کیسے پایے پکے تھے۔
اب اس بڑھاپے میں میری یہ آرزو ہے کہ تمہارے بچوں کو اسی طرح گودی میں بٹھالوں۔ اور میں یہ
جوں کہ تم جب تک کنوارے ہو اپنے مریضوں میں کبھی کامیابی حاصل نہ کر سکتے۔

”اے مل! یہ بات ہے کیا! سٹوارٹ نے سنریگ ریگر سے کہا۔ اب تم

میں کے اپنی جد بھائی کے گھر چلی جاؤ۔“

سنسریگر نے ناصحانہ انداز سے سر ملایا۔ پھر کہنے لگی۔ "مجھے پورا یقین ہے کہ اس کے ہمتیاری جدوجہد کی زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ بے شک میں پہلے فینش کی عورت ہوں۔ اور تم بھی مجھے ایسا ہی خیال کرتے ہو۔ لیکن سچ جانو مجھے اس وقت بڑا ہی سچ ہو گا۔ جب بیمار ہو کر... جس حالت سے خدا ہر وقت محفوظ رکھے مجھے ایک کنوارے طبیب کے زیر علاج آنا پڑے گا۔"

"ار... سنسریگر کی سٹوارٹ نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لئے کھانسن کر کہا۔ "تم جو کہتی ہو۔ سچ ہو گا۔ مگر پہلے اس سوال پر کسی مرتبہ بحث ہو چکی ہے۔ اور کم از کم اس ایک معاملہ میں تمہارے خیالات واقعی زمانہ کی رفتار سے بہت پیچھے ہیں۔ مگر اس کے باوجود میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں تمہاری غناسوں کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ اور اگر میں نے کبھی تمہاری نصیحت پر عمل کیا..."

"بھیرو" سنسریگر نے قطع حکم کر کے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ہاٹ بھیکے ہوئے ہیں۔ انہیں اتار دو۔ نہیں تو بیمار ہو جائے گی۔"

"مگر یہ تو کچھ ایسے بھیکے ہوئے نہیں ہیں۔ رستہ میں دو چار بونڈیں پڑی تھیں۔ اس کے واسطے دراز سے پانی نہیں برسا۔ خیر مجھے چونکہ اب کہیں جانا نہیں ہے۔ اس لئے اتار دیتا ہوں" اس نے بوٹوں کے لتھے گھولنے شروع کئے۔ اور سنسریگر کی کھڑکیوں کے پردے کے نیچے میں مصروف ہو گئی۔ پھر ایک ہوشیار خادمہ کی طرح وہ کمرہ کے ہر حصہ پر نظر ڈال کر دیکھ رہی تھی کہ دروازہ کسے پاس جا کر رک گئی۔ اور پھر پھر مڑ کر کہنے لگی۔

"مشرکپل۔ کوئی آدھ گھنٹہ ہوا۔ وہ اجنبی عورت پھر آئی تھی۔"

سٹوارٹ بوٹوں کو کھولتا ہوا رک گیا۔ اور خادمہ کے جہرہ کو پریشان

خانہ ڈوریاں باہر کے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئی۔

منقریب پھر آؤں گا "سنسریگر کی

”مال کے بعد تھوڑی دیر تیار انتظار کرتی رہی۔ اس کے بعد چلی گئی۔“
 ”بیچ! بیچ! بیچ! بڑا افسوس ہے۔“ سٹوارٹ نے دوبارہ نئے باندھتے ہوئے کہا اسے
 ”گئے کتنی دیر ہوئی ہوگی؟“
 ”ابھی ابھی تمہارے پیروں کے آگے گئی ہے۔ بہت سے بہت تین منٹ پہلے سے ہونگے

”کیا اس کی حالت پہلے سے اتر ہے؟“

”اتر نہیں تو“

”تم سے ملنے کو بہت بے چین تھی“

”آخر بہت دور سے جاتی ہے۔“

”ٹال میں نے بھی سنا ہے۔“ ادھیڑ خاندہ نے خشک لہجہ میں کہا ”بے چاری میں خوشاموٹ
 میں آتے آتے ضرور تھک جاتی ہوگی۔“

سٹوارٹ اس طنز سے گھبر گیا۔ مگر اس نے اپنا اضطراب چھپانے کو تعجب کی صورت
 اختیار کر لی۔ اور کسی قدر افسردگی سے کہنے لگا۔ ”سنر میگزینر مجھ پر تمہارے احسانات ہمیشہ
 ہیں۔ تم اسی طرح میری نگرانی کرتی ہو جیسے ماں اپنے بچہ کی کیا کرتی ہے۔ پر کیا بات ہے
 کہ میگزینر مواصلہ دوریاں کا ذکر کرتے ہوئے تمہارے لہجہ میں بخوڑا مال۔ بخوڑا طنز۔ بخوڑا
 تیکھا پن ضرور آ جاتا ہے؟ بہت سی عورتیں میرے زیر علاج ہیں۔ آخراں میں اور اس میں
 کیا فرق ہے؟ مگر یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ اپنے دل میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس میں اور دنیا
 کی باقی عورتوں میں زمین آسمان کا اختلاف ہے۔

سنر میگزینر نے ناک جھون چڑھا کر زمین گہری سانس لیں۔ پھر کہنے لگی۔ ”بس
 جانتی ہوں۔ بہت سی عورتیں تم سے علاج کرانے آتی ہیں۔ پر کیا ان میں کوئی اور ایسا حسیتی لباس
 پہنتی ہے۔ جسے خریدنے کو تمہاری جیب میں سے کی کمائی بھی ناکافی ہو؟“
 ”یہ سچ ہے۔ ان میں سے بہتوں کی حیثیت رنگدار جہوٹے مثال تک محدود ہے۔“

گرمس پہلے سے دیکھا جائے۔ تو میری خوش نصیبی ہے۔ کوئی ڈونل ڈور میں ایسی زردار بیٹھ
مجھ سے علاج کرانے آتی ہے؟

”سنر میگر نے ظاہری دیکھی کی تھیں دلی شبہ کو چھپانے سے قاصر رہ کر دلی آواز
سے کہا: ”تو کیا واقعی وہ آپ سے علاج کرانے آتی ہے؟“

”نہیں تو اور کیا؟ سٹوارٹ نے بوڑھی عورت کی طرف نظر حیرت سے دیکھ کر پوچھا
”تم آپ سمجھ سکتی ہو کہ ڈاکٹر کے پاس مریض کے سوا اور کون آئے گا؟ اسے بدخواہی کی
شکات ہے۔ کہتی تھی رات بھر زین نہیں آتی۔“
”جس کا ذرا بھی تعجب نہیں ہے۔“

”کیوں۔ کس لئے؟ معاف کنائیں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”سٹوارٹ کیل شاید تم مجھ سے خفا ہو جاؤ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے سٹھیاٹی ہوئی
بڑھیا خیال کر دے۔ گرمس نے دھوپ میں بال سپین نہیں کئے۔ خدا نے مجھے بھی دوا نکھیں
دی ہیں۔ اور مان نکھوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی قوت عطا کی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ خوشنما
چہرہ اور پٹیلی آنکھوں کے لئے آدمی آگ اور پانی سے گزر جاتے ہیں۔ پر دیکھو میری نصیحت
یاد رکھنا۔ میں دوبار غیبی آواز سن چکی ہوں۔“

سٹوارٹ حیرت سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ”سنر میگر“ اس نے پریشانی کے لہجہ میں
کہا۔ ”معاف کر دو میرا کہ وہاں ان لطیف استعاروں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ میں نہیں سمجھا
تم کس غیبی آواز کا ذکر کرتی ہو۔“

”سنر میگر جو میز کے پاس والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور سر ہلا کر دلی آواز سے کہنے لگی۔ ”کیا
نہیں جانتے غیبی آواز کیا ہے؟ یہ خاندان میگر گیر کے ناویدہ ساز کی وہی پراسرار آواز
ہے۔۔۔۔۔“

سٹوارٹ صوفے سے چکر میز کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور آگے جھک کر کہنے لگا ”خاندان“

نہیں۔ خادومہ میری سے کہہ دینا کہ میڈموائل پھر آئے تو وہ اسے میسکے بکرہ میں پھیر
جلے۔

سنریکریگا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آہستہ سے دروازہ کی طرف چلی۔ دروازہ کے
پاس پہنچ کر اس نے کہا "میسٹر کیل اگر میڈموائل ڈوریوں کی لنگی تو میں خود اسے تھماؤں
مگر وہ میں چھوڑ جاؤں گی۔ اور اس کے بعد خود ہی اسے رخصت کر کے دروازہ بند
کرونگی۔"

اس نے بیٹھک کا دروازہ پھیر دیا۔ اور چلی گئی۔

باب ۲ ایک پٹر ڈنبر کی تحقیقات

سٹارٹ نے میرے پاس بیٹھ کر پہلے پھرے ہوئے کانڈوں کو ٹھیک کیا۔ پھر باپ سگما
کر اس کے میٹھے اور خوشبودار ہاضموں سے رفع اعطراب کی کوشش کرنے لگا۔ مگر
اس کا اضمحلال سنریکریگا کی بیان کردہ آواز سے نہیں۔ میڈموائل ڈوریوں کے حسن
آتش افروز سے تعلق رکھتا تھا۔ تنباکو کا دھواں اسے کیا رفع کرتا؟

اس کا فرضال حسینہ کی دیر سے پہلے وہ سمجھے ہوئے تھا کہ میرے دل کا غمگینہ
اب رخ تاباں کی چمک اور دنبالہ دار آنکھوں کی سرور انگیزی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ
ہو چکا۔ مگر یہ ایک فرضی ثواب تھا جس سے میڈموائل کے جلوہ بے پناہ نے اس کو
بیدار کر دیا۔ وہ ایک نازک اور بے پیکر حسینہ تھی۔ خوشگفتہ کچی کی مانند صدف نشان
پہنتی اور غنبر میز ڈاکٹر سٹوارٹ کے لئے اس کا حسن عالم آشوبہاں بنی چیز تھا۔ ساری طاقت
کے بعد اس کے جمال و غنبر سب کی یاد گنجی ایک لمحہ کے لئے اس کے دماغ سے بھرنے

نی بار بار وہ اپنے خیالات کو حماقت و نادانی پر محمول کیے ہنسنے کی کوشش کرتا۔ اور
 بی بار اپنے جی میں خفا بھی ہوتا۔ مگر یہ کوششیں دل کی کسک کو دور نہ کر سکتیں۔ اب
 تیار رکھی دن سے وہ اس عجیب فریفتگی کو نوشتہ تہذیب سمجھ کر دھناے اپنی پرشاکر و
 صدا بر موڑ چکا تھا۔

میڈم موزل ڈوریل کون ہے؟ یہ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ فی الحقیقت وہ اس
 کی صحیح قوسیت بھی نہ جانتا تھا۔ مگر یہ شک ضرور اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ کہ اسکی
 نگاہیں شہر کی خون کی آمیزش ہے۔ وہ جوان بلکہ مغربی ادب کے لحاظ سے محض کم سن
 لڑکی۔ کیونکہ اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ مگر اس چوٹی عمر میں ہی زرق برق لباس
 کا استعمال اس کے لامحدود وسائل کی بین نشانی تھا۔ اور گویا آج تک ہر بار اسے رات
 ہی کو آنے کا اتفاق ہوا۔ تاہم ڈاکٹر سٹوارٹ نے گاہ بگاہ اس عالی شان موٹر کی جھلک
 دیکھ لی تھی۔ جس کا ذکر مسز میگریگ نے طنز و ناراضی کے لہجے میں کیا تھا۔

اپنا نادار باپ منہ میں لئے ہڈی کو دو نو پھیلیوں پر دکھ کر وہ میز کے سہارے
 بیٹھا ہوا دھکتی آگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آگ کے متحرک سایہ کی طرح کئی خیالات اس
 کے دل میں پیدا ہوتے اور مٹ جاتے تھے۔ میڈم موزل ڈوریل جتنی بار آئی۔ ہمیشہ
 رات کو اور تنہا آتی تھی۔ پہلے سٹوارٹ کا خیال تھا کہ وہ کوئی فرانسیسی خاتون ہے۔
 مگر فرانسیسی گھروں میں نوجوان کنواری لڑکیاں رات کے وقت کبھی کسی کے مکان پر
 تنہا نہیں جاتیں۔ چاہے وہ مکان کتنی کڑی کڑی کا کیوں نہ ہو۔ سوچتے سوچتے ایک
 عجیب خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔ کیا عجیب وہ کسی امیر گھرانے کی خود سر لڑکی ہو۔ جو
 خانہ دانی رسوم کے قید و بند سے آزاد ہو کر آوارہ پھر رہی ہے۔ یہ بات دراصل ہی اسکو
 معلوم ہو گئی تھی۔ کہ میڈم موزل ڈوریل کے عوارض محض فرضی ہیں۔ اور پھر اس کا نام
 میڈم موزل ڈوریل۔ کتنا عجیب تھا!

نکالا۔ اور اپنا لمبا ڈیز پر بٹھا کر تنباکو کی تھیلی اٹھالی۔ اس سے اپنے پائپ کو بھرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”میں ایک نہایت عجیب معاملہ کے متعلق آپ سے مشورہ کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔“
 ”کیا طباہات کے متعلق کوئی بات ہے؟“ سٹوارٹ نے ایک پیشہ ور ڈاکٹر کی مانند گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

”نہر خورانی کی واردات معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ خود میرا ابھی تک پورا اطمینان نہیں ہوا۔“ مرزا غسان ڈنبرے جو مختلف نہروں کے متعلق کیسل سٹوارٹ کی معلومات سے اچھی طرح واقف اور اس سے پہلے مختلف اوقات میں اس سے مدد حاصل کر چکا تھا۔ جواب دیا۔ ”اس کے باوجود اگر وہ باتیں جن کا میرے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے۔ صحیح ثابت ہوں۔ تو واقعی یہ معذہ بڑے محرکہ کا ہو گا۔“

اس نے بھرا ہوا پائپ جسے باتوں میں اب تک سلگانے کی نوبت نہ آئی تھی سائیک طرف رکھ دیا۔ اور اپنے گرم کوٹ کی جیب سے پھولی ہوئی نوٹ بک نکال کر اس کے اندر سے باریک کاغذیں پھٹی ہوئی کوئی چھوٹی ٹیسی خیر برآمد کی۔ پھر کاغذ کی تہیں کھل کر اس چیز کو نکالا۔ اور میز پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سب سے پہلے آپ بتا سکتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟“
 ”سٹوارٹ نے آگے جھک کر میز پر رکھی ہوئی لہجیز کو اس طرح دیکھنا شروع کیا جیسا کوئی نہ کرے۔ یہ سونے کا چہرٹا سا گڑا تھا۔ عجیب و غریب ساخت کا۔ لمبائی میں ایک رصورت ماہ بال سے مشابہ مگر چھ داؤوں سے ملکر بنا ہوا۔ پانچ ایک دوسرے کے۔“
 ”کن چھٹا یعنی آخری قدرے لمبا۔ مڑا ہوا۔ اور سرے پر باریک۔“

”اور ناہموار تھا۔“ ٹوکیا کسی چیز سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہے۔“
 ”سٹوارٹ کی پیشانی پر بل بڑ گئے۔ اور آنکھوں میں پانی

پیدا ہونے لگی۔

”کسی عجیب زیور کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔“ آخر کا اس نے کہا۔ اس طرح کی چیز انگلستان میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ شاید یہ ہندوستان کا بنا ہوا ہو۔“

انکسٹر ڈنبر نے پاپ سلگا کر جنتی ہوئی دیاسلانی آتش ان میں پھینک دی۔ اور بولا
”یہ بتائیے چیر کیلے؟“

ڈاکٹر سٹوارٹ نے سرسرساں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔ ”میں نے سہو! اسے زیور کا ٹکڑا کہہ دیا۔ مدہ نہ یقین نہیں آتا۔ کہ دنیا کی کوئی عورت اس طرح کا خوشاک زیور پہننا پسند کرتی ہو۔ کیونکہ... یہ چیز تو کسی بچھو کی دم سے مشابہ نظر آتی ہے!“

”آہ!“ ڈنبر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی۔ ”میرا اپنا خیال یہی تھا۔ مگر ساربی نے نہیں مانا۔ وہ کہتا تھا۔ یہ چیز ناگ پھنی کی ڈنڈی سے ملتی ہے۔“
قیاس اس کا بھی غلط نہ تھا۔ سٹوارٹ نے تسلیم کیا۔ ”طہری سخت کے لحاظ سے ناگ پھنی کی ڈنڈی اور بچھو کی دم میں بڑا فرق ہے۔ مگر دونوں کی نقل بہت چھوٹے پیمانے پر تیار کی جائے۔ تو ان کی مشابہت پر عموماً دھوکا ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ چیز دی ہے۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ لیکن فرمائیے تو آپ کے پاس کیسے آئی؟“

”ڈاکٹر سٹوارٹ میں اس بارہ میں سارے حالات بیان کر لے اور آپ کا مشورہ لینے کی غرض سے ہی یہاں آیا تھا۔ مگر اب یہ جاننے کے بعد کہ یہ ٹکڑا بچھو کی دم کی نقل ہے۔ میں سمجھتا ہوں معاملہ میرے دائرہ تحقیقات سے باہر ہو گیا۔ آپ نے اکثر مشرقی ملکوں کی سیاحت کی ہے۔ اور ان میں پہنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہندوستان چین رہا میں کسی جگہ آپ کو کسی ایسے فرد یا جماعت کا حال معلوم ہوا جس کے پیر بچھو کے پرستار

ٹوارٹ شلن آو دیشانی سے غور کرنے لگا۔ اور اس نے پاپ کی ڈنڈی کو

نی ٹھہری سے رگڑنا شروع کیا۔ ڈنبر تصویر یا انتظار بنا ہوا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
 ”آپ وہی اور سوڈا نوش کریں“ آخر کا سٹوارٹ نے کہا۔ دیکھیے سب چیزیں اس میز پر رکھی ہیں۔ میں ذرا سوچ کر جواب دوں گا۔“

انپکٹر ڈنبر نے سر ہلایا۔ اور کمرہ کے دوسرے سرے پر اس میز کے پاس گیا۔ جہاں راب کی بوتل اور سوڈا بنایا کر کے کی چھوٹی سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ دو گلاس بھر کر وہ برائی چاہ گیا۔ اور ایک ڈاکٹر کے سامنے رکھ کر کرسی پر بیٹھ ہوئے کہنے لگا۔ فرمائے اسوچا جاؤ۔

”آپ کے سوال کا جواب نفی میں ہے“ سٹوارٹ نے کہا میں نے ان ملکوں میں رہتے رہے کبھی کسی عقرب پرست فرقہ کا حال نہیں سنا۔ ہندوستان میں کچھ لوگ سانپوں کی شش ضرور دیکھتے ہیں۔ پر بھچو کی کوئی نہیں۔ اس کے باوجود ایک بار ملک چین میں سفر کرتے ہوئے سوچ کے مقام پر ایک عجیب واقعہ میرے دیکھنے میں آیا تھا جس کا صحیح لمب میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ بہر حال اس خیال سے کہ شاید آپ کے لئے دلچسپ ہو میں اس کی مختصر کیفیت بیان کرتا ہوں۔ غروب آفتاب کے وقت میں مٹھ کے ایک دور افتادہ حصہ سے مکان پر واپس جا رہا تھا۔ اور چونکات سے پہلے مکان پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اس لئے رکشا کھینچنے والے لڑکے کو بار بار تیز چلنے کے لئے کہے جاتا تھا۔ رستہ کم کرنے کے خیال سے میں نے اسے دو من کا نہری پل عبور کرنے کے لئے کہا۔ اور وہ اس راہ پر ودڑا ہوا چلا جاتا تھا۔ کہ ناگاہ پل کی ڈھال پر پہنچ کر وہ لڑکا یکایک رکشا کو چوڑ کر زمین پر دوڑا نو ہو گیا۔ اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر ہلکی آواز میں کہنے لگا۔ ”میرا آکھیں بنا کر لو۔ برچک جہاں جاتے ہیں“۔

”میں جہاں ہوں کہرا دہرا دہر دیکھنے لگا۔ اس کی ناواقف پرخندہ بھی آیا۔ کیونکہ رکشا اچانک چھوڑ دینے سے میں سر کے بل گرتے گرتے بچا تھا۔ مگر وہ میرے غصہ“

بے پردہ میں فرشِ زمین پر جھکا ہوا بے حرکت بیٹھا تھا میں نے پل کی طرف دیکھا۔ بالکل ویران تھا۔ صرف ایک آدمی... ایک عجیب صورت کا انسان ڈھال سے اتر کر سہاری طرف آ رہا تھا میں نے قنوتِ قامت اور لباس سے معاذ کیا۔ کوئی لغت دار چینی ہے۔ مگر ممکن ہے وہ کسی دوسری قوم کا آدمی ہو۔ اور اس نے شوقیہ چینی وضع کا لباس پہن رکھا ہو۔ یہ بات میں اس نے تحقیق نہ کر سکا۔ کہ اس نے سبز رنگ کی موٹی نقاب پہن ہوئی تھی... ”

”جس میں اس کا چہرہ بالکل چھپا ہوا تھا؟“

”گردن تک چھپا ہوا۔ میں اس عجیب صورت کو نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کہ لڑکے نے پھر ایک بار اسی طرح دلی آواز میں مجھ سے کہا۔ ”سہرا کہ منہ پھیر لو۔ منہ پھیر لو...“

”کیا مرد نقاب پوش کی طرف سے؟“

”ہاں۔ اسی کی طرف سے۔ قدرتی طور پر میں نے لڑکے کی بات پر بالکل توجہ نہیں دی۔ اتنے میں وہ آدمی میرے پاس ہو کر گزر گیا۔ اور گویں۔ نے اس کا نقاب میں چھپا ہوا چہرہ دیکھنے کی بہت کوشش کی۔ تاہم کچھ نہ دیکھ سکا۔ لیکن وہ بین ہی قدم آگے گیا ہو گا۔ کہ لڑکے نے جھٹل اٹھ کر کتا بکڑی۔ اور پل کے اوپر ہوتا ہوا اس طرح دوڑا گویا دنیا بھر کی خبیث رومیں اس کا چھپا کر ہی میں۔ اس واقعہ کا عجیب تر پہلو یہ ہے کہ اس کے بعد میں نے ہر چند اس لڑکے سے کئی ایک سوالات پوچھے۔ دھمکایا اور لالچ بھی دیا۔ مگر وہ میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ رفعِ استعجاب کی خاطر میں نے گد اگڑس سے لے کر خاندانی رئیس تک۔ ہاچمنیوں سے پوچھا۔ کہ ہر چھپک ہمارا کون میں؟ مگر کسی نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ سب میری طرف نظر حیرت سے دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے یہ نام آج آپسے سنا ہے۔“

”ہوں“ ڈنبر نے جستور باپ کے کش لگاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”ڈاکٹر سٹارٹ“

”تصد بہت عجیب ہے۔ اور چونکہ لفظ ہر چھپک کچھ کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔“

اس لئے عجیب نہیں دونو معاملوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ہو۔ پرہاں... اس واقعہ کو پیش کاٹ لینا
موت ہوئی؟

”قریباً پانچ سال“

”ممکن ہے... ممکن ہے موجودہ مقدمہ کا اس واقعہ سے کچھ تعلق ہو۔ معاملہ یہ ہے۔
چند ماہ گذرے۔ شروع سردیوں میں۔ دفتر کو اطلاع پہنچی۔ کہ محکمہ کے سب آدمی، خباہتوں
شراب خانوں، تھیمروں، بالخصوص جہانم پشہ بستیوں میں کسی جگہ کچھو کا ذکر دیکھیں یا سنیں
تو فوراً اس کی خبر افسران اعلیٰ کو پہنچا دیں۔ چونکہ بات نہایت عجیب تھی۔ اس لئے میں نے
صاحب کمشنر سے تفصیل کے لئے استصواب کیا۔ مگر وہ بھی کسی بات کا جواب نہ دے سکے۔
اتنا ہی بتایا۔ کہ یہ ہدایت ہمیں پریس سے موصول ہوئی ہے۔ پریس کا محکمہ سرعزسانی بجائے
خود تارکی میں تھا۔ بڑی تحقیق کے بعد محض اس قدر معلوم ہوا کہ کچھو کا تعلق بعض نامور صحاب
کی اچانک اور پراسرار موتوں سے ہے۔ یہ موتیں کچھ پشترت کے بعد دیگرے واقع ہوئی تھیں
لیکن چونکہ جرم کا شبہ پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ اس لئے کسی کو تحقیقات کا خیال نہیں آیا۔ اس
کے بعد کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزرتا ہے۔ کہ اس ملک کے نامی بڑے سرفرنیک ناکوٹ بیٹ
اینڈ کے ایک تھیمروں میں بیٹے ہوئے نامک دیکھتے دیکھتے مر گئے... کیا آپ کو یہ واقعہ
یاد ہے؟“

”ہاں یاد ہے۔ ان کی موت واقعی عجیب و حیرت خیز تھی۔ میرے خیال میں ان کی ناش
کا طبقی امتحان ضرور ہونا چاہئے تھا۔“

”عجیب بات ہے کہ آپ بھی ہی خیال رکھتے ہیں۔ ہم لوگوں نے محکمہ کی طرف سے بہت
دور دیا تھا۔ مگر سرفرنیک کے رشتہ والوں کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ ابک ہفتہ یا شاید چند ہفتوں
میں شب و روز اس معاملہ کی تحقیقات کرتا رہا بے شمار آدمیوں سے مگر جس قدر حالات ممکن
تھے معلوم کئے۔ لائنہڈ کا عدالت بھی دیکھے کہ سرفرنیک ناکوٹ کی موت اور کچھو کا کوئی تعلق

جے پر داد میں خندہ پزیر لے بار بار اس بات پر زور دے رہے تھے۔ مگر کوئی سرِ غ نہ ملا۔ کام بہت مشکل تھا۔ صبح اور کیوں نہ ہوتا۔ جب تلاشی کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سے کیا تلاش کرنا ہے۔ تو کامیابی کیسے ہو؟ بہر حال میرا زاول سے یہ خیال تھا کہ کچھ کی تلاش ایک فرضی تلاش تھی... ایک دھن جو افسروں کے دماغ پر سوار ہوئی اور اتر گئی۔ مگر کل رات ایک عجیب واقعہ نے یقین دلا دیا۔ کہ معاملہ بالکل بے تہ تھا۔ دریائی پولیس نے سینڈوڈ ہول سے پرے ایک مقام پر جہاں کئی بار لاشیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ایک آدمی کی لاش برآمد کی جس کا سر بری طرح کچلا ہوا تھا معلوم ہوتا ہے کسی چھانسنے پہیہ سے لگ کر پس گیا۔ صورت بالکل پہچانی نہ جاتی تھی۔ مگر دو چیزیں یقیناً جن سے اس کو شناخت کیا گیا۔ ایک دھات کی بنی ہوئی چھوٹی ٹیٹھکیہ جو اس کے گلے میں زنجیر کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اور اس ٹھکیہ پر اس کے نام کے مختصر حروف جی۔ ایم۔ اور نمبر ۸۵۷۱۹۳۰۰۰ کدہ تھے۔ اور دوسری ۰۰۰ ۰۰۰ ۰۰۰

”یعنی ہسٹوارٹ نے حیرت سے پوچھا۔

”سونے کی بنی ہوئی بچھو کی دم۔ جو آپ کے سامنے پڑی ہے۔ یہ ٹکڑا اس کے کوٹ کی جیب میں بچھے ہوئے اسٹر کے ساتھ لگا ہوا تھا“

باب ۴

پُر راز حسینہ

انتہی میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

سٹوارٹ نے پاس جا کر ریسپونڈ کرتے میں لے لیا اور بولا۔

”ہاں جی... میں ہوں ڈاکٹر سٹوارٹ... کیا؟... ہاں یہ ہیں ہیں۔ اب پٹر ڈنبر

مکان پر ہیں۔ ٹیمبر یہ ان کو بلاتا ہوں۔“

اس نے ریسورڈ نمبر کو دے دیا۔ جو نام سن کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور کہا "بیجے۔ سکاٹ لینڈ یارڈ سے سارجنٹ سادربی آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"ہلو ڈنبر نے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ کون سادربی؟ ہاں... پر مجھے تو یہاں آئے بہت دیر نہیں ہوئی۔ کیا؟... میکس!... پھر کہنا میکس؟ انوزہ... آخر معاملہ کیا ہے؟ مگر تمہیں اس کا نمبر ٹھیک یاد ہے؟... ۶۹۶۸۵ اسی کا نمبر تھا؟... غریب بے چارہ۔ ناحق مارا گیا... دراصل اس کو ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تھا۔ مگر اس کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ اوروں سے الگ رہ کر کام کرتا تھا... اچھا پھر وہیں بھی آتا ہوں... ٹیکسی مل جائے گی... پر سنو سادربی۔ سنئے ہو؟ معاملہ کچھ پی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ سونے کا ٹکڑہ جلاش کی جیب میں پایا گیا تھا۔ ناگ پھنی کی ڈنڈھی نہیں۔ سنہری بچھو کی دم ہے!"

وہ ٹیلیفون رکھ کر سٹوارٹ کی طرف مڑا جو ان بے چارے لفظوں کو گہری دلچسپی سے سن رہا تھا۔ ڈنبر نے اپنا کھلا ہاتھ زور سے میز پر مارا اور کہنے لگا۔

"ڈاکٹر سٹوارٹ۔ غضب ہو گیا۔ ہم سوتے رہ گئے۔ پیرس کی خفیہ پولیس کا نامی جاسوس گیشن میکس ایک ہینس سے لندن میں تحقیقات کر رہا تھا اور ہمیں خبر تک نہ تھی؟"

"گیشن میکس! سٹوارٹ نے چونک کر پوچھا "کیا اس جگہ لندن آیا ہوا تھا؟"

تحقیقات جرم کے ماہر کی حیثیت میں وہ اس مشہور فرانسیسی سے اچھی طرح واقف تھا جس نے اپنے حیرت خیز مادہ تحقیق کے لئے ہر حصہ یورپ میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ اس نام کو سن کر وہ میز پر یکسر ہلکے سونے کے عجیب ٹکڑے کو اور بھی حیرت و دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

"انوس! انوس! ڈنبر ہاتھ ملکہ کہہ رہا تھا۔ یہ اسکی آخری کوشش تھی۔ معلوم ہو گیا۔ در

جہ سینو درول سے مراد ہوئی۔ اسی کی تھی۔"

"وہ لاسٹ گیشن میکس کی ثابت ہوئی ہے؟"

”ابھی ابھی پیرس سے تار آیا ہے کہ میکس کی رپورٹوں کا سلسلہ ایک ہفتہ سے رکھا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ سرفرنیک ناکوم کی پراسرار موت کی تحقیقات کرنے لندن آیا تھا۔ مگر ہمیں خبر تک نہ تھی۔ مدت گزری میں نے میکس سے یہ بات کہی تھی کہ تم سبے جدارہ کر تحقیقات کرتے تو ہو۔ پر یاد رکھنا کبھی اس کام میں ضرور ہو کا کھا دے۔ آج وہی بات پیش آئی۔ پیرس سے تفصیل آگئی۔ نشان اسی کا ہے۔ نمبر اور نام بھی اسی کا ہے۔ بے شک مقتول کی صورت پہچانی نہیں جاسکتی۔ مگر جی۔ ایم کے حروف اور ۶۸۵-۶۸۴ کا نمبر اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ لاش اس کی ہے۔ خیر میں جاتا ہوں۔ کیا آپ بھی میرے ساتھ چلے گا؟“

”میں ایک مریض کا انتظار کرتا ہوں۔“ سوٹا نے جواب دیا۔ ”ار... ایک خاص مریض کا۔ اس لئے معاف کیجئے۔ مگر اس عجیب معاملہ کے حالات کی خبر ضرور دیتے رہیے۔“

”میں کبھی آپ کو ساتھ چلنے کے لئے نہ کہتا۔ اگر آپ کی موجودگی کی اس ضرورت نہ ہوتی۔ و حقیقت اس کچھوٹے معاملہ کی تہ میں کسی بڑے زبردست مجرم کا ہاتھ ہے۔ جو کسی نامعلوم مگر بے خطا زہر سے لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ یوں تو اس سے پہلے ہی میں کئی بار آپ سے مدد لینے کو حاضر ہوا ہوں۔ پر آج خصوصیت سے صاحب کشن نے مجھے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ ان کا حکم ہے کہ اگر آپ پسند کریں تو اطلاع ثانی تک اپنی خدمات کو ہمارے محکمہ کے حوالہ کریں۔“

”میں اس قدر دانی و عزت انفرادی کے لئے ممنون ہوں۔“ سوٹا نے جواب دیا مگر انپکٹر ڈنمبر میں آخر ایک گنہگار ثابتی ڈاکٹر مہوں۔ اپنی نااہلیت کا حال نہیں دیکھتا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مشہور اہلباکے مقابلہ میں میری ہستی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ اگر کہیں نہیں آپ لوگ اپرومپول سٹریٹ کے ڈاکٹر فیلکس اودن سے معاملہ طے کر لیں۔ میں اس بات پر شہرت رکھتا ہوں۔“

اس کے ساتھ سب سے زیادہ حماقت بھی۔ ”ڈاکٹر نے طنز سے کہ لیا!

اس بات پر متفق ہیں کہ سرفرنیک نارکوم کو زہر دیا گیا۔ مگر آپ کے مشہور ڈاکٹر صاحب ان کی موت کو اب بھی عارضہ قلب سے منسوب کرتے ہیں۔

”بھٹکوا معلوم ہے۔ وہ اس موت کا سبب دمِ ابوابِ القلب کو قرار دیتے تھے۔ کیا عجب ان کا خیال صحیح ہو۔“

”اگر ان کا خیال صحیح تھا۔ ڈبئرنے سونے کا عجیب الؤضع ٹکڑا میز سے اٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا۔ ”تو آپ ہی کہتے ٹیکسٹن میکس اس چیز کو لیکر کیا کرتا تھا؟“

”ممکن ہے میکس کی تحقیقات اور سرفرنیک نارکوم کی ہلاکت کا آپس میں کوئی تعلق نہ ہو۔“

”اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں زہر دستِ قتل ہو۔ مگر اس فروعی بحث سے قطع نظر آپ میرے اس سوال کا صاف صاف جواب دیجئے کیا اس مقدمہ میں آپ کو اپنی خدمات محکمہ کے حوالہ کرنے میں اعتراض ہے؟“

”بالکل نہیں میں شوق سے تیار ہوں۔“

”حقِ المحنت کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہر حال میں خط کے ذریعہ یا پھر کسی وقت آپ سے مل کر اس معاملہ کو طے کر دوں گا۔“

ڈبئرنے بچھو کی دم کا ٹکڑا اسی پتلے کا غڑ میں پیٹ لیا۔ اور اسے اپنی نوٹ بک میں رکھا چاہتا تھا کہ دفعتاً کچھ سوچ کر ہلا۔

میرے خیال میں اسے آپ ہی اپنے پاس رکھیں تو بہتر ہے۔ فرصت میں غور کرنے کا موقع مل جائے گا مجھے یقین ہے آپ اس کو سنبھال کر رکھیں گے۔“

”ہاں ہاں اطمینان رکھئے۔ اس کی نقاشی باربیک ہے میں آتشی شیشہ کی مدد سے بخور دیکھوں گا۔“

ڈبئرنے بڑا کھول کر وہی ٹکڑا اڈاکٹر سٹوارٹ کے حوالہ کر دیا۔

درا نہ کھول کر جس میں اپنی چمک بک امد دوسری قیمتی چیزیں رکھا کرتا تھا۔ اس میں با احتیاط رکھا پھر دراز کو اسی طرح مقفل کر دیا۔

سٹوارٹ کی بے چینی اب تک رخ نہ ہوئی تھی کہنے لگا۔ چلے اٹھ تک چہڑاؤں دھو ایک ساتھ کمرے سے رخصت ہوئے اور دروازہ پھیرتے ہوئے سٹوارٹ نے برقی لمپ گل کر دیے۔

ان کو رخصت ہوئے دو ہی منٹ گذرے تھے کہ ایک شاندار موٹر دروازہ کے سامنے ٹھہری۔ اس کے تھڑی دیر بعد منسٹر میگر ایک خاتون کو ساتھ لے، اس کمرے میں داخل ہوئی جس سے ڈنبر اور سٹوارٹ ابھی ابھی رخصت ہوئے تھے۔ اور آتے ہی برقی لمپ جلا دیے۔ پھر اس عورت سے مخاطب ہو کر کسی قدر سردہری سے کہنے لگی۔ "س ڈوریاں ڈاکٹر صاحب ابھی باہر گئے ہیں۔ انوس آپ ایسے وقت تشریف لاتی ہیں۔ جب وہ نہیں تھے مگر میرا خیال ہے وہ اب واپس آتے ہی ہوں گے۔"

جس ناہن سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ کہے گئے وہ فی الحقیقت ایسی ہی خوش حال تھی کہ اسے دیکھا کہ منسٹر میگر ایسی سن رسیدہ اور دور اندیش عورت کے دل میں کئی طرح کے اندیشے پیدا ہوتے۔ مشرق کی نازکی اور مغرب کی دلفریبی اگر کہیں یکجا ہو سکتی ہے۔ تو اس پر ہمارے حسینہ کی ذات میں بھی۔ خط و خال یورپی تھے۔ مگر حسن پنہاں مشرقی۔ آنکھیں مصری خوبصورتی کا بہترین نمونہ تھیں اور لمبے سیاہ بال جنہیں وسطی مانگ نکال کر سادہ طریق پر آراستہ کیا ہوا تھا۔ ہندوستانی دلفریبیوں کی یاد تازہ کرتے تھے۔ ایک خوشنما قدر فی چمک ان کی شان دلا دیتی کہ نمایاں کرتی اور تیز نگاہیں روشنی میں ان کی رنگت تانبہ کی طرح دھکتی تھی۔

گلے میں دعوائی محفل کا لبادہ۔ اسپریش بہا قائم کا دوسرا کالا اور باندھنے کو سنہری تکیے سے نیچے سپید و سنہری لباس نہایت خوش قطع۔ اور کمر میں مشرقی وضع کی مصبوجی سید جربوں اور مدھے پینے بولوں میں اس کے خوشنما چھوٹے پافلی اور

دلفریب ٹخنے نہایت موزوں نظر آتے تھے۔ اور ناتھیں مہندوستانی ساخت کا باریک مڑیا
کاپنا ہوا ایک تھا۔ مجموعی طور پر یہ موزوں ڈوریاں کی تھوڑی سی تھیں۔ دیکھ کر عجب ہنس
اور مذاہن شب بیدار کے دل دراز میں کئی آتش افروز تاروں کی اٹھتی تھیں۔ اور اس کا اندازہ
ہوئے خود نگار کی طرح مدت دراز تک قلب میں محفوظ رہتا۔

سسر سگر بگر جیاس کی طرف بچھی نظروں سے دیکھتی اور قدرے سنبھلی نظر آتی
تھی۔ اسے آرام کر سنی کے پاس لے گئی۔

”یہیں۔ دل سے آپ کی سمجھ میں ہوں۔ فوارہ چاند نے قدرے اڑنے لگے۔ ساتھ ہی اس میں
جوزبان کی جنہیت سے اد بھی انگڑیاں مل رہی تھیں کہ ”اور اگر آپ اجازت لے سکیں
تو آج ڈاکٹر صاحب کے آنے تک انتظار کروں گی۔“

”اوہ۔ اتنی دیر میں آگ کب ہو گئی۔ سسر سگر بگر نے آتش دان سے کوئلوں کو چھتے
کی سلاخ سے ہلاتے ہوئے اس نارینہ کے غفلتوں کو ان سنا کر کہ ”کہہ دیجئے، اعلیٰ درجہ
گئی... پر نہیں ایک چھوٹا سا شوروہ ابھی باقی ہے!“

اس نے کوئلوں کو ہانک کر لوہے کی سلاخ آتش دان کے پاس رکھ دی۔ پھر سب
موزوں ڈوریاں پر جودلفریب سے بہتے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فاسٹا ڈاکٹر والی کرکٹ
گئی تھی۔ اب کوئلے دھک دھک چلے گئے۔ اور آٹا ہی ابھر کر باہر جانے کے لیے دروازہ کھول
طرف مڑی۔

”بارخاظرہ ہو تو میں ایک لمحہ کو ٹیلیفون استعمال کرنا چاہتی ہوں“ میڈا موزوں نے
بیچھے سے آواز دے کر کہا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ چونکہ کچھ نہیں ہیں اور سمجھ ان کا انتظار کرنا
پڑے گا۔ اس لئے چاہتی ہوں اس کی اطلاع بھیج دوں۔“

”مس ڈوریاں۔ آپ شوق سے ٹیلی فون استعمال کریں“ سسر سگر بگر نے ہنسنا
ڈاکٹر صاحب بھی میب خیال میں آتے ہی ہوں گے۔“

میں آپ کی عنایت کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔

منسٹر میگر نے اس کا فرمال حسینہ کی طرف جو آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی۔ کسی ملکہ دولن کی شان و ثناء رکھتی تھی۔ واپسین نظروں سے دیکھا۔ پھر رخصت ہو گئی۔ میڈیوزنل ڈوریاں تھوڑی دیر ٹھہری پر ہانفہ کا سہارا دیئے کہنی کو آرام کرسی کے بازو پر ٹیکے اس دھڑپ کی طرف دیکھتی رہی۔ حیات ان میں آہستہ آہستہ اٹھنے لگا تھا کہ منسٹر میگر کے چٹے ہوئے قدموں کی چاپ بہت دور جا کر مدھم ہو گئی۔

دندنا وہ اٹھی اور دستی بیگ سے کبجیوں کا چھوٹا سا گچھا نکال کر کسی غیر معمولی آواز کو سننے کے لئے کان لگا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر تیز چلتی ہوئی کمرہ کے دوسرے سرے پر گئی اور لہادہ اتار کر اس کرسی کی پیچھے کر رکھ دیا۔ جو میز کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اس کے خوشنما چھریے بن پر ہلکا سا سہری لباس کتنا جتنا تھا۔ میز پر جھک کر اس نے تین کبجیوں کو باری باری اس دراز کے قفل میں لگا یا جس کے اندر ڈاکٹر سٹوارٹ کی چاک بک رکھ کر تھی۔ اور جس میں تھوڑی دیر پہلے اس نے ستر غریباں ڈنبر کا دیا ہوا پراسرار سونے کا ٹکڑہ رکھا تھا۔ تیسری کبجی ٹھیک بیٹھی اور دراز کھل گئی۔ میڈیوزنل ڈوریاں نے پہلے چاک بک نکالی۔ پھر ایک چھوٹی سی یادداشت کی کتاب۔ پھر اس کے نیچے سے ایک بڑا سا لٹاؤ بڑا دیکھا جس پر ستر لاکھ کی مہر لگی ہوئی اور عنوان پرسٹوارٹ کے ہاتھ سے یہ پتہ لکھا ہوا تھا۔

دفتر مال گمشدہ

(لارڈ پراپرٹی آفس)

سیرٹوپولیشن پولیس

نیوسکاٹمین ڈیارد۔ ایس۔ ڈیوئیو۔ ا

اسے دیکھ کر اس کے منت مدھی پر جوش آواز نکلی۔ پھر اس دراز کو بند کیا چلتی

تھی۔ کہ بقی روشنی میں وہ چھوٹا سا پراسرار سنہری ٹکڑا جسے ڈاکٹر سٹوارٹ نے ان پکڑ ڈنبر سے لیکر جینس میز کے خانہ میں رکھ دیا تھا چمکتا ہوا نظر آیا۔ وہ اسے دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی۔ پھر ماتھے میں لیکر قھوڑی دیر تصور حیرت بنی ہوئی اسکی طرف دیکھتی رہی۔ ایک لمحہ اس نے تامل کیا۔ پھر سونے کا وہ پراسرار ٹکڑا اور بند نفاذ دونوں کو میز کے سرے پر رکھ کر ٹیلیفون کا چونکا ماتھے میں لے لیا۔ اور نگاہ کر کے بند دروازہ پر جاتے ہوئے نمبر ۵۱۲ ۸۹ ایٹ سے گفتگو کی خواہش کی جس وقت تک کہ مرکزی دفتر اس تعلق کو قائم کر رہا تھا۔ وہ حالت اضطراب میں سنتی اور دروازہ کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر آواز دبا کر ٹیلیفون کے دھانے میں بولنے لگی۔

”ماں جی... مسکہ ہوتی ہے۔ سنئے نیی کنجیوں میں سے ایک بھیجے گی۔ نفاذ ملاکر اسی دراز میں نفاذ کے پاس ایک ٹوٹا ہوا سنہری بھپور کھڑ ہے... ہاں ٹوٹا ہوا... شاید وہی ہوگا جو اس کے پاس تھا۔“ اس کا اضطراب ہر لمحہ ترقی پر تھا۔ ”اسکو بھی لے آؤں کیا؟ نفاذ بڑا ہے۔ میں نہیں جانتی...“

دفعتاً مکان سے باہر کسی مقام پر ایک ہلکی دہلی ہوئی آواز سنائی دی... ویسی ہی جو ایک رات پہلے سٹوارٹ نے سنی تھی۔ مگر جس کا حال وہ اپنے مضمون میں قلمبند کرنا بھول گیا تھا۔

”آہ! قمر طلعت حسینہ نے گھبرا کر کہا۔ اشارہ ہو گیا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر بڑا ہے“ وہ شوق مجسم بنی ہوئی اس آواز کو سن رہی تھی۔ جو ٹیلیفون کے دوسری جانب باتیں کرتی تھی۔ ”ہاں۔ ہاں۔“

آنکھوں کو بدستور بند دروازہ پر لٹکے اس نے چنگے کو دھس رکھ دیا۔ اور لہلہ نفاذ ماتھے میں لیکر ایک ثانیہ چپ رہی۔ باہر سے پاؤں کی چپا قریب تر آ رہی تھی اسے سن کر میٹہ موازل ڈوریل کا اضطراب بڑھنے لگا۔ اس نے نفاذ کو دہستہ

پھر ٹھوسنے کی کوشش کی۔ گروہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں چلا بھی جاتا تو چھپا نہ رہ سکتا۔ پھر دوڑ کر آتشوں کے پاس گئی۔ اور لفافہ کو سلگتی آگ میں ڈال دیا۔ مگر اس حرکت سے لوہے کی سلاخ جراثیم ان کے پاس کبھی پہنچتی تھی۔ اس سے فرش زمین پر گر پڑی۔

وہ اسی طرح دوڑ کر پھر میز کے پاس گئی۔ ٹوٹا ہوا زیور ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کو دروازے میں رکھا جہاں آتی تھی۔ کہ دروازہ کھلا اور ڈاکٹر سٹوارٹ داخل ہوا۔

باب - ۵

بنی لافافہ

میدانوں کی ڈوریاں!

سٹوارٹ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اور وہ قسم زار مصافحہ کو ہاتھ پھیلائے اس کی طرف بڑھا۔ مگر یہ اسے دیکھ کر پر خوف انداز سے پیچھے کی طرف میز پر جھبک گئی۔ یہ ایک ڈاکٹر کی نظر نکلتی پہنچی وہاں پہنچی۔ وہ رک گیا۔ ایک تانیہ میں اس کی مسرت جبریت و خون سے ہل گئی۔ ڈاکٹر نے اس کی بگڑی ہوئی فہم اور صبر و درت دیکھی تو پیشی نماز انگلیاں انداز تشخ سے میز کے سرے پر کس کھینس انگلیاں رنگت پھیل پڑ گئیں۔ آنکھوں سے خوں و دماست کا اٹھا رہنے لگا۔

”آہ۔ میدانوں کی ڈوریاں“ سٹوارٹ نے سچے سچے تلخ لہجے میں کہا۔ شاید جس میں اتفاق سے دقت پر پہنچا۔

اسے آگے آتے دیکھ کر وہ شرت خون سے کانپنے لگی مگر وہی آواز میں صرف

”ایک لفظ نکلا“ وہ!

”ہا! معلوم ہوا کہ تم نے ایک گنم طبیب کو اپنے معاہدے کے لئے منعقد کیا۔ لیکن

مرض کی تشخیص زیادہ مشکل ہوئی اگر شروع میں ہی اس کی علامات کو اس چیز سے منسوب کیا

جاسکتا... وہ ایک ثانیہ کے لئے چپ ہو گیا۔ جو تم نے نیز سے نکالی ہے خیر جو کچھ تم نے چرایا ہے
دے دو اور اطمینان۔ سے پولیس کی آمد کا انتظار کرو۔

اپنے دلکش خواب راحت سے بیدار ہونے پر ڈاکٹر سٹوارٹ کی محبت نفرت اور
بے رحمی سے بدل گئی۔ انہوں نے اس کے افسانہ عشق کا انجام تھا! جسے وہ شہزادی کا گھبراہٹ
امیر ابن امیر کی بیٹی کے ہونے سے تھا۔ جسکی نسبت اس کا خیال تھا کہ شاید میری کشتی اس کے
بھیس بدل کر لے جائے۔ یہاں لائی ہے... کون نکلی؟ اونے اور ذلیل چوٹی عورت۔
میدر وائل ڈریس کی آنکھوں سے وحشت پرستی تھی۔ روندھی ہو کر کہنے لگی۔
”جائے دو۔ دروازے کھول کر چلا جائے دو۔ قسم کھاتی ہوں۔ میں نے آپ کی کوئی چیز
نہیں لی۔“

”سنیں بے گار۔ انتہائی پس پے سود میں۔ میرا پتھر دل اب ان باتوں سے متاثر نہ ہوگا۔
سچ کہو۔ تم نے کیا چیز لی؟“

”کچھ نہیں۔ دیکھو۔ کچھ نہیں۔“ اس نے سونے کا وہ ٹکڑا جو کچھ کی دم سے مشابہ تھا۔
پہ ڈالتے ہوئے کہا۔ ”میں نے اس کو دیکھ رہی تھی۔ کسی نے کو چرانہ منظور نہ تھا۔“

میدر وائل نے اس کی طرف جانور نظروں سے دیکھا۔ اور ان برق پاش آنکھوں نے
اُن واحد میں سٹوارٹ کے استہلال کو متزلزل کر دیا۔ کمزور ارادہ دیلوں کی آٹک لاش کرتا ہے۔
خیال آیا۔ یقیناً اس نے اس پارہ زر کو چرانے کے لئے میرے گھر میں آمد و رفت شروع نہ کی
ہوگی۔ کیونکہ پہلی بار آئی تو یہ چیز میرے یہاں موجود ہی نہ تھی۔ وہ سخت حیران مگر اس کے
ساتھ بے حد افسردہ دہلے تھا۔

”تازہ بند تھی“ اس نے آخر کار کہا۔ ”تم نے کیسے کھولی؟“

”ایک کبجی سے... دیکھیے یہ ہے۔“

اس نے میز پر رکھا ہوا کبجیوں کا گچھا اٹھا کر بھیس بن سے وہ کبجی

کے قفل میں بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ زور زور سے کانپ رہے تھے۔

”یہ کبھی تم نے کہاں سے لی اور کیوں اس سے میری دوا کو کھولا؟“

میڈیوازل ڈوریوں کے خوشنما ہونٹ تھر تھرا رہے تھے۔ اور آنکھوں میں غم کی وہ گہری جھلک تھی جسے دیکھ کر سٹوارٹ اس غصہ میں بھی بے قرار ہو جاتا تھا۔ کہنے لگی

”بتا دوں۔ تو کیا چوڑ دو گے؟“

”میں وعدہ نہیں کرتا۔ کسی بات کا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ حالات دیکھنے کے بعد اب تمہاری باتوں پر یقین نہیں رہا۔ تم نے جو بڑے بہانوں سے میرا اعتماد دھلایا۔ شاید اب پھر چاہتی ہو کہ جھوٹ بول کر مجھے اس چوری... اگلے پوری کو نظر انداز کرنے پر آمادہ کر لو۔ آف۔ خداوند!“ اس نے جوش سے دونوں سٹھیل کتے ہوئے کہا ”یقین نہیں آتا کہ ایسی بھولی اور سبیل صورت اپنی تہ میں اتنے اونے خیالات رکھ سکتی ہے!“ وہ اس کے سخت لفظوں سے تیرا گئی۔ مگر فوراً سنبھل کر سٹوارٹ کی طرف جو انہوں سے منہ پھیرے کھڑا تھا۔ التجائی نظروں سے دیکھنے لگی۔

”خدا کے لئے میری بات سن لو“ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ ”پہلے بے شک

میں نے جھوٹ بولا تھا...“

”مگر اب...؟“

”اب سچا حال کہتی ہوں...“

”کیا جوئی طہ نامانسی ہو؟“

”آہ۔ تم کتنے بے رحم ہو۔ تمہارے دل میں درد نہیں۔ تم میری حالت کا اندازہ اپنے ملک کی عورتوں سے کرتے ہو۔ مگر نہیں جانتے کہ میں اس کام کے لئے مجبور تھی۔ مشرق میں نہ بے کومرہ کے تابع فرمان ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ وہ ایک بے کس ہستی ہے جس کی مرضی مت نہیں رکھتی۔“

”بے کس! سٹوڈنٹ نے حقارت سے کہا ”مشرق کی بے کس عورتوں سے تمہاری مشابہت بہت کم ہے۔“ مانا تم اپنی رگوں میں مشرق کا خون رکھتی ہو۔ مگر تم نے تعلیم حاصل کی ہے۔ تم کئی زبانیں جانتی ہو۔ تم نے دنیا دیکھی ہوئی ہے۔ کیسے ممکن ہو کہ اس موٹے سوال پر نیکی اور ہمدردی میں تمیز نہ کر سکیں جس کا احساس ایک جاہل وحشی کو بھی ہوتا ہے۔“

”ایسی بھی حالتیں ممکن ہیں جب آدمی احساس رکھتا ہو مجبور ہو جاتا ہے۔“

سٹوڈنٹ نے بے صبری کا اشارہ کیا

”اس بناوٹ سے تم شاید میری ہمدردی اکانے کی کوشش کرتی ہو۔“ اس نے تلخ ہجے میں کہا۔ ”مگر یاد رکھو میرا دل ان بہانوں سے کبھی متاثر نہ ہو گا۔ اب تک تم نے کوئی کلام کی بات نہیں کہی۔ اس لئے میں اور عذرات سننا نہیں چاہتا۔ اس صدمہ عظیم سے قطع نظر جو تمہارے اخلاق کو عربیاں دیکھ کر میرے دل کو ہلے، سخت حیران ہوں کہ اس مکان کو اپنی کوششیں کام کرنا بنانے سے تمہارا مدعا کیا تھا؟ میں ایک غریب آدمی جس کے پاس نہ دولت ہے نہ درخت کی امید جس کے گھر کا سارا سامان سر بار بار فروخت کیا جائے تو چند سو پونڈ سے زیادہ کا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ... ایسے فاخرانہ لباس میں ملبیس ایسی شاندار موٹر کی مالک... آخر کیا بات تھی کہ تم نے آزادی کی پروا نہ کر کے رسوائی اور قید سے نہ ڈر کر میرے مکان میں چوری کی کوشش کی؟ سچ کہو تم نے اس دراز سے کیا لیا ہے؟“

وہ میز سے پیٹھ لگا کر کھڑی ہو گئی۔ سونے کا ٹوٹا ہوا ٹانگڑا ماتھے میں تھا۔ اور وہ اس کو دیکھتی ہوئی بے چینی سے اکٹ پٹ کر رہی تھی۔ لمبی پلکیں آنکھوں پر چھلکی ہوئی اور زرد رخسار پر ہلکی سرخی کا نشان پھر نہوار ہو گیا تھا۔ سٹوڈنٹ نے اس کے چہرہ کو غور و تجسس سے دیکھا۔ اس خوشنما چہرہ کو جس کی کشش اب بھی اس کے دل کو بے چین کر رہی تھی۔ اور جسے دیکھ کر وہ محسوس کرتا تھا کہ اس ملکہ حسن و جمال کے عیبوں سے واقف ہو کر بھی میں اسے حوالہ نہیں دے سکتا کی جرات نہ کر سکیں گا۔ اس کی حیرت ہر لمحہ ترقی کر رہی تھی

یہ ایک اس کوٹ نہ گذشتہ کے پراسرار واقعہ کا خیال آیا۔

”تم میری باتوں کا جواب نہیں دیتی ہو۔“ اس نے کہا۔ ”اچھا ٹھیکریں ایک اور سوال پوچھا ہوں۔ کیا اس سے پہلے بھی تم نے میری دراز کھولنے کی کوشش کی؟“

میڈیوازل ڈوریاں نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ اس کے رخساروں کی زردی اسب سبیب کی شکستگی سے بدلتی جا رہی تھی۔

”دوبارہ“ اس نے جواب دیا۔ ”مگر کھول نہ سکی“

”آہ۔ کیا تمہارے سوا کسی اور نے بھی کوشش کی تھی؟“

اس سوال پر رخ تاباں کی سرخی بھر کا فور ہو گئی۔ اور وہ پر خوف کھلی آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

”کسی اور نے؟“ اس کے منہ سے میری پہنی آواز میں نکلا۔

”ہاں۔ کسی اور نے۔ کسی مرد نے جس کے چہرہ پر گریں تک نقاب تھی؟“

”اوہ؟“ اس نے ہونوٹا ہوا تعجبی انداز سے جوڑ کر پھیلانے میں لگا۔ ”اس کا حال مجھ سے

نہ پوچھئے۔۔۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ نہیں دے سکتی؟“

”تمہارے انکار نے میرے سوال کا جواب دے دیا۔“ سٹوارٹ نے ایسی آواز میں

جو اس کے عام لہجے سے غیر متجانس تھی کہا۔ ”واقعہ یہ ہے کہ اب وہ عنصر جو اس قمر طلعت حسد کو چھٹی کی کوشش کرتے دیکھنا اسے ہوا تھا۔ خوف آمیز جبرت میں بدل جا رہا تھا۔“

میڈیوازل ڈوریاں کا راز کھل گیا۔ مگر اس کی جگہ ایک بہت گہرے خوفناک راز نے

لے لی۔ جو پہلے سے بہت مشکل اور پر پیچ تھا۔ معلوم ہوا وہ نظارہ جو کل رات دیکھا۔ ایک

ہیبست ناک خواب نہیں۔ اور واقعہ تھا یہ عورت یقیناً اس مرد نقاب پوش سے ملی ہوئی۔۔۔

شاید اس کی کارکن تھی۔ اور مختلف اوقات میں اس مکان پر ان دونوں کی آمد۔ کسی اور نے پوری

کے لئے نہیں۔ اس سے زیادہ پراسرار اور خوفناک مقصد کے لئے ہوئی۔ وہ بات جو پہلی نظر

میں حقیر و مبتذل معلوم ہوئی تھی اب ایک وسیع و حیرت خیز سازش کی صورت اختیار کرنے لگی۔

”کیا سنہری کچھڑ کا اس واقعہ سے کچھ تعلق ہے؟“ اس نے یکایک سوال کیا۔

اور اس کا جواب پراسرار حسینہ کی آنکھوں کے انداز سے مل گیا جس طرح چوری کا انرم عاید ہونے پر گھبرائی تھی۔ اسی طرح پھر راجہ جس ہو گئی۔ مگر سٹوارٹ نے اوسان بحال کرنے کی ہمت نہ دے کر بے چہی سے سلسلہ سوالات جاری رکھا۔

”معلوم ہوتا ہے۔ سرفرنیک نارکوم کی موت میں بھی تمہارا ہاتھ تھا؟“ اس نے کہا۔

”نہیں۔ یہ غلط ہے۔“ نائین نے پرچہ پیش نہیں کیا۔ اور اسکی خوشنما آنکھیں غصہ سے تنگ ہو گئیں۔ ”سرفرنیک نارکوم اب بھی...“

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ لب زبیریں پھر متحرک ہو گیا تھا۔ مگر اس نے ضبط اضطرار کے لئے اسکو دانتوں سے دبایا۔

”ہاں۔ سرفرنیک نارکوم اب بھی...؟“ سٹوارٹ نے اس خیال سے کہ کوئی اہم اور دلچسپ مہم چاہتا ہے۔ تحریک کی۔

”نہیں۔ مجھے اس آدمی۔ سرفرنیک نارکوم کا حال بالکل معلوم نہیں۔“

سٹوارٹ نے ہلکا خوناک قہقہہ لگایا۔

”بات تو نہیں ہے کہ تم لوگ بچہ بھی اس نامی جراح کے ہمرکاب بھیجنے کی تیاری کر رہے ہو؟“ اس نے طنز سے پوچھا۔

اس سبب سے میٹ موڈل ڈیریاں پر خاموشی پیدا کیا۔ نازک زندگی رکھتوں کو اس کے کندھوں پر رکھ کر اس کے سامنے یہی کھڑی ہو گئی۔ جتنے کہ اب سٹوارٹ کی آنکھیں ان سحر آلود مشرتبی آنکھوں سے ملی ہوئی تھیں۔

دونوں ہاتھوں کو اس کے شانوں پرانہ از تشنگ سے دبائے ہوئے وہ ہلکی دبی ہوئی آواز سے کہنے لگی۔ ”اگر میں تم کھالوں کہ سچا حال کہوں گی تو... مانو گے؟“

سٹوٹ کا استقلال سلب ہو گیا۔ سٹوٹالی آنکھوں نے دماغ میں وہ فٹ پید کر دیا۔ جو تیز شرب کے ممکن نہ ہوتا۔

”شاید“ اس نے غیر یقینی لہجہ میں کہا۔

”تو سنو۔ اب تم خطرہ میں ہو۔ پہلے نہیں تھے۔ مگر اب ہو۔ میں سچ کہتی ہوں۔ آئندہ جہاں تک ممکن ہو اپنی جان کی حفاظت کرنا۔ یہ میں فقط تمہاری بہتری کے لئے کہتی ہوں۔ مجھ سے تم جو سلوک کرنا چاہتے ہو۔ کرو مجھے پروا نہیں۔ تم نے میرے یہاں آئے کی وجہ پوچھی تھی وہ بھی میں بیان کرتی ہوں۔ میں وہ چیز لینے آئی تھی جو اس بے نفاذ میں بند ہے۔ دیکھ لو۔ وہ ہے۔ میں اسے چھپا دے گی۔ اب آگ میں پڑا سلگ رہا ہے۔“

سٹوٹ نے مڑ کر آتش دان کی طرف دیکھا۔ بھورے رنگ کے دھوئیں کی تلی لکیر اس مقام سے جہاں وہ نفاذ کوٹوں پر پڑا تھا۔ اوپر کی طرف اٹھتی نظر آئی۔ آگ مشتعل ہوتی تو کبھی کاہل کر رہا کہ ہو جاتا۔ مگر کھلائے ہوئے کوٹوں پر اب تک بڑا۔ سلگ رہا تھا سٹوٹ کی حیرت اور ٹہری۔ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ اس نفاذ میں کیا چیز ہے۔ صحیح ماز معلوم کرنے کے خیال سے وہ آتش دان کی طرف دوڑا اور ادھ جے نفاذ کو جلدی سے اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا۔ میڈمو ازل ڈوریٹ نے جب دیکھا۔ کہ اسکی توجہ نفاذ پر لگ گئی ہے۔ تو اس نے موقع کو غنیمت جانا۔ جدہ رہ گیا تھا۔ اس طرف ایک تیز نظر ڈال کر جلدی سے ایک ہاتھیں لہا وہ اور دوسرے میں کنجیل اور بیگ لیکر آہوئے دم کر وہ کی تیزی سے باہر کی طرف دوڑی۔ سٹوٹ نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو پیچھے مڑا۔ نیم سوختہ نفاذ میز پر رکھ دیا۔ اور اس کے تعاقب میں دوڑا۔

مگر اس شوخ حسینہ نے باہر نکلتے ہی دروازہ مقفل کر دیا تھا۔ ڈاکٹر سٹوٹ اپنے ہی کمرہ میں قیدی کی طرح بے بس ہو کر رہ گیا۔

”اے استیاس“ اس نے پریشان ہو کر کہا۔ اور داہنے ہاتھ سے پیشانی تھام لی۔

ایک لمبے لمبے وہ حالت یاس میں بند دروازہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں باہر سے موٹر چلنے کی آواز سنائی دی۔ اس آواز نے اس کے معطل شدہ قوا کو تازہ دم کر دیا۔ لمبے لمبے کھڑکی کی طرف دوڑا اور پردہ ہٹا۔ پٹ کھول۔ باہر کو دیکھا۔ کھڑکی ہوئی چاندنی میں مختصر باغچہ اور اس کی اونچی باڑھ صاف نظر آتے تھے۔ وہ بے ستائش اس سمت میں دوڑا جدھر سے رخصت ہوئی ہوئی موٹر کی آواز اب تک کانوں میں آ رہی تھی۔ مگر ٹرک پر پہنچنے تک موٹر غائب ہو گئی۔ رستہ حدنگاہ تک خالی تھا۔ مایوس و غمگین مکان کے صدر دروازہ کا رخ کیا۔ اندر سے کھول کر ڈبوڑی میں قدم رکھا ہی تھا کہ منبر گیر گیارہ پتے کمرے سے باہر نکلی۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کی طرف حیرت سے دیکھ کر کہنے لگی۔ "تعب ہے میں نے آپ کے سٹوڈیاں کے ساتھ باہر چلنے کی آواز نہیں سنی۔"

"ممکن ہے۔" سٹوارٹ نے غمگین چہرے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "بہر حال وہ چلی گئی۔"

"مٹر کیل اس بات تم نے غیبی ساز کی پراسرار آواز سننی تھی یا نہیں؟"

"نہیں میں نے اس طرح کی کوئی آواز نہیں سنی" سٹوارٹ نے تنک کر جواب دیا۔

"مگر میرے خیال میں تم اب تھک گئی ہو۔ جاؤ آرام کرو۔ اب کسی ملاقاتی کا انتظار نہیں۔"

شب بخیر۔

منبر گیر گیارہ کا اس جا بے اطمینان نہ ہوا۔ کچھ اندکھنا چاہتی تھی۔ مگر ڈاکٹر کا انداز خاموشی دیکھ کر چپ ہو گئی۔ مختصر طور پر اتنا ہی کہا۔

"شب بخیر مٹر کیل۔"

سٹوارٹ اپنی بے قراری کو ضبط کرنے سے قاصر۔ تیز چلتا بیٹھا، رکنے کو کہا تھا۔

کنجی فضل کے اندر تھی اسے کھول کر داخل ہوا۔ لمبے جلائے۔ اور کھلی کھلی

زحمت گوارا نہ کہے اس حصہ میں جدھر کھڑکیاں تھیں۔ بڑا پردہ ڈال

سایا کر رہی، ادھ جلا نفاذ ہاتھ میں لے لیا جس کی تلاش میں پہلے مرد نقاب پوش اور اس کے بعد حسین جمیل نگر تہا۔ جیسے پراسرار میڈ موڈل ڈوریاں اس کے مکان پر آئے تھے۔
 ”خاندان میگر گی کے سائیکل آواز“ سنز میگر گی کے سوال نے اس کے دل میں اس عجیب و پراسرار دردناک آواز کی یاد تازہ کر دی جو اس نے تو ہی رات کو مرد نقاب پوش کا سایہ دیکھنے سے پہلے سنی تھی۔ کیا واقعی یہ کوئی غیبی آواز تھی۔ یا کسی قسم کا اشارہ جو...؟
 وہ تھوڑی دیر اس نیم سوختہ نفاذ کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے رکھ کر سنہری بھجور کی دم کو اٹھالیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ میز کے کنارہ پر رکھ کر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔
 ہر طرف خاموشی تھی۔ عدوانانہ ہمنہ رکھ کر لہروں کے شور کی مانند لہروں کی نیم شبی آوازیں مدھم اور دبی ہوئی کانوں میں آرہی تھیں۔

آپ تم حشرہ میں ہو پہلے نہیں تھے۔ مگر اب ہو...
 یہ اطلاع کیجی تھی؟ کیا اور باتوں کو چھوڑ کر اس ایک راستہ میں اس نے پہنچے بولا تھا؟ وہ چونک گیا۔ پھر ہنسنے لگا۔

نشتہ ان پر رکھے ہوئے کلاک نے آدھ گھنٹہ بجایا۔ اس کے بعد پھر وہی غموشی چھا گئی

باب - ۴

خفیہ پولیس کا دفتر

نویسٹ کاٹ لینڈ یارڈ میں پہنچا تو چہرہ باطنی جوش سے تھمایا ہوا تھا۔ دروازہ پر اسے اتر آ اور دوڑتا ہوا اندر گیا۔ اس کا اضطراب اتنا بڑھا ہوا تھا کہ کی بجائینہ کی راہ سے کمرہ کی طرف ہولیا۔ دروازہ کے پاس بجلی کا نرٹیک کا لمپ جو میز کے عین اوپر چھت سے لٹکا ہوا تھا روشن

اس کا لینڈ یارڈ ہے پیر میں اس کو سروس ڈا شورٹی کہتے ہیں۔ ۱۲۰

ہو گیا۔ اس کا مکہ عام آرائشی لباس پہنے اور برہنہ سپردیواروں پر فقط ایک خاکہ۔ سابقہ
کشمش جو بیس کا بھرا پنسل خاکہ کسی تصویر کی قائلقی کر رہا تھا۔ جھلیل بندھنی۔ مکہ کے وسط
میں روبرو دار کی بنی ہوئی پچوٹھی صاف میز اس پر ایک بالائنگ پیڈ۔ ایک دھات کی بنی ہوئی
دھات۔ چند انگریزی قلم اور ایک ٹیلیفون۔ اس میں چیریں عربی مصنفے فرش کی پہنائی میں
حاصل تھیں۔ ڈنبر نے پہلے میز کی طرف دیکھا۔ پھر اس انار سے اٹھ کر گویا اپنے دل میں
کوئی خاص فیصلہ نہیں کر سکا۔ ٹاسکٹ کی جیب سے پنسل نکالی۔ اور اس سے اپنے چہرے
چھری دار دانتوں کو آہستہ آہستہ بجانے لگا۔ آخر کچھ سوچ کر گھنٹہ بجائی۔
آواز سننے ہی ایک کائناتیں حاضر رہ۔ اور احکام کے انتظار میں دروازہ پر کھڑا
ہو گیا۔

”سارنٹ سادری کو باہر گئے کتنی دیر ہوئی؟“ ڈنبر نے پوچھا۔
”بغاب کوئی تین گھنٹے ہو گئے۔“

”کیا بائیں گھنٹہ؟“ اس نے حیرت سے سوال کیا۔ ایک گھنٹہ پہلے تو میں خود صاحب کشز
کے دفتر میں یہاں تھا۔“

”ہاں پر سارنٹ سادری آپ پہلے پہلے گئے تھے۔ میں نے خود ان کو جلتے ہوئے
دیکھا تھا۔“

”گئے ہیں گے۔ مگر اس کے بعد پھر یہاں آئے تھے۔ پاؤ گھنٹہ ہوا یہاں سے جھکوٹینین
کر رہے تھے۔“

”یہاں سے... نہیں۔ نہیں۔ کائناتیل نے بے اعتباری سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا
”مگر میں کہتا ہوں۔ یہاں سے“ ڈنبر نے جھلکا کر کہا۔ میں نے اسے انتظار کرنے کو کہا تھا
”بہت اچھا میں ابھی دریافت کر کے حاضر ہوتا ہوں۔“
”گر خیر و کشز صاحب کیا اپنے دفتر میں؟“

”جی ہاں میرے خیال میں ہیں۔ کم از کم میں نے ان کو باہر جلتے نہیں دیکھا۔“
 ”اچھا تو جا کر سار جٹے سادربی کو تلاش کرو۔ اور کہنا اس جگہ میرا انتظار کرے۔“ ڈنبر
 نے قدرے تلخ لہجہ میں کہا۔

سپاہی کے چلے جانے پر وہ برہنہ غلام گردش سے گذر کر صاحب اسٹنٹ کشر
 خفیہ پولیس کے کمرہ میں گیا۔ وہ دروازہ بند تھا۔ ڈنبر نے ہلکی دستک دے کر خود ہی کھول لیا
 اور داخل ہوا۔ مگر یہ کمرہ اس کے اپنے کمرہ سے کتنا مختلف تھا! ڈنبر کا دفتر ہر قسم کے اہم
 ریزنت سے خالی۔ مگر اس کے افسر اعلیٰ کامیروں۔ الماریوں۔ ڈسکوں۔ دروازوں۔ رشتہوں
 اور ٹیلی فونوں سے اتنا بھرا ہوا تھا کہ صاحب اسٹنٹ کشر کی بہت منحنی صورت کو گولے
 آرام کرسی پر بیٹھا اور تنہا کوکے دھوئیں میں چھپا ہوا دیکھنے کے لئے تیز بخشن نگاہ کی
 ضرورت تھی۔ صاحب موصوف پستہ قامت۔ اکہرے بدن کے۔ مکرور صورت آدمی تھے
 رنگت سانولی۔ مچھیں سیاہ مگر آنکھیں برقی شعل کی طرح جگمگاتی تھیں۔ ان کی شخصیت کا
 سب سے قابل ذکر حصہ ان کی شیطانی مسکراہٹ تھی۔ جو فقط خلوت میں ان کے لبوں سے نہت
 ہوتی۔ دانت بڑے بڑے مگر نہایت سپید۔ اور جلوت میں ان کے زیریں سرے عموماً
 نظروں کے سامنے رہتے تھے۔ تنہا کوکوشی کی عادت ان میں حد انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ دن
 بھر میں کم و بیش ایک سو بیس مصری سگڑ پیتے۔ جس کی وجہ سے دہانے اٹھ کی پہلی دو
 انگلیوں کے سرے قہوہ کی رنگت اختیار کر چکے تھے۔

ڈنبر کو دیکھ کر پر تپاک انداز سے مسکراتے پھر کچھنے لگے۔ ”ساخیر! کپڑے تم اچھے
 وقت آئے ہو۔“ یہ کہتے ہوئے تازہ سگڑٹ جلایا۔ ”آج رات مجھ کو غیر معمولی دیر ہو گئی۔ مگر اس
 یہ فائدہ بھی ضرور ہوا کہ ایک خبر جو شاید کل صبح ملتی۔ آج ہی مل گئی۔ ایک نرد و لہافہ پر
 ہونے لگا ہے۔ اس کچھو کے مقدمہ نے اب اور بھی ناگوار صورت اختیار کر لی ہے“

مجھے معلوم ہے۔ اور سچ پوچھئے تو اسی لئے حاضر ہوا ہوں۔“

صاحب اسٹنٹ کشر نے اس کے چہرہ پر تیز تجسس نظر ڈالی۔ پھر پوچھا۔
”یعنی کس لئے؟“

”میکس کی خبر سن کر۔“

صاحب اپنی کرسی پر پیچھے کی طرف جھک گئے۔

”انسپکٹر ڈنبر“ انہوں نے کہا۔ ”میں جانتا چاہتا ہوں تم نے میکس کے بارہ میں کیا خبر سنی؟
ڈنبر پریشانی کی حالت میں گھور کر دیکھنے لگا۔

”قریباً آدھا گھنٹہ ہوا سا دربی نے ٹیلیفون پر خبر دی تھی“ اس نے جواب دیا۔ کیا اس
نے آپ کی امانت کے بغیر ایسا کیا؟“

”بالکل میری امانت کے بغیر۔ اچھا اس نے کیا خبر دی تھی؟“

ڈنبر کی حیرت اور بڑھی۔ ”کھنے لگا۔“ اس نے کہا تھا دریائی پوئیس نے جولاں کل
رات برآمد کی تھی۔ اس کو شناخت کر لیا گیا۔ معلوم ہوا ہے کیسٹن میکس کی لاش تھی۔“

صاحب اسٹنٹ کشر نے ایک پنسلی سلپ ڈنبر کے ماتھے میں دے دیا۔ اس پر
لکھا تھا:-

”کیسٹن میکس لندن گیا تھا۔ بچھو اور نار کو کم کے سلسلہ میں۔۔۔ متاثرہ شخص اس کی
خبریں سنا رہے ہیں جس سے کئی طرح کے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں۔ جی۔ ایم۔ ۸۵۶۹۶
اس کی نشانی ہے۔“

”یہی بات سا دربی نے فون پر مجھ سے کہی تھی“ ڈنبر نے مضمون پڑھ کر کہا۔

”عجیب بات ہے۔ نہایت عجیب بات ہے۔“ صاحب اسٹنٹ کشر نے پریشانی
سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”یہ تار ابھی ابھی خفیہ کوڈ کی صورت میں پریس سے آیا تھا۔ اور میں

نے اس کا ترجمہ اس وقت مکمل کیا جب تم نے دروازہ ہر دستک دی ہے۔“

”مگر۔۔۔“

”سنو انکپٹر۔ اس معاملہ میں اگر یا لگر کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ خفیہ تار دس منٹ پہلے میرے پاس آیا ہے۔ کوڈ فارم کی وجہ سے رستہ میں کوئی اس کا مضمون نہ جان سکتا تھا۔ اس غرض میں کوئی میرے کمرہ میں آیا بھی نہیں۔ اور تم کہتے ہو سا جٹ سادر بی سی بی ایل آر کا گھنٹہ پہلے تم کو ٹیلیفون پر فون تھی۔“

ڈنبر چپ واپ اپنے دانوں کو چسل سے بجا رہا تھا۔ شدت حیرت نے جواب کی طاقت سلب کر دی تھی۔

”بالفرض وہ اطلاع جو تم کو دی گئی غلط ہوئی۔“ صاحب کشر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اوس کا مطلب یہ سمجھا جاتا۔ کسی نے تم سے مذاق کیا ہے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ صحیح واقعہ ظاہر ہو گیا۔“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سادر بی نے کس طرح...؟“

”مگر اس کا یقین کیسے ہو کہ جس آدمی نے تم سے فون پر گفتگو کی وہ سادر بی ہی تھا؟ ٹیلی فون پر اکثر آوازیں بدل جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سا جٹ سادر بی کے بھی ہیں۔ یعنی خصلتیں ہیں...“

”جن کی نقل آسانی سے کی جاسکتی ہے؟ غالباً یہی آپ کا مطلب ہے۔“

”نہیں۔ ہاں یہی میرا مطلب ہے۔ مگر اصلی سوال اس سے حل نہیں ہوتا۔ دو باتیں قابل دریافت ہیں۔ ایک کس نے فون پر گفتگو کی؟ دوسرے اس گفتگو کا مدعا کیا تھا؟“

یہ ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ صاحب اسٹنٹ کشر نے چٹکایا اٹھا کر کہا۔

”ہاں۔ کون گفتگو کرنا چاہتا ہے؟... ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ؟ ملا دو۔“

پھر ڈنبر کی طرف مڑ کر۔

”ڈاکٹر۔ سٹوارٹ تم سے کسی اہم معاملہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ وہ گفتگو چوس وری بی سے فون پر ہوئی۔ غالباً ڈاکٹر سٹوارٹ ہی کے مکان پر موبی تھی؟“

جی ہاں۔ وہیں۔“

تم نے وہ ٹوٹا ہوا سونے کا ٹکڑا اس کو دکھایا؟

”دکھایا تھا معلوم ہوا سنہری بچھپکی دھت ہے۔“

”آہ! اسسٹنٹ کمشنر کے لبوں پر وہی شیطانی تبسم نمودار ہوا۔ اور انہوں نے تازہ

سکرٹ جلا کر پوچھا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ نے میرے سوال کا جواب دیا، کیا اس مقدمہ میں اپنی خدمات ہمیں دے گا؟“

”ہاں جناب دے گا۔“

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی۔

سننا صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے کہا۔ شاید ڈاکٹر سٹوارٹ ہمارے

”ہلو! ڈنبر نے جو کچھ اٹھا کر کہا۔ کون۔ ڈاکٹر سٹوارٹ؟... میں ہوں، انکسپکٹر ڈنبر“

وہ تھوڑی دیر پہلے چاپ ٹیلی فون کی آواز سناتا رہا۔ پھر بولا۔

”ابھی آؤں کیا؟... بہت اچھا۔ آؤ مجھے گھنٹہ تک پہنچ جائیگا۔“

جو کچھ رکھ کر۔

”معلوم ہوتا ہے۔ میرے آنے کے فون ابی۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر کوئی عجیب

واقعہ ظہور میں آیا ہے“ اس نے صاحب کمشنر سے کہا۔ اب میں تفصیل معلوم کرنے جاتا ہوں

گدن یہ ہے کہ وہ اطلاع جو فون پر دی گئی تھی اس کے مکان سے رخصت کرنے کے

لئے تھی۔ اس کے ساتھ ہی...“ اس نے بے مضی نظروں سے اس پتلی سلیپ کی طرف

دیکھنا شروع کیا جو اسسٹنٹ کمشنر نے اس کو دیا تھا۔ پھر بولا، اجازت ہو تو فون پر ایک

بات پوچھ لوں۔ جو میرے خیال میں نہایت ضروری ہے۔“

”پوچھ لو۔ پوچھ لو۔“

ڈنبر نے پھر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

”بیٹری نمبر ۹۹۹“ اس نے کہا اور انتظار کرنے لگا۔ پھر پھر ٹوٹے توقف سے
 ”بیٹری نمبر ۹۹۹ یہی ہے؟“ اس نے پوچھا۔ ”ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں کیا؟“ ۱۰۰۔ آہ آپ
 ہی ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں... میں ہوں انپکٹر ڈنبر۔ دوست پہلے کیا آپ ہی نے دفتر میں مجھ کو
 فون پر بلا یا تھا؟... بہت اچھا بہت اچھا بس اتنا ہی پوچھنا تھا۔ اب آتا ہوں۔“
 ”خوب“ صاحب اسٹنٹ کشن نے اس طریقہ تصدیق سے خوش ہو کر کہا۔ ”انپکٹر
 جسٹس ساوربی کے نقل کا پتہ نہ چلے۔ اسی طرح کرو۔ میرا دل نہیں مانتا کہ وہ آدمی جس
 نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر غم سے فون پر گفتگو کی۔ سادربی تھا۔“
 ”میرا اپنا یہی خیال ہے۔“ ڈنبر نے تسلیم کیا۔ ”اور اب میرے دل میں کچھ کچھ خیال بھی
 پیدا ہونے لگا ہے کہ وہ کون تھا۔“ اب عرض۔ میں اب جاتا ہوں۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کسی
 اہم معاملہ پر گفتگو کرنے کو بے چین ہیں۔“

اس نے رسمی طور پر پھر ٹوٹی دیر اس کا سٹبل کے جواب کا انتظار کیا۔ جو ساجنٹ
 ساوربی کی تماش کرنے گیا۔ ۱۔ گرس نے آکر یہی جواب دیا کہ اسے سکاٹ لینڈ یا رڈ
 گئے ٹھیک میں گھنٹے ہوئے۔ اس کے بعد پھر کسی نے اس کو یاد دہیں نہیں دیکھا۔
 ڈنبر نے کرایہ کی موٹر لی اور دوبارہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کو روانہ ہوا۔

باب - ۷

گہرا راز

سٹوارٹ نے خود دروازہ کھول کر ڈنبر کو داخل کیا۔ اور بیٹھک میں آرام کرسی پر بٹھایا۔ آگ
 لگے کچھ مہینات پہلے فون کا آڈیو ٹیک طریقہ جو ہندوستان میں رائج ہے۔ اب بھی نہیں برتا جاتا یعنی
 ”جی“ سے گفتگو کرنی ہو تو پھر ہر کونسی دفتر کو اس سے رشتہ ملانے کیلئے کہا جاتا ہے۔ اور اس کے
 گفتگو کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں یہی طریقہ بیان کرنا مطلوب ہے ۱۲۔

بچھ گئی تھی جس سے کمرہ غیر معمولی سرد معلوم ہوتا تھا۔ انپکٹر کو بٹھا کر سٹوارٹ حالت اضطرار میں کمرہ کے اندر ٹہلنے لگا معلوم ہوتا تھا۔ کوئی غیر معمولی جوش اس کے دلی کو بے چین کر رہا ہے۔

”انپکٹر ڈنبر“ اس نے آخر کار کہا۔ بچھو کے پاس سرد مقدمہ کے بارہ ہیں جو نئی معلومات آپ کے جاننے کے لئے حاصل ہوئی ہے۔ میں حیران ہوں اسے کیونکر بیان کروں۔ آج معلوم ہوا کہ گو میں اس واقعہ سے بے خبر تھا۔ تاہم قریباً ایک ہفتہ سے نادانستہ اس معاملہ میں حصہ لے رہا ہوں۔“

ڈنبر نے حیرت سے دیکھنا شروع کیا۔ مگر چپ رہا۔

”کوئی پندرہ دن ہوئے“ سٹوارٹ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ایک رات بچھے وٹ انڈیا گھاٹ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس روز میری ایک دوست کے ماں دعوت تھی جو اس گھاٹ میں بٹھے ہوئے ایک بہت بڑے جہاز کے اسٹروٹس میں۔ دعوت کا اہتمام اس جہاز پر ہی کیا گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ انبجے کے قریب جہاز سے رخصت ہو کر ریل کے سٹیشن تک پیدل جاؤں گا۔ اور وہاں سے ٹرین پر سوار ہو کر یہاں آ جاؤں گا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ محفل آدھی رات تک قائم رہی میرے دوست نے بہت اصرار کیا۔ کہ اب گھر جانے کا وقت نہیں۔ یہیں میری کیبن میں سو رہو۔ مگر میں نے نہیں مانا۔ اور اس خیال سے چلا آیا کہ ٹریم پر یا پیدل گھر پہنچ جاؤں گا۔ لیکن جہاز سے چل کر قصور ٹی دور گیا تھا۔ کہ پانی برسنے لگا۔ میری اس وقت کی حالت کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اس قدر زکار کے بعد واپس جانا مذموم تھا۔ ٹریم کی آمدورفت شاید ختم گئی تھی۔ بہر حال انتظار بسیار کے باوجود ایک بجی گڑی نظر نہ آئی۔ اب میں تھا یا ایٹ اینڈ کے سنان بازار۔ جہاں ہر قدم پر صدمہ و خطر کا سامنا رہتا ہے۔ لگے میں اوروڈ گارڈ ٹاک نہیں اور مینہ کہتا تھا آج کے بعد پھر نہ برسوں گا۔

”ناچار اسی حالت میں سر سے پاؤں تک پانی میں شور بھر پیدل چلنے لگا۔ لقمہ ہوں کا دوسے سے گذر رہا تھا کہ معلوم ہوا اس تاریک اور سنسان گلی میں جو دریا کی طرف جاتی ہے۔ ایک موٹر کے لمپ روشن ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور ہرستے پانی کی دھندلی چادر سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ خدا جانے یہ کسی کی ذاتی موٹر تھی یا کرایہ کی۔ خیر تحقیق میں کیا برائی تھی میں رستہ چھوڑ اس طرف کو ہولیا۔ پاس جا کر معلوم ہوا کہ کرایہ کی موٹر ہے اور خالی۔ کیونکہ اس پر سرخ جھنڈی لگی ہوئی اور سیاہی کھڑی تھی۔

”کیا موٹر کرایہ کے لئے خالی ہے؟“ میں نے ڈرائیور سے دریافت کیا۔

”جی ہاں خالی ہی سمجھئے“ اس نے قدمے تال کے بعد جواب دیا۔ فرمائے آپ کہاں جائیں گے؟

”میں نے مکان کا پتہ دے دیا۔ اور اس میں بیٹھ کر کھرواہاں آیا۔ سارا رستہ پیدل طے کرنا پڑتا تو خدا معلوم کیا حالت ہوتی۔ میں اس آدمی کا اتنا ممنون ہوا کہ کرایہ کے علاوہ انعام بھی دیا۔ اور کہا فردا دم لے کر ٹھوڑی مشرب پیئے جاؤ۔ بارش موسلا دھار تھی۔ گلی بانار میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ اور سرد ہوا اکڑوں کے اندر سے جسم کو برساتی ہوئی چل رہی تھی۔ وہ مضامند ہو گیا۔ اور چونکہ آدمی آجہدار اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے دس پندرہ منٹ گفتگو ہوئی تھی۔

”اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اور بات آئی تھی ہو گئی۔ گرا گلی مات کیا دیکھتا ہوں وہی آدمی ایک مریض کی حیثیت میں میرے سامنے کھڑا ہے۔ اس کے سر میں ضرب شدہ آئی۔ غصی۔ معلوم ہوا اسکی موٹر کو حادثہ پیش آیا جس میں وہ سر کے بل گر پڑا۔

”میں نے جیسا ضروری تھا مرہم پیڑ کر دی۔ اس کے بعد جب وہ رخصت ہوئے، لگا۔ نوٹھیر کر بولائیں آپ سے ایک عثاٹ اور چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک لمبا سخت نفاذ بتا دیا۔ جس پر پتہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ فقط مونٹے سُرخی

ہندسوں میں لکھا ہوا تھا:-

۳۰

نفاذ کے دونوں میں پرکالی لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں اور ان پر کچھ عجیب طرح کا نشان تھا۔ یہ نفاذ پیش کرتے ہوئے اس نے کہا: ایک صاحب آج میری موٹر پر سوار تھے وہ سہڑا اسے بھول گئے۔ اب میرے لئے یہ دریافت کرنا مشکل ہے کہ وہ کون تھے اور کہاں رہتے ہیں۔ البتہ ان کو موٹر کا نمبر یاد ہو تو ضرور مجھے تلاش کر لیں گے۔ میرے خیال میں اس نفاذ کے اندر کوئی قیمتی چیز ہے۔

اس صورت میں بہتر ہوگا کہ اس کو سکاٹ لینڈ پر بھیج دو۔ میں نے کہا: صحیح طریقہ یہی ہے۔

بے شک صحیح طریقہ یہی ہے۔ اس نے تسلیم کیا۔ مگر... بات یہ ہے کہ اگر اس آدمی کو یہ نفاذ سکاٹ لینڈ یا رڈ سے براہ راست ملا تو میرا انعام بیچ میں رہ جائے گا۔

میں ہنسا۔ یہ گاڑی دالے گئے جلیں ہوتے ہیں۔ ہر بات میں اپنا فائدہ پیش نظر رہتا ہے۔

پھر بھی اس نفاذ کو میرے پاس رکھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ میں نے اعتراض کیا۔

اس طرح کوئی بھگرب پر خیانت کا شبہ نہ کر سکے گا۔ اس نے جواب دیا: جب کبھی نفاذ کے مالک نے تحقیقات کی۔ میں اسے پیش کر کے انعام لے لوں گا۔ اور میری ایمانداری کے ضامن آپ ہوں گے... میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں مگر امید ہے آپ اس احسان سے دریغ نہ کریں گے۔

”خیر تم جانو۔“ میں نے کہا اور اس نفاذ کو ایک اور بڑے نفاذ میں بند کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ میں نے اوپر کے نفاذ پر لاسٹ پر اپنی آٹھ دو ذرا مال لگم شدہ اکا

لکھا۔ اور لے میز کے درمیان میں ڈال دیا۔ پھر ڈایور سے مخاطب ہو کر کہا: تمہارے کہنے پر میں نے اسے رکھ تو لیا ہے۔ پر کچھ عرصہ تک کوئی اسے سینے نہ آیا۔ تو مجبوراً خفیہ پولیس کو بھیج دوں گا۔“

”وہ بہت چاہا کہہ کر خست ہو گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے پھر اسکی صورت نہیں کھنی“
 ”عجیب معاملہ ہے“ ڈنبر نے پہلی بار اسے زنی کرتے ہوئے کہا۔
 ”ذاتی عجیب ہے۔ لیکن یہ تمہیں بھی۔“ تتمہ ابھی باقی ہے۔ اسے سن کر آپ کو اندازہ
 حیرت ہوگی۔“

یہ کہتے ہوئے سٹوارٹ کا اضطراب غیر معمولی طور پر بڑھ گیا۔ بہر حال اس نے کوشش سے ضبط کر کے کہا۔

دوسرے دن شام کو میری عدم موجودگی میں ایک جوان عورت آئی۔ بڑی خوبصورت اور خوش پوش جس کی صورت اچھی اور آداب سے انتہائی نفاست ظاہر ہوتی تھی۔ میں کسی کام کے لئے باہر گیا ہوا تھا۔ مگر میری وارد غنہ مسز میگزیکر نے اسکو اسی کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور وہ کچھ عرصہ میرا انتظار کرتی رہی۔ واپس آیا تو کہنے لگی آپ سے کچھ طبی مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئی نہیں۔ میں نے علامات کے مطابق نسخہ لکھ دیا۔ اور وہ چلی گئی دو دن کے بعد پھر آئی۔ نام اس کا نہایت عجیب تھا۔ میٹ موازل ڈوریاں۔ دیکھئے یہ کارڈ ہے۔“ سٹوارٹ نے میز کے دراز سے کارڈ نکال کر پیش کیا۔ نہ کچھ پتہ۔ نہ اثبات۔ الیٰ حروف۔ ہر بار ایک بڑی شاندار موٹر پر سوار ہوتی تھی۔ اور گویں نے اس موٹر کی صرف مدھی سی جھلک دیکھی ہے۔ تاہم خادمہ کے بیان کے مطابق وہ ایک بین تہمت گارڈی ہے۔ مزا دیکھئے کہ اسکی موٹر کسی وجہ سے مکان کے دروازہ پر نہیں پھرتی۔ شرک کے موٹر پر کھڑی رہتی ہے۔ مجھے یہ سوچ کر حیرت تو ہوئی تھی کہ ایسی امیر عورت نے اپنے علاج کے لئے ایک گمنام طبیب کو کیوں انتخاب کیا۔ مگر آج سے پہلے اس کے طرز

میں کوئی بات شکی نہ سمجھی گئی تھی ۔

”اُس کے بالکل رات ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اور توجہ تو معاملات نے انتہائی صورت اختیار کر لی۔“

اتنا کہ کرسٹواٹ نے جن قدر اختصار کے ساتھ ممکن تھا آدھی رات کو مرد نقاب پوش کا سایہ دیکھنے اور پراسرار آواز سننے اور پھر میڈیوازل ڈوریاں کی آخری آمد کا حال بیان کیا۔ ان پیکر ڈنبر چپ چاپ سائے حالات سنتا رہا۔ نہ اس نے کسی طرح کی نکتہ چینی کی۔ نہ کوئی سوال پوچھا۔

”اور اب دیکھئے کہ وہ لفاظی جس کے لئے اتنی راز ہوئی تھی۔ آپ کے سامنے بلائیگ پیڈ پر رکھا ہوا ہے۔“ سٹوارٹ نے اپنا بیان ختم کرتے ہوئے کہا۔

ڈنبر نے حریفانہ انداز سے لفاظی کو اٹھایا۔ اس میں ایک جگہ چھوٹا سا گول سواخ اور اس کے ارد گرد کسی حد تک جلن کے واضح قسے لاکھ کی دہریں جو سٹوارٹ نے خارجی لفاظی پر لگائی تھیں۔ چونکہ اوپر کی جانب رہیں۔ اس لئے ہر طرح محفوظ تھیں اور گو لاکھ قدر سے پگھل گئی تھی تاہم نہر کا نشان اب بھی صاف تھا۔ ڈنبر تھوڑی دیر اس لفاظی کو دونوں ہاتھوں میں لیکر الٹ پلٹ کرتا اور اسے تیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

”اب پٹر صاحب“ آخر کار سٹوارٹ نے کہا۔ ”آپ کی سائے میں اب اس لفاظی کو کھول کر دیکھنا چاہئے یا نہیں؟ آخر معلوم تو ہو گیا چیز تھی جس کے لئے سرقہ بالجہ سے دریغ نہ کیا گیا۔“

”بیر خیال ہے کہ اب لفاظی کھول کر دیکھنے میں کچھ ہرج نہیں۔ مگر پھر یہ اس سے پہلے میں ایک دو باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے وہی پھولی ہوئی نوٹ بک نکالی۔ ”ورنویٹن پن کھول کر لکھنے کو تیار ہوا۔“ ”سب سے پہلے کیا آپ کو اس موٹر کا نمبر یاد ہے؟“

”افسوس نہیں۔ نہ میں نے اسے دیکھا۔“

”ڈرائیور کیا آدمی تھا؟“

”متوسط اقامت اور مضبوط عہد شباب سے گزرا ہوا۔ قدرے فربہ و گما زگر اس کے باوجود پھر تھا۔“

”رنگ گورا تھا یا کالا؟“

”قدرے سافلا نگر سر کے بالوں میں پسیدی کی جھلک نظر آتی تھی۔ میں نے پیٹی باندھتے وقت دیکھا کہ سر کے بال بہت چھوٹے تھے۔ وارڈ ہی اور مجھ میں بھی خشتواشی۔ مگر بھویں گچھے داغ تھیں۔ میوے خیال میں اسے کوتاہ بنی کا عارضہ بھی تھا۔ کم از کم اسکی سرکڑی ہوئی آنکھوں کی وجہ سے میں ان کی رنگت صحیح طور پر معلوم نہ کر سکا۔“

”آپ کہتے ہیں اس کے سر میں زخم تھا۔ کیا اس زخم کی نوعیت آپ کو یاد ہے؟“

”ایک چھوٹا سا گہرا گھاؤ جس کی نسبت اس نے بیان کیا کہ موٹے کے فٹ بورڈ کی نوک گٹھے سے پیدا ہو گیا۔۔۔ مگر ماں ایک باٹ اور یاد آتی ہے میرے پاس مرہم پٹی کے لئے آیا تو اس کے منہ سے شراب کی تیز بو آتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ زخم بھی شاید نشہ کی حالت میں گرنے ہی سے آیا تھا۔“

”کیا بہت تھا؟“

”انہیں تھا تو ہوش میں۔ پراسکی حالت سے معلوم ہوا تھا کہ بکثرت شراب پیے ہوئے ہاتھ کیسے تھے؟“

”چھوٹے مضبوط اور بہت میلے۔ مگر ان میں کسی طرح کی لغزش نہ تھی۔“

”آپ انہیں بتا سکتے ہیں کس حصہ تک کامیاب رہے؟“

”لندن کا۔ اس کا اچھا صاف اہل شہر کا تھا۔“

”مورٹس کا رخانہ کی بنی ہوئی تھی؟“

”یہ میں نے نہیں دیکھا۔“

”نئی تھی یا پرانی؟“

”پرانی۔ اکثر سامان ہمدی تھا۔ اور اندر سے اس طرح کی بو آتی تھی جیسے کسی چیز کو دینا تک بند رکھنے سے آیا کرتی ہے۔“

ڈنبر نے سب باتیں نوٹ باب میں درج کر لیں پھر کہا۔

”اچھا اب عورت کا حال کہیے۔ آپ کی رائے میں کس عمر کی ہوگی؟“

”اس سوال کا جواب دنیا بہت مشکل ہے۔ اس کی رگوں میں مشرقی خون ہونے سے عین ممکن ہے وہ اس سے کم عمر کی ہو جتنی معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال مغربی نقطہ خیال سے دیکھیں تو ظاہر ہی صورت اور لباس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ ۲۳-۲۴ سال کے قریب ہوگی۔“

”رنگت؟“

”آہ۔ رنگت نہ پوچھیے۔ رشتہ سے بھیگے ہوئے پھولوں کی تازگی اور پکے ہوئے سیبوں کی تشنگی کو اگر آئینہ کیا جا سکتا ہے تو بس... یہ اسکی رنگت تھی۔“

انپکٹر ڈنبر نے سٹوارٹ کے پرجوش لہجے سے متعجب ہو کر اسکی طرف دیکھا پھر کہا۔

”انکھیں؟“

”سیاہ۔ اما دس کی رات کی مانند کالی۔“

”بال؟“

”بھورے رنگ کے جن پر کہیں کہیں تانبہ کی جھلک نظر آتی تھی۔“

”قد؟“

”لمبا نہیں۔ مگر نہایت موزوں۔ بے حد متناسب۔“

”اس کے لہجے سے معلوم ہوا ہو کہ کس ملک کے رہنے والی ہے؟“

سٹوارٹ فکر سے مہر جھکائے اور ہر ٹہل بدلتا رہتا۔ سوچ سوچ کر کہنے لگا۔

”وہ جس لہجے میں انگریزی اور فرانسیسی بفتوں کو ادا کرتی تھی۔ اس سے میں اس نتیجہ

پر پہنچا ہوں۔ کہ عربی جانتی ہوگی۔“
 ”عربی! اس سے تو کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ عربی زبان آج بھی کئی ملکوں میں بولی جاتی ہے۔“

”مگر اس سے زیادہ معلوم بھی کیسے ہوتا؟ میرا خیال ہے اس کی عمر کا بڑا حصہ مشرقِ قریب کے کسی مقام پر بسر ہوا ہے۔“

”کوئی خوشبو جسے وہ استعمال کرتی ہو؟“
 ”بہت لمبی چنبیلی کی خوشبو۔ جو شاید کسی مشرقی عطر کا ہوگی۔“
 ”اور اس کی بیماری۔ کیا واقعی فحش تھی؟“
 ”میرے خیال میں ہاں۔“

”اس کی موڑ کو سنزمیگر نے خوب اچھی طرح دیکھا تھا؟“
 ”ہاں مگر وہ اس وقت سو رہی ہے۔“

”خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اسکی نسبت صبح کو دیکھا جائے گا۔ اب صرف اس آدمی کا حال رہ گیا۔ جس کا نقاب میں لپٹا ہوا سایہ آپ نے ادھی رات کو دیکھا تھا۔ کیا اس کے متعلق کوئی تفصیل یاد ہے؟“

”میرے خیال میں لمبے قد کا آدمی تھا۔ مگر یہ بھی میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ سایہ سے اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے وہ اپنے عجیب لباس کی وجہ سے دراز قامت نظر آیا ہو۔ اس سے زیادہ میں اس کی نسبت کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دیر تک تو مجھے اپنے حواس پر یقین ہی نہیں آیا۔ میں یہی سمجھے گا کہ ایک دہشت ناک خواب دیکھ رہا ہوں۔“

”انک پٹر ڈنبر نے سب یا دوستوں کو جو اس نے نوٹ بک میں درج کی تھیں ایک نظر دیکھا۔ پھر اسے بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اور قلم کو ہانگی سے بند کر کے وہ لمبا لفافہ جن“

ڈھکتے ہوئے کہا۔

”گویا آپ کا یہ خیال غلط نکلا کہ جو آدمی نفاذ لے کر آیا۔ وہ کیسٹن میکس ہی تھا۔ سراسر
”بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے“ ڈنبر نے افسرہ لہجہ میں کہا۔

”مگر آپٹر سٹوارٹ نے سراسر اس کے چہرہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کا
یہ نظریہ کہ میکس جو بھپو کے مقدمہ کی علیحدہ تحقیقات کر رہا تھا۔ اس خیال سے موڑ
ڈرائیور کے بھیس میں اپنے حاصل کردہ سراسر غول، مرد دیا فتوں کی ساری تفصیل
نفاذ میں بند کر کے میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ کہ اگر اس کو اتفاقاً کوئی حادثہ
پیش آئے تو وہ کا فذات سکاٹ لینڈ یارڈ میں پہنچ جائیں۔ اس وقت ہی غلط ہو گیا تھا
جب نفاذ چاک کرنے پر اس کے اندر محض چٹھے کا ایک بے معنی ٹکڑا برآمد ہوا۔“

”سچ ہے“ ڈنبر نے سر کھجاتے ہوئے تسلیم کیا۔ ”مگر میکس چونکہ اپنی تحقیقات میں ہمیشہ
طیرٹی رہا میں اختیار کیا کرتا ہے۔ اس لئے میرے دل میں اس طرح کا شبہ پیدا ہونا قدرتی
تھا۔ کم از کم میں اس بات کا پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ وہ لاش جو دریائے ٹیمز سے
برآمد ہوئی۔ اس پر اسرار موٹر ڈرائیور کی نہیں ہے۔ جو بند نفاذ کو آپ کے پاس چھوڑ
گیا تھا۔“

مگر ڈاکٹر سٹوارٹ کا اس جواب سے اطمینان نہ ہوا۔ اس کا دل کہتا تھا کہ ڈنبر ضرور
کسی بات کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن خموشی چونکہ ہر کامیاب سراسر اس کا وصف
اعلیٰ سمجھی گئی ہے۔ اس لئے زیادہ اصرار نامناسب معلوم ہوا۔ اور وہ دونوں اسی سپاہی
کے ساتھ جو لاش کے کمرہ میں لے گیا تھا۔ باہر صحن میں آگئے۔ کمرہ کا دروازہ پھر بند اور
استغناء کر دیا گیا اور یہ دونوں سکاٹ لینڈ یارڈ ڈھلانے کے خیال سے موٹر کے پاس جا کر کھڑے
گئے۔

ڈنبر نے ایک پیرموٹہ کے فٹ بورڈ پر دیکھتے ہوئے کانٹینر کی طرف مڑ کر پوچھا۔

پر پہنچا ہوں۔ ” تم سے پہلے کوئی اور آدمی بھی لاش دیکھنے آیا تھا؟
”جی نہیں“

”اچھا تو کسی کو بے اجازت لاش کے پاس نہ جانے دو... سمجھے؟ خبردار کوئی آدمی
جس کے پاس صاحب کشر کا تختلی پروانہ نہ ہو لاش کے کمرہ میں نہ جانے پائے“
”بہت اچھا اسی طرح ہو گا۔“

اس کے آدھا گھٹنہ بعد وہ دونوں بسکٹ لینڈ یارڈ میں پہنچ گئے۔ اور ڈنبر
سٹوارٹ کو ساتھ لئے سیدھا اپنے کمرہ میں گیا۔ جہاں ایک گھٹیلے بدن کا سرخ چہرہ
آدمی جس کی موچیں سیاہ اور سر کے بال جھاڑ کی طرح اُبھے ہوئے مگر انداز بے تکلفانہ تھے
ان کا منتظر تھا۔ یعنی سرانگرساں سا جنٹل سادربی جسے ڈاکٹر سٹوارٹ پہلے سے جانتا تھا
”کیوں سادربی“ ڈنبر نے دخل ہوتے ہوئے کہا۔

”آداب عرض جناب“ سادربی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے جواب دیا ”میں نے ناکل
رات کسی آدمی نے آپ کے عجیب طرح کا مذاق کیا۔“

انکسٹر ڈنبر کی ملائم آنکھوں میں غصہ کی تیز چمک پیدا ہو گئی۔ ”تک کہ کہنے لگا سادربی
کیا کہتے ہو؟ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“
”ساجنٹ گھبرا گیا۔“

”معاف کیجئے مجھے آپ کو ناراض کرنا منظور تھا۔“ اس نے کہا۔ ”سخت جبرست ہے۔“
ایسا کون عیار ہو گا جس نے میری آواز کی نقل میں وہ صفائی برتی۔ کہ آپ بھی دھوکا کھائے؟
”تمہاری کاتیل سختی کو فوراً نرم کر دیتا ہے۔ ڈنبر کا غصہ آن واد میں فرو ہو گیا۔

”آہ میں سمجھا“ اس نے کہا ”واقعی بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ جس نے اس خوبی سے تمہارے
لفظوں کی نقل کی۔ مگر... مگر میں اس کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھا۔“

اس نے سٹوارٹ کی طرف چھپی نظروں سے دیکھا۔ اور میز کے پاس اپنی کرسی پر

فرمائیے نہایت اعلیٰٰ خیر میں میرا ایک دوست انہیں براہ راست قاصرہ سے بھیجا کرتا ہے؟
 ”تسلیم“ سٹوارٹ نے سگڑٹ لیتے ہوئے کہا۔ اور آپ فرمائیے کس معاملہ میں آپ کو
 میری ناچیز خدمات درکار ہیں؟

صاحب کمشنر نے تازہ سگڑٹ جلا کر سلے رکھے ہوئے کاغذات کے ڈبیر سے نیلے
 فلکیپ پڑناپ کی ہونی ایک لمبی رپورٹ برآمد کی۔

”کل رات جزائر موصول ہوا تھا۔ یہ اسکی تفصیل ہے۔ انہوں نے کاغذات دکھاتے
 ہوئے کہا۔ ایم گیمپٹن میکس کے نام سے آپ ناواقف نہ ہوں گے؟“
 سٹوارٹ نے سر کے اشارے سے جواب دیا کہ میں انہیں جانتا ہوں۔

”اچھا تو ان کاغذات سے معلوم ہوتا ہے“ صاحب بہادر نے سلسلہ بیان جاری رکھتے
 ہوئے کہا۔ کہ یہ نامی سرعزاس گیمپٹن میکس ہماری لاعلمی میں کچھ عرصہ سے انگلستان رہ کر
 وہ تعلق دریافت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو بعض نامور اصحاب کی فوری ہلاکت اور
 اس شخص یا اشخاص میں ممکن ہو سکتا ہے جن کا نشان یا مذہب یا مہبود کوئی بچھو ہے
 ہلاک شدگان کی فہرست ان کاغذات میں ہے۔ اور آپ فرصت میں ان کے نام دیکھ
 سکتے ہیں۔ ہم کو معلوم نہیں ایم میکس کے ذاتی خیالات اس بارہ میں کیا تھے۔ اس راز کو
 وہ اپنے سیدہ میں ساتھ ہی لے گئے۔ ان کی دردناک موت کا حال آپ کو معلوم ہوگا
 بہر حال میں نے ان کاغذات سے ان پر اسرار وارداتوں کی جس قدر تفصیل معلوم کی ہے
 اس سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اگر واقعی ان لوگوں کو کسی سازش کے سلسلہ میں قتل کیا
 گیا تو ذریعہ ہلاکت کوئی نامعلوم اور پر اسرار نہ رہتا جس کا حال ابھی تک پردہ راز میں ہے
 کیا آپ میرا مطلب سمجھتے؟“

”ہاں۔ چھی طرح“

”اب ایم گیمپٹن میکس کی پراسرار موت سے آپ کی صحیح کیفیت کا حال ظاہر ہوتا ہے“

ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ واقعہ میں صحیح تھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ میرا پختہ اعتقاد یہ ہے کہ بچھڑکی طرف سے ہلاکت کی جتنی واردائیں اب تک برتی گئیں ہیں۔ ایم بیس کی قتل ان میں آخری ہے۔ ہر چند اس لاش کو جو میڈی پولیس نے ٹیمپ سے برآمد کی تھی۔ تا حال شناخت نہیں کیا گیا۔ تاہم اس کی جیب میں سنہری بچھڑکی دم ٹکڑا پایا جانا ثابت کر رہا ہے کہ یہ واردات بھی اسی سلسلہ کی ہے۔ میں نے انپکٹر ڈسٹرکٹ کارپوریشن کو مطلع کرنے کو بھیج دیا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ آپ محکمہ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خاص طریق عمل اختیار کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب یہ جاننے کے بعد کہ ایم بیس کی ہلاکت بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ میرا سابقہ ارادہ اور زیادہ چھتہ ہو گیا۔ انہوں نے سگڑ کی راکھ جھاڑی پھرا پنی تقریر کو اس طرح جاری رکھا۔

”کسی کا نام لینا معیوب ہوگا۔ مگر جن ماہرین طب سے ان لوگوں کی ہلاکت کے بارہ میں اب تک مشورہ حاصل کیا گیا ہے جن کی موت ایم گیسٹن بیس کی معلومات کے مطابق بچھڑکے ابلے ہوئی تھی۔ وہ... سچ پوچھے تو اپنے فن کو بدنام کرنے سے شائبہ ثابت ہوئے ہیں۔ ان پر اسرار موتوں کے بارہ میں کوئی آدھی کسی طرح کی معلومات نہیں کر سکا۔ اب میری خواہش ہے کہ جب گیسٹن بیس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ تو آپ برقعہ پر حاضر ہوں اور بغور مشاہدہ کریں کہ اس کے اندر کسی طرح کے زہر کی کوئی علامت ہے یا نہیں... مگر ہاں۔ پہلے یہ بیان کیجئے کیا آپ کسی ایسے سے واقف ہیں جس سے اس قسم کی بدنی علامات پیدا ہوں جو سرفرنیک مارکوم لاش میں دیکھی گئی تھیں؟“

سٹوارٹ نے صورت انکا رسر کو حرکت دی۔

”بچھڑاں بارہ میں فقط اتنا معلوم ہے“ اس نے جواب دیا کہ سرفرنیک

ہینڈ کے ایک ٹیسٹر میں نامک دیکھتے تھے کہ دفعتاً بیمار ہو گئے۔“

ان کے مکان واقع ہاٹ ٹون سٹریٹ میں پہنچایا گیا۔ اور وہیں تھوڑی دیر بعد ان کی موت واقع ہوئی۔ کیا آپ ان کے متعلق ماہرین فن کی رپورٹ اور باقی تفصیلات جہاں کر سکتے ہیں؟ انہیں دیکھ کر میں شاید کوئی رائے قائم کر سکوں۔“

میں پچھریں آپ کے لئے حاصل کرونگا۔ صاحب کشن نے جن کا بہم نظریہ اب تک سٹوارٹ پر واضح نہ ہوا تھا جواب دیا۔ اور اس کے بعد میز کی ایک دراز کھول کر کہا۔
 ”پٹھے کا وہ ٹکڑا جو سوز و مار کے پر اسرار لغافہ میں بند تھا۔ اور اس کا لغافہ یہ دو نو جبریں میرے پاس ہیں۔ آپ کی رائے میں ان پر خفیہ روشنی سے کچھ لکھا ہوا تو نہیں ہے؟“
 ”میرے خیال میں نہیں“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ ”میں نے تین چار مقامات کا اتنا کیا۔ مگر کوئی بات دریافت نہ ہو سکی۔ ممکن ہے کوئی اور صاحب مجھ سے زیادہ کامیاب ہوں میں نے اس پٹھے اور لغافہ کو خوردبین کی مدد سے بھی دیکھا ہے۔ مگر لغافہ پر لکھے ہوئے عدد ۳۰ کے ساتھ کوئی تحریر کسی طرح کی نظر نہیں آتی۔“

”قد سنی طور پر سوچا جا سکتا ہے کہ ٹیلیفون کا وہ پیغام جو انپکٹر ڈنبر کو کل رات آپ کے مکان پر موصول ہوا۔ اسی نامعلوم جماعت کی طرف سے تھا جس کی تحقیقات ہم لوگوں نے پیش نظر ہے۔“ صاحب کشن نے کہا۔ ”اس لئے کہ اس وقت تک میرے یا بچھو کے قاتلوں کے سوا کسی کو ایم میکس کے لندن آنے یا ماسے جانے کی خبر نہ تھی۔۔۔ بچھو کے قاتلوں کو میں اس لئے مستثنیٰ کرتا ہوں کہ جس آدمی کا ایم میکس چھپا کر رہا تھا۔ اور جو آخر کار اسکی ہلاکت کا ذریعہ ثابت ہوا۔ یقیناً بچھو کی جماعت کا ہی کا۔ کن ہوگا۔“

صاحب کشن نے پھر سگریٹوں کے بجائے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد تقریباً جاری کرتے ہوئے کہنے لگے۔ ”اس پیغام کے بغیر جو انپکٹر ڈنبر کو آپ کے مکان پر ٹیلیفون کے ذریعہ سنا۔ یہ سمجھا جاتا کہ میڈموازل ڈیریاں اور اس چیرکا“ انہوں نے پٹھے کے ٹکڑے پر انگلی رکھتے ہوئے ایم میکس کے معاملہ سے کچھ غفلت نہ تھا۔ لیکن اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ

پیغام صرف اس لئے بھیجا گیا تھا کہ انپکٹر ڈنبر کے دہاں سے رخصت ہونے کے بعد نفاذ چلنے میں سہولت ہو۔ پیغام بھیجے وہ یقیناً کوئی ایسا آدمی تھا جسے ایمیکس کے قتل کا حال معلوم ہوگا۔ اور ایسا آدمی بچھو کی جماعت کے متعلقین کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

صاحب بہادر سگٹ جلائے کے لئے پھیر گئے۔ پھر بولے۔

”ایمیکس کی ہلاکت ممکن ہے محض غرقابی کی وجہ سے ہو۔ اور اسے کسی طرح کا زہر نہ دیا گیا ہو۔ اس لئے ڈاکٹر سٹوارٹ انہوں نے تقریر کے آخری حصہ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے ذرا رک کر کہا۔ اس لئے اگر اس لاش کے امتحان پر کسی طرح کا زہر ثابت نہ ہوا۔ تو میرا ارادہ محکمہ کی طرف سے صاحب وزیر وزارت کو ایک خصوصی خط لکھ کر سرفرنیک نار کو کم آنہانی کی لاش اکھڑوانے اور اس کا از سر نو طبی امتحان کرانے کا ہے!“

تسلیم

باب - ۹

چینی سکہ

نیو سکاٹ لینڈ یارڈ سے رخصت ہو کر ڈاکٹر سٹوارٹ اپنے پریشان خیالات کو مجتمع کرنے کو اپنی طرف ہولیا۔ اور اس کے کنارہ پر بیٹھنے ہوئے اس نے سارے حالات پر غور کرنے کی کوشش شروع کی۔ یہ عیس سے جو مفصل رپورٹ محکمہ سرغرضانی کے دفتر کو موصول ہوئی تھی۔ اس کا پورا حال اس سے بیان نہ کیا گیا تھا۔ اور نہ صاحب کشر سے امید ہی کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسا شیئنگ بہر حال وہ جانتا تھا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کی غیر معمولی سرگرمی کا تعلق براہ راست ایمیکس کی ہلاکت سے نہیں۔ ان معلومات سے ہے جو اس کی چھوڑی ہوئی یادداشتوں سے محکمہ کو حاصل ہوئی ہیں۔ صاحب کشر بہادر نے جو موقع سٹوارٹ کو پیش کیا۔ نہایت نادر

شاندار تھا۔ آدمی کی زندگی میں ایسے موقعے صرف ایک یا دو بار آتے ہیں جس میں

مگر

ہستی میں انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی موقف سٹوڈنٹ کو دیا گیا تھا۔ اگر وہ اس مقدمہ کی تحقیقات میں کامیاب ہو گیا۔ تو سارا لندن ... اور ایک لندن کیا سارا انگلستان اور پیرس بھی۔ اس کے نام سے گونج اٹھے گا۔ اور اگر ناکام رہا۔ تو...

مگر نہیں۔ اچھی طرح غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے موقعے پیش کرنے میں کسی کوشش نہ ہو اور افسر اعلیٰ کا مانند کام نہیں کرتا۔ یہ تقدیر ہے۔ جو آدمی کی زندگی کو بعید از فہم طریقوں پر ڈھالتی ہے۔ بچپن کے پراسرار مقاصد سے اس کا تعلق۔ آج سے نہیں اس رات سے شروع ہو چکا تھا۔ جب دسٹ انڈیا ڈاک روڈ پیرس کی پہلی ملاقات پراسرار موٹر ڈرائیور سے ہوئی تھی... یا شاید اس سے بھی پہلے۔ اس عجیب غریب ٹانگ کی مہمید کا پردہ اس وقت اٹھا تھا۔ جب پانچ سال گزرے چین میں سفر کرتے ہوئے غلام کے وقت جب غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی کرنیں شاہی نہر کے صاف پانی کو عکس غنیمت دے رہی تھیں۔ اور ایک نقاب پوش صورت حدس کے پل پیرس کے پاس ہو کر گزری تھی!

”سرکار آنکھیں نہ کرلو۔ برچھک ہمارا ج آتے ہیں!“

سٹوڈنٹ کو دریائے ٹیمز کے کنارے چلتے ہوئے رکشا بردار چینی لڑکے کے یادگار الفاظ بچوں کی سرسراہٹ اور ہتے ہوئے پانی کی گڑگڑاہٹ میں سنائی دیتے تھے۔ نہر کے پل سے گزرنے والی پراسرار صورت کی ہیولائی تصویر آنکھوں کے سامنے بھر رہی تھی!

ساحل دریا پر چلتے چلتے وہ بیکام ٹھیر گیا۔ اور آنکھیں گدلی سطح پتارا ہو کر چمکیں گئیں۔ ہنسنے والے پانی کے گردابوں میں مرد نقاب پوش کی وہی تصویر جو اس نے آدھی رات کو کھڑکی کے پردہ پر دیکھی تھی۔ پھر ایک بار نظر آئی۔ وہ عجیب و پر راز صورت جسے ایک بار دیکھنے کے بعد اسے دیر تک اپنے حواس پر یقین نہ آتا تھا جس کو اس نے

محض ایک ہیبت ناک خواب سمجھ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی... اس کے بعد اسی آہستگی سے آگے کو چلنے لگا۔

پھر اس کے خیالات میڈموازل ڈوریاں کی خیالی تصویر پر جم گئے۔ سوچ آئی کہ اس وقت بھی جب میں ساحل دریا پر ہوا خوری کر رہا ہوں نیو سکاٹ لینڈ یارڈ کی حیرت خیز زنجیریں۔ اتھک اور بے رحم۔ اس آہو چشم حسینہ کے گرد آہستگی مگر استقلال کے ساتھ کسی جا رہی ہیں جس کی تصویر میرے سینہ میں ناقابل محو نقش پیدا کر چکی ہے۔ دل نے کہا بے رحم تو ہی اس کو مبتلائے مصیبت کرنے کا باعث ہے۔ نہ تو جاسوس ڈنبر سے اس کا حال کہتا۔ نہ آج سکاٹ لینڈ یارڈ کا جال انگنتان کے طول و عرض میں اس کی کئی بچتا۔ اگر وہ بکڑی گئی۔ تو کس منہ سے اس کے سامنے آئے گا؟ کیا شناخت کئے وقت اس سے آنکھیں ملنے کی جرأت ہوگی؟... بعد از وقت انوس جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

احساس ندامت کے ساتھ دل کی ملامت تیز ہوئی۔ آخر کیا جرم تھا جس کے لئے تو نے خفیہ پولیس سے مخبری کی؟ چوری! کیا ایک بے کار لفافہ کو حاصل کرنے کی کوشش چوری کہلا سکتی ہے؟... ایسا لفافہ جس میں نہ کوئی خفیہ دستاویز تھی نہ قیمتی جواہرات۔ خالی ایک پٹے کا ٹکڑا جسے انجام کار ردی میں پھینک دینا پڑے گا۔ وہ لفافہ جو تیرا اپنا نہیں۔ ایک کشام شخص کا رکھوایا ہوا تھا۔ اور اس کو بھی وہ لے جانا سکی... انوس! انوس! اس سے زیادہ بے رحمی اور سنگینی کیا ہوگی؟

تنگنا کی طرح خیالات کا سلسلہ بھی کہیں کہیں پہنچ جاتا ہے۔ میڈموازل ڈوریا کے دل میں یورپ کے نامی سرغزراں تحقیقات جرم کے ماہروں میں بین الاقوامی شہرہ نامی جاسوس گیسٹن میکس کا خیال آ رہا ہو جواہریت اینڈ کے ایک سنگی لے جان اور ناقابل شناخت پڑا تھا۔ کیا محب میڈموازل ڈوریاں اس

شریک ہو۔ ڈنبر کا ایک جھوٹی اطلاع سے یکایک بلایا جانا اور میڈم وازل ڈوریاں کا اسکے
فرد بعد لغافہ حاصل کرنے کے لئے آنا ان دو باتوں میں ضرور کچھ تعلق ہوگا۔
اس کے منہ سے بے اختیار آہ سرزد ہوئی۔ ایسی ماہ سیمانا زین کے شریک جرم ہوئے
کا خیال انتہا درجے روح فرسا تھا۔ اس کی بے گناہی ثابت ہونے کے لئے وہ اپنا سب
کچھ دینے کے لئے تیار ہو جاتا۔

خیالات کا سلسلہ ادھر سے ہٹا۔ تو نامعلوم الماس موٹر ڈرامیور پر لگ گیا۔ عین ممکن
تھا۔ کہ وہ لغافہ اسے اپنی موٹر جی میں ملا ہو۔ اور وہ اس بات سے بالکل بے خبر کہ اس میں کیا
ہے۔ اسے میرے پاس چھوڑ گیا ہو۔ مگر... اور یہ لفظ مگر بڑا اہم تھا... میڈم وازل ڈوریاں
یا اس آدمی کو جس نے اسے لغافہ لانے کے لئے بھیجا۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ وہ لغافہ کہاں ہے
بالفرض وہ لغافہ اپنی ہاتھ تھاکہ تو کیوں انہوں نے اس کو معمولی طریقوں پر حاصل کرنے کی بجائے پوری
کی راہ اختیار کی؟... اور چوری کس چیز کی ایک سادہ پٹھے کے ٹکڑے کی جو کوئی مہضوی
قیمت نہ رکھ سکتا تھا

پٹھے کا خیال آتے ہی لغافہ کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ ایک معمولی لغافہ جس پر
اس کا عدد سرخ ہندسوں میں لکھا ہوا اور جو ٹکے مقام پر سیاہ لاکھ کی صرف دو ہریں لگی ہوئی
تھیں۔ وہ پھر چلتے چلتے نکلیں گئے۔ اور اسٹاکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک برنجی سک کو جسے
کبھی اس نے جیب میں رکھا تھا۔ تلاش کرنے لگا۔ نصف مینی کے برابر چھوٹا سا چینی سک
جس کے دس میں چو کو رسورخ اور چاروں پہلوؤں پر عجیب طرح کے نقش تھے۔
مگر سک جیب میں رہا تھا۔ سخت پریشانی کے عالم میں وہ تیز چلتا ایک
ڈاؤر تھوڑی دیر میں زمین دوز ریل کے سٹیشن پہنچ گیا۔ اس کمرہ میں داخل ہو کر
ادھر مٹھا۔ اس نے مرکزی آئین سے نمبر ۱۱ سٹی کو بلانے کی درخواست
کی فیس بکس میں ڈال دی۔ پھر ٹیلیفون پر کہا۔

”یہ دفتر کیا صاحب کسٹر کا ہے؟ نیو ساکٹ لینڈ یارڈ... جی ہاں۔ میں ہوں ڈاکٹر
کیپل سٹوارٹ، انپکٹر ڈنبر آپ کے پاس ہوں تو مہربانی سے کھڑا کیجئے۔“
مقتوڑے وقفہ کے بعد آواز آئی۔
”ہلو! کیا ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں؟“

”میں ہوں۔ ایک بات یاد آگئی تھی۔ اس کے لئے تکلیف دے رہا ہوں۔ اس نفاذ
پر... وہی جس پر ۳۰ کا عدد لکھا ہوا تھا۔ اس پر جو لاکھ کی مہریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے معلوم
کیا ہے کہ وہ اس صینی سکے کی مدد سے لگائی گئی تھیں جسے کیش کہتے ہیں... تعجب ہے کہ اس
وقت خیال نہیں آیا۔ خیر اب یہ بات معلوم کرتے ہی میں نے آپ کو خبر دینا ضروری سمجھا۔“
”پورا یقین ہے؟“ ڈنبر نے پوچھا۔

”ہاں۔ ہاں پورا یقین ہے۔ اگر آپ کسی وقت مکان پر آئیں تو میں وہ سکے بھی دکھا
سکتا ہوں۔ مہربانی سے نفاذ ساتھ لیتے آئیے۔ مہروں کو اس سے ملا کر دیکھیں گے۔ مختلف
صوبوں میں نقش تو مختلف ہوتے ہیں۔ مگر سکے کی شکل ملتی ہے۔“

”بہت اچھا۔ لیتا آؤں گا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ اطلاع بھیج دی۔ اس
سے ایک ثبوت اور مل گیا۔ کہ یہ معاملہ چین ہی سے متعلق ہے۔ کیوں؟“
”بے شک مل گیا۔ مگر ابھن گھٹنے کی سجا اور بڑھ گئی۔“

وہ ٹیلیفون کے دفتر سے نکلا تو بدستور افسردہ تھا۔ گھر کی طرف جاتے ہوئے وہ
رستے میں ایک دودھ لینوں کا حال پوچھنے کو ٹھہر گیا۔ مگر تو جیسا ہی پراسرار معے پر لگی ہوئی تھی
اتنے میں یاد آیا کہ وہ چینی سکے جو عموماً اس کی جیب میں رکھا رہتا تھا۔ ایک دن دو خانہ میں
سے لکھا تھا۔ اسی لئے، سکٹ میں نہیں ملا۔ دو خانہ میں ایک بول کا ڈاٹ نوٹ گیا تھا۔
شہر نے عارضی استعمال کے لئے اس سکے کو پین کی مدد سے چھوٹے کاگ میں لگا کر اس سے
بہداناں جب اس ٹاٹ کی ضرورت نہ رہی تو وہیں دو خانہ کی میز پر ڈال دیا۔

سٹارٹ کا دواخانہ مریضوں کے بیٹھنے کے کمرہ میں ہی واقع تھا۔ کمرہ کے ایک سرے پر پردہ لٹکا کر جو جگہ تیار ہوئی۔ اسی سے یہ کام لیا جاتا تھا۔ یہیں اس میز پر جہاں شیشیاں اور بوتلیں رکھی رہتی تھیں۔ ایک طرف وہ عارضی کاک اسی حالت میں چینی سکے کے ساتھ جڑا ہوا رکھا تھا۔ اس نے یہ جاننے کے لئے کہ مہروں کے نقش چینی سکے سے ملتے ہیں یا نہیں۔ اس کو اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی چہرہ پر بدھ سی چھا گئی۔

”سخت حیرت ہے“ اس نے بڑبڑا کر کہا۔ کہیں مجھے خواب میں چلنے کی بیماری تو نہیں ہو گئی؟

سیاہ لاکھ کے برزے اب تک اس سکے کے ساتھ لگے ہوئے تھے! خوف و بے اعتباری کی حالت میں اس نے سکہ کو اور نیا دہ غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اسے خوب یاد تھا کہ پراسرار نفاذ کی مہروں کے وسط میں ایک چھوٹا دبا ہوا مقام ہے اب معلوم ہوا کہ یہ گڑھا اس پن کے سرے سے دب کر بند ہے جو چینی سکے کو کسنے کے لئے کاک پر لٹکایا گیا تھا!

ڈاٹ کو اسی طرح ہاتھ میں لئے اس نے اس الماری کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جو دواخانہ کی میز کے عین اوپر واقع تھی۔ اس کے ایک خانے میں عام کاروباری نفاذوں کا ہنڈل اور اس کے پاس ہی ہر لگانے کی کالی لاکھ کا ٹکڑا تھا۔ یہ چیزیں اس نے دواخانہ کی ضرورت کے لئے رکھی ہوئی تھیں۔ مگر اس کی اس وقت کی حیرت کا کیا ٹھکانا ہے جب اس نے دیکھا کہ وہ نفاذ جو موٹر ڈسٹریوٹر نے اس کو دیا اسی ہنڈل کے نفاذوں میں سے ایک تھا۔ اور اس کی ہریں اسی کی لاکھ سے لگائی گئی تھیں!

ایک ہاتھ پیشانی پر رکھ کر اپنے منتشر خیالات جمع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس مختصر تجربہ کے پانوں طرف نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ یکایک اس نے منبر ٹاسا پردہ ہٹایا جس کے پیچھے فالتو سامان رکھے کی الماری تھی۔ اس کھلی ہوئی

الماری میں زخم دہونے کی روٹی۔ چند ایک زائد دو تیں اور کئی خالی ڈبے پڑے تھے۔
 اور ان ڈبوں میں سے ایک جو سب سے اوپر تھا۔ اس کے اندر سے پٹے کا چوڑا ٹکڑا نکلا
 ہوا تھا!

ڈاکٹر سٹوارٹ کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں۔ اب معلوم ہوا کہ لفاغ۔ اس
 میں بند کیا ہوا پٹے کا ٹکڑا۔ لاکھ۔ ہر سب چیزیں اسی کے سامان سے حاصل کی گئی تھیں۔

باب - ۱۰

تہ کیا ہوا رقصہ

انپکٹر ڈنبر سٹوارٹ کے چہوٹے سے دواخانہ میں کھڑا اپنے فانتوں کو فونٹین پن کے سر سے
 ہلکے ہلکے بجا رہا تھا۔

”آپ کا موٹر ڈرائیو جب دوسری بار ملنے آیا۔ آخر کار اس نے پوچھا تو کیا یہیں مریضوں
 کے کمرہ میں بیٹھا تھا؟“

”یہیں۔ جہاں تک یاد ہے وہ مطب کے وقت سے بعد آیا تھا۔ میں رات کا کھانا کھا رہا
 تھا۔ اس لئے وہ یہیں میرا انتظار کرتا رہا۔“

”اور لفاغ۔ کیا اس وقت آپ کو دیا تھا جب آپ کھانے سے فارغ ہو کر آئے؟“
 ”ہاں اس وقت“

”پہلے وہ اس کمرہ میں تنہا تھا؟“

”تنہا۔ کوئی اور مریض اس وقت موجود نہ تھا۔“

”اچھا۔ اب آپ میرے اس سوال کا خوب سوچ کر جواب دیں۔ کیا وہ آدمی اس کمرہ
 میں اتنی دیر بیٹھا رہا کہ اسے پٹے کا ٹکڑا کاٹنے سے لفاغ میں بند کرنے اور بہرین لگانے

کا وقت مل جاتا؟

”میرے خیال میں اس کے پاس ان کاموں کے لئے کافی وقت تھا۔“ ڈاکٹر سٹوارٹ نے سوچ کر جواب دیا۔ ”مگر انپکٹر میں پوچھتا ہوں۔ اسکو ایسا کرنے کی حاجت کیا تھی؟ اور پھر نفاذ پر ۲۰ کا پراسرار عدد کیا معنی رکھتا ہے؟“

”پھیرئیے۔ پہلے مجھ کو سوالات پوچھ لینے دیجئے۔ وہ نفاذ کیا اس نے آپ کو نسخہ لکھنے کے کمرہ میں دیا تھا؟“

”ہاں“

”اجازت ہو تو میں اس کمرہ کو بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”کچھ تکلف نہیں دیجئے۔“

دو نو ایک مختصر زینہ پر چڑھ کر اس کمرہ میں گئے۔ جہاں سٹوارٹ مریضوں کو دیکھتا اور ان کے لئے نسخے تجویز کیا کرتا تھا۔ ڈبیز نے کمرہ کے وسط میں کھڑے ہو کر چاروں طرف آہستگی سے نظر ڈالی۔ پھر کھڑکی کے پاس جا کر اس تنگ گلی کو دیکھا۔ جدھر وہ کھڑکی کھلتی تھی۔

”جب اس نے وہ نفاذ آپ کو دیا تو آپ اس کمرہ کے کس حصہ میں تھے؟ اس نے دفعتاً پوچھا۔“

”کیوں؟ سٹوارٹ نے حیرت سے دریافت کیا۔ ”میں یہاں میز کے پاس بیٹھا تھا۔“

”کیا ٹیبل سپل رہا تھا؟“

”ہاں جل رہا تھا۔ مریض دیکھنے کے وقت میں ہمیشہ اس کو جلا لیتا ہوں۔“

”اور آپ اس سے نفاذ لیکر بڑے نفاذ میں بند کرنے بیٹھک میں گئے تھے؟“

”بے شک میں دوسرے نفاذ پر چریں لگائی تھیں۔ اور وہ آدمی بھی اس وقت میرے

پاس تھا۔“

”آہ! ڈبیز نے اپنی نوٹ بک میں جلد جلد کچھ یادداشتیں لکھتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر صاحب

ہم لوگ سکاٹ لینڈ پارڈ کے ضابطوں کے پابند ہیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ میرا خیال ہے اس مقدمہ کی تحقیقات میں کامیابی کا سہرا کسی اور ہی شخص کو حاصل ہوگا۔ بہر حال میں ایک درخواست کرتا ہوں۔ شاید آپ کو حیرت ہو۔“

اس نے نوٹ بک کا وہ ورق جس پر لکھا تھا۔ پھاڑ کر احتیاط سے یہ کیا۔ اور کہنے لگا ”میں یہ چیز آپ کو دیتا ہوں۔ اس لغافہ کی طرح اس کو بھی بند کر کے ہمیں لگا دیجئے۔ اور کسی محفوظ مقام پر رکھئے۔ مگر سابق کی مانند میری دی ہوئی چیز کی وجہ سے آپ کا نقاب پوش چوروں یا حسین عورتوں سے سابقہ نہ پڑے گا۔ میں نے اس کاغذ پر تین باتیں لکھی ہیں“ یہ کہتے ہوئے اس نے انجلی کے سروں پر ایک ایک کو گیننا شروع کیا۔ اول اس آدمی کا نام جس نے چٹھے کا ٹکڑا کاٹ کر لغافہ میں بند کیا۔ دوم اس موڑ ڈرائیور کا نام جس نے لغافہ آپ کو دیا۔ سوم اس آدمی کا نام جس نے کل رات ٹیلیفون پر ساجنٹ ساوربی بنکر گیسٹس کی ملاکت کی خبر دی جو حقیقت میں اسی وقت صاحب کشر بہادر کو ملی تھی۔ سر درست ان ناموں کے انکشاف سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے مہربانی سے اس کاغذ کو اسی طرح بند کر کے رکھ چھوڑ دیجئے۔ عنہ الضرورت نکال لیں گے۔“

”مجھے عذر نہیں۔“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ ”میرے ساتھ بیٹھک میں چلئے جس طرح آپ کہتے ہیں کیا جائے گا۔ مگر... میرا کندہ دار اب تک معلوم نہیں کر سکا کہ اس کاغذ کے لکھنے سے فائدہ کیا ہوگا۔“

بیٹھک میں جا کر اس نے یہ کہئے ہوئے پرزہ کاغذ کو انپکٹر کے سامنے ایک لغافہ میں بند کیا۔ پھر اس پر مہریں لگا دیں۔ اس کے بعد اس لغافہ کو وہی دروازہ میں بند کر دیا جس میں پیشتر وہ لغافہ رکھا ہوا تھا جسے میڈموازل ڈومیاں لینے آئی تھی۔

پھر ڈنبر کی طرف دیکھ کر اس نے کہا۔ ”میڈموازل ڈومیاں کے پاس اس دروازہ کی کنجی ہے۔ اگر وہ اس کو بھی چرائے گی تو...“

”دیکھا جائے گا۔“ ڈنبر نے مسکرا کر کہا۔ اس کاغذ میں جو باتیں میں نے لکھی ہیں۔ وہ ہر چند اس پتھر کے ٹکڑے سے بہت قیمتی ہیں جسے حاصل کرنے کو میڈموازل نے اپنی آزادی خطہ میں ڈالی تھی۔ مگر امید نہیں کہ وہ دوبارہ ایسی جرات کرے گی۔“

”سخت حیرت ہے۔“ ڈاکٹر سٹوارٹ نے لغافہ کو دراز میں بند کرتے ہوئے کہا۔ اس پر اسرار معاملہ میں ہر قدم پر تاریکی بڑھتی جا رہی ہے۔ آخر پٹھے کے ایک بیکار حرکت کو میرے پاس رکھنے۔ پھر اسے چرالے جانے کے لئے اتنی کوشش کرنے کی کیا حاجت تھی؟

”یہ باتیں کبھی آگے چل کر ماضی ہوں گی۔“ ڈنبر نے پرمی انداز سے مسکرا کر جواب دیا۔ ”خیراب میں جاتا ہوں۔ ساوربی کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ مگر دیکھیے آج سے اپنے متعلق پورے محتاط رہئے۔ اس عورت نے واقعی سچ کہا تھا۔ اب آپ خطرہ میں ہیں۔“

سٹوارٹ کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں۔

”معاف کیجئے۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آخر میرے لئے خطرہ کیوں ہے؟“ اس لئے ڈنبر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”کہ اگر وہ شخص جو کچھ کہلاتا ہے۔ واقعی صاحب کشن بہادر کے خیالات کے مطابق لوگوں کو زہر دے کر ہلاک کرتا ہے۔ تو اب اسکو معلوم ہو چکا۔ ڈاکٹر کیل سٹوارٹ اس کا سب سے بڑا حریف ہے۔ وہ زہر دینے کے فن کا ماہر ہے۔ آپ زہروں کی تحقیقات میں لانا فی۔ ایک میدان میں دو زبردست ہستیوں کا سامنا غیر ممکن ہے۔ دو میں سے ایک کو ضرور خست ہونا پڑے گا۔“

انپکٹر ڈنبر کے چلے جانے پر سٹوارٹ ویرک بیٹیک کی کھڑکی کے پاس کھڑا اس خوشنا باغیچہ کی طرف دیکھتا رہا۔ جس کی حد فاصل پر لوہے کی بار لگی ہوئی اور اس کے ساتھ چند چھوٹے درخت آگے ہوئے تھے۔ ہوا میں آندہاں کی فرحت شامل تھی۔ اور ہری ہری گھاس پر بچھڑن کے دل باول محرقہ نظر آتے تھے۔ دھوپ کی رنگت بدلی ہوئی تھی۔ اور چھوٹی چھوٹی چڑیاں تہنیوں پر اچھلتی پھر رہی تھیں۔

سوارٹ کے دل سے بے معنی سرد آہ نکلی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس کام میں مشغول ہو گیا۔ جو ڈنبر کی آمد سے نامکمل رہ گیا تھا۔

سہ پہر کو وہ اس انسٹی ٹیوشن کا معائنہ کرنے گیا۔ جہاں حال میں اسکو ڈیپل افسر مقرر کیا گیا تھا۔ تنگ گلیوں میں جا بجا خجاست کے ڈھیر تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے اس نے کچھو کچھ یاد اور میڈمہازل ڈوریاں کی مست آنکھوں کا تصور دل سے محو کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ واپسی پر ایک اور راہ سے مکان کی طرف لوٹا۔ تو خیالات انہی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔ جن کی یاد دردناک ہونے کے باوجود راحت بخشتی تھی۔

سڑک کے کنارہ پٹری پر چل رہا تھا۔ کہ ایک کرایہ کی موٹر آہستہ چلتی ہوئی پاس ہو کر گزر گئی۔ مگر اس نے اس وقت اسے دیکھا جب چنگڑ آگے نکل گئی تھی۔ نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ میڈمہازل ڈوریاں موٹر کی کھڑکی سے جھکی ہوئی پیچھے کی جانب اسکی طرف دیکھ رہی ہے!

سوارٹ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک ثانیہ تال کر کے اس نے موٹر نے توجہ میں تیز چلنا شروع کیا۔ اس نا زین نے جب دیکھا کہ سوارٹ نے جھک پوچھا نہ لیا۔ تو اپنا سپید و ستانہ میں بند خوشنما ہاتھ باہر نکال کر۔ ایک تکیا ہوا کاغذ سڑک کے کنارہ ڈال دیا۔ اس کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔ اور موٹر جواب تک آہستہ چل رہی تھی۔ تیز ہو کر ایک دو منٹ کے عرصہ میں موٹر پر نظروں سے غائب ہو گئی!

سوارٹ نے تیز چل کر تکیا ہوا کاغذ اٹھالیا۔ اور اسے بدستور مٹھی میں لئے اس موٹر کی طرف دوڑا۔ جدھر موٹر گئی تھی۔ مگر وہ اتنی ہی دیر میں ہی دوسو گز آگے نکل گئی تھی۔ پیچھا کرنا بے سود تھا۔ اس لئے یہ خیال چھوڑ دیا۔ چونکہ بازار میں بہت کم آدمی چل رہے تھے اس لئے شاید کسی نے پرہزہ کاغذ کے گرنے اور اٹھانے کا عمل بھی نہیں دیکھا۔

بانارہ کی مگر پھر کھڑے ہو کر اس نے تہہ کئے ہوئے کاغذ کو کھولا۔ تو عطر یا مہو کا

مدہمی جانفزا خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ اندر نامہوار زمانہ خط میں فقط اتنا تحریر تھا:-
 ”رات کو کھڑکیاں بند رکھنا۔ اور مجھے اتنا برا نہ سمجھنا۔ جتنا حالات نے بنا دیا تھا“

باب - ۱۱

شعاعِ غیلیں

سوارٹھ نے وہ دن سخت قلق و اضطراب میں بسر کیا۔ شام ہو گئی مگر اس کی ادھیڑ بین کا خاتمہ نہ ہوا۔ دل میں فرض اور۔۔۔ کسی اور چیز کی سخت کشمکش جاری تھی۔ سرشام ایک سپاہی بہت سے کاغذات لیکر نیوسکاٹ لینڈ ڈسٹریکٹ آیا۔ ان میں سے اکثر سرفرنیک مارکوم کی موت سے متعلق تھے۔ اور کچھ ناروے کے ماہر برقیات ہنریک ایبرکسن اور روس کے گریڈ ڈیوٹوک آئیون کی پراسرار موتوں کے بارہ میں طبی سندات۔ افسرانِ تحقیقات اسبابِ مرگ کی کاذر وائوں کی رپورٹیں۔ خفیہ پولیس کے کارکنوں کے بیان کردہ حالات ماہرانِ فن کی شہادتیں اور متوفیان کے دوستوں۔ رشتہ داروں اور نوکروں کے بیانات سب ان میں شامل تھے۔ سائے کاغذات کو ایک ایک کر کے دیکھا جاتا۔ تو کئی گھنٹے صرف ہوتے۔

سوارٹھ خوش تھا کہ صاحبِ اسسٹنٹ کشر نے ایسے اہم مقدمہ کی تحقیقات میرے سپرد کر کے میری عزت افزائی کی۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال رہ رہ کر پریشان بھی کرتا تھا کہ ایسے نامی ڈاکٹروں اور ماہر فن جلیبوں کی نقیشت کے بغیر کونسی بات میرے لئے قابلِ درایت رہ گئی ہوگی۔

سخت بے چینی کی حالت میں وہ کمرہ کے اندر ٹہل رہا تھا۔ میڈیوازل ڈوریاں کو موڑ میں بیٹھے ہوئے دیکھنے کے بعد چھ گھنٹے ناگزیر گئے مگر نا حال اس نے اس واقعہ کی اطلاع

سکا ٹیلینڈ یا روڈ کو نہیں دی گئی، بار بار ایسا کرنے کا ارادہ کیا مگر کوئی بہم احساس۔ کوئی ناقابل فہم جذبہ فوراً روک دیتا تھا۔ میڈ سوازل ڈوریاں کے پراسرار پیغام کو اس نے پورے سوازل پڑھا تھے کہ اس کی مختصر عبارت از برای دی ہو گئی۔ اور حرفوں کی ساخت اور لفظوں کی املا کا نقشہ آنکھوں میں پھرنے لگا۔ اس کے باوجود عبارت کا صحیح مطلب اب تک اسکی سمجھ میں نہیں آیا۔

اس وقت سے کسی تجربہ کار مشیر کی ضرورت تھی۔۔۔ ایسے جگر دی دوست کی۔ جس کو سائے حالات سے واقف کر کے اس سے مشورہ لے سکتا۔ انتہائی فکر میں آدمی اور دل کو درد کا شریک بنانا چاہتا ہے۔ اس وقت کوئی اس کا قصہ غم سن لیتا تو دل کا دوجہ ضرور ہلکا ہو جاتا۔ مگر کون تھا جس سے حال دل کہتا؟ اس اُجھن میں ان کا غذات کو ہاتھ لگانے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ جو میر پر بصورت انہار جمع تھے۔

رات بکھری ہوئی لیکن گرم تھی۔ باغ میں پودے اور درخت صورت تصویر ساکت تھے۔ پتہ تک نہ ہلتا تھا۔ مہڈ موانل ڈوریاں کی پراسرار ہدایت پر عمل نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرنے کے بعد۔ انتہائی اضطراب کے باوجود سٹوارٹ کی نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے اختیار کھلی کھڑکی کی طرف جاتی۔ اور ایک بار تو رات کے اندھیرے میں کوئی سیاہ چیز جھاڑیوں میں حرکت کرتی بھی نظر آئی وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اٹھا اور کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر تیز تجسس نظروں سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کچھ نظر نہ آیا ہر طرف خاموشی تھی۔ کوئی چیز۔ کوئی ہستی پراسرار حرکت کرتی ہوئی نظر نہ آئی۔ اس کے بعد یکایک ”میاؤ“ کی آواز سنا دی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک کالے رنگ کی بلی جھاڑیوں سے نکل کر باڑ پر جا بیٹھی جہاں اس نے چاند کی روشنی میں بڑی ہم آہنگی سے اپنا شانہ ناگ کا شام شروع کر دیا۔

سٹوارٹ جھل جھل ہو کر پیچھے مڑا۔ کئی بار جی میں آئی کہ ہر قسم کے دوسو سوں کو مرلے کی ہوتی

تھی۔ وہ جب سے اس مکان میں رہنے لگا کبھی اس جھلی کو بند کرنے کی ضرورت نہ ہوئی تھی مگر آج جب انتہائی ظاہری استقلال کے باوجود دل کو عجیب طرح کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ اس نے جھلی کو بلا جلا کر دیکھا کم از کم یہ جانے میں کچھ ہرج نہ تھا۔ کم ضرورت کے وقت اس سے کام لیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

ایک سے زیادہ اسرار اس کے دل کو پریشان کر رہے تھے۔ کیوں کسی نے پیچھے کا بے کار ٹکڑا ایک اس قدر احتیاط سے نفاذ میں بند کیا۔ اور میرے پاس رکھا؟ کیوں اس لایعنی شے کو حاصل کرنے کے لئے مرد نقاب پوش اور میڈ موڈل ڈوریاں میرے مکان پر آئے؟ کیوں مجھے رات کو کھڑکیاں بند رکھنی چاہئیں؟ کیوں...؟

سخت پتھر پر مکر وہ میز کے پاس بیٹھ گیا۔
 "اس پریشانی کا ستیاناس! اس نے گھبرا کر کہا شاید یہ مجھے پاگل بنا دے گی۔"
 نیو رسکٹ لینڈ پارک کے بیچے ہوئے کا غناؤں سے نوٹ سپر کا ایک تختہ اٹھا کر جس پر نیلی پینل سے آدمی کے دھڑکا لگا ہوا اور اس کے مختلف حصوں میں چند اعداد و حواشی درج تھے۔ اس نے ڈاکٹر پینلس اودن کی تیار کی ہوئی رپورٹ جو اس کے ساتھ منسلک تھی۔ پڑھنی شروع کی۔ کچھ اٹھا۔ سرفرنیک مارکوم کی موت دراصل دل کی خرابی سے واقع ہوئی۔ ان کے قلب کی ساخت آرمی تھی۔ اس کے اذن و بطن میں نقص تھے اور وہ پھولا ہوا بھی تھا۔...

"بالکل فضول۔ سراسر لغو" سٹوارٹ نے غرا کر کہا تیسرے دل کی ساخت بھی آرمی ہے۔ اور میں جس کثرت سے تنبا کو پتیا ہوں۔ اس کے لحاظ سے وہ پھولا ہوا بھی ضرور ہوگا۔ اس کے باوجود ناممکن ہے کہ میں تھیسٹر میں ناٹک دیکھتے دیکھتے مرکز گر پڑوں؟
 جہاں تک ممکن تھا مخطوطہ کے بہیم احساس کو نظر انداز کرنے کے خیال سے وہ اس رپورٹ کو پڑھنے میں مشغول رہا۔ مگر انھیں دستاویز پر اور کان شہر لندن کی خانہ آواروں

کی طرف لگے ہوئے تھے۔ فاصلہ پر تیز چلنے والی موٹروں کی جھرجھر۔ دن رات کبھی نہ بھٹکنے والی ٹرمینوں کی گرگڑاہٹ اور ٹرمیز میں داخل ہونے والے جہازوں کے مدد سے دسل کی آوازیں عجیب آہنگ کے ساتھ آ رہی تھیں۔ ماہر بارغ میں ہلکی فرحت خیز ہوا چلنے لگی تھی اسکی چھٹیڑے درختوں کے پتے سرسراتے ہوئے کاناپھسکی کر رہے تھے۔

ایک آتی ہوئی موٹر کی ہلکی آواز نے سٹوارٹ کو اس خواب بیداری سے چونکا دیا۔ پنل ہاتھ میں لئے وہ ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گیا۔ آواز پہلے تیز ہوئی پھر بھکم گئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ موٹر آگے نکل گئی یا کسی مکان کے پاس ٹھیکر گئی۔ ساتھ ہی کمرہ کے دروازہ پر دستک سنائی دی۔

سٹوارٹ جوش کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کون؟“ اس نے گھبرا کر پوچھا۔

”مسٹر میگ یگر داخل ہوئی۔“

”شاید اب میرے جاگنے کی ضرورت نہ ہوگی؟“ اس نے کہا۔

سٹوارٹ کو بوڑھی خادمہ کی آمد پر سخت مایوسی ہوئی تھی۔ اپنے مال کو مصنوعی تبسم میں بدل کر اس نے جواب دیا۔

”نہیں۔ بس آرام کرو۔ میں بھی تھوڑی دیر تاک سوتا ہوں۔“

”تیز پروائی چل رہی ہے۔“ بڑھی عورت نے کھنٹی کھڑکیوں کی طرف سخت نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ”حیرت ہے۔ تم ڈاکٹر ہو کر اتنے بے پروا ہو۔ لاؤن کھڑکیوں کو بند کر دوں۔“

”ذہن تکلیف نہ کرو۔ کھڑکیاں بند کرنے سے کمرہ میں سگڑ کا دھواں بھر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہوا اندر آتی بھی نہیں۔ سونے سے پہلے میں انہیں بند کر دوں گا۔“

”تم جانو؟“ مسٹر میگ یگر نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ”اور رخصت ہونے کے لئے مڑی

”شب بخیر سٹریپٹ“
 ”شب بخیر سٹریپٹ“

وہ چلی گئی۔ اور سٹوارٹ پھر ان کھڑکیوں سے باہر اندھیرے کی طرف دیکھنے لگا۔ طبعاً وہ توہمات کا قائل نہ تھا۔ مگر آج وہ یہ کہ کھڑکیاں بند کرنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایسا کرنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ کھڑکیاں بند کرنے کے یہ معنی ہوتے۔ کہ وہ ڈرتا ہے۔ اور بزدل سے بزدل آدمی اپنی نظروں میں ڈرپوک ثابت ہونا پسند نہیں کرتا۔

یہ ایک ٹیلی فون کی گھنٹی تھی اور وہ چونک کر پیچھے جھبک گیا۔

مگر یہ اتفاقی حرکت جو محض بے خبری میں ہوئی، درحقیقت اس کی جان بچانے کا ذریعہ تھی۔ پتہ ہے تقدیر اچھی ہو۔ تو اس کے مقابلہ میں ساری طاقتیں ہیچ ثابت ہوتی ہیں اور سٹریپٹ کی گھنٹی بجی اور ڈاکٹر سٹوارٹ چونک کر پیچھے جھبکا۔ اور نیلی روشنی کی ایک باریک لکیر سوئی کی مانند تیلی اور تیز باغ کے سرے پر لگی ہوئی، آہنی بار سے شروع ہو کر گھاس کے اوپر گزرتی ہوئی نہ کھڑکی میں داخل ہو کر کرہ کے اندر پہنچی۔ اور یقیناً سٹوارٹ کے سر کو چھو کر گزرتی مگر وہ گھنٹی کی آواز سن کر پیچھے نہ ہٹ جاتا۔ اب وہ صرف ایک یا دو ٹیچہ آنچ کے فاصلہ سے گزر کر میز پر ہوتی ہوئی کرہ کے سرے تک گئی۔ اور اس کے قرب سے ہی سٹوارٹ کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا کسی نے تیز بھیڑ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ گھبرا کر ادب پیچھے ہٹا۔ اور کرسی کو پے پیٹیک کر قالین پر گر پڑا۔

پہلے چیز جو اس خوفناک شاعر سلیپ کی زندگی میں آئی سٹریپٹ تھی۔ اس سے آگے ایک لمبی نشت اور اس سے بھی پرے آتش دان جس میں آگ جل رہی تھی۔

”اندھیرے خدا! سٹوارٹ نے عالم وحشت میں سر کے بالوں کو زور سے پکڑتے

رہا۔ جو کہ کہتا۔ یہ کیا! یہ کیا!“

دھنکا کرہ اس قسم کی آوازوں سے بھر گیا۔ جبے شمار لکڑیلوں کے جلتے سے پیدا ہوا کرتی ہیں۔ سو حرارت اتنی بڑھی کہ معلوم ہوتا تھا۔ دوزخ فرش زمین پر اتر آیا ہے۔ اس کے بعد چند دھمکی آوازیں سنائی دیں۔ باہر سے وہی پراسرار دردناک آواز جسے منہ سرسکیر لگنے اپنے خاندانی ساز کی ٹیپی آواز سے منسوب کیا تھا۔ کافوں میں پہنچی۔ اس کے بعد وہ شعلہ رخ نیلیں اسی تیزی کے ساتھ جس سے کمرہ میں داخل ہوئی تھی۔ غائب ہو گئی۔ چاند کی روشنی میں ایک دیو قامت سایہ۔ کسی مہ نقاب پوش کا۔ جو بلوغ کے سبزہ پر نظر آتا تھا۔ وہ بھی مٹ گیا۔ ڈاکٹر سلوارٹ کے سر میں زہد کی دھمک ہمدی تھی۔ اور خون اس تیزی سے چلتا تھا۔ گویا کسی سے مار کھا کر گر رہا ہے۔ لڑکھڑاکر اٹھا۔ تلخ کشیف دیواں کرہ کے ہر حصہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اس طرح کی بوجوہ دانتوں کے پگھلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ آ رہی تھی۔

متوجہ نظروں سے میز کی طرف دیکھا۔ تو بلی بنوں کا داہنہ غائب ہو چکا تھا! "اوجھا! اس کے منہ سے پھر نکلا۔ اور دونو ہاتھ تشنگ سے کرسی کی پیٹھ پر جم گئے۔ میز پر رکھی ہوئی لعنت کی مولی جلد آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی۔ تین اپرغ قطر کا لباساں آڑی بیکر کی صورت میں ایک سے دوسرے سرے تک نظر آتا تھا۔ گشت دان میں آگ کے شعلے تیزی سے اٹھ رہے تھے!

باہر گلی میں موٹر کے بفر جھرنے کی آواز سنائی دی۔ شاید وہی گاڑی جو پہلے ٹھہری اب روانہ ہو رہی تھی۔ کرہ کے اندر دھوئیں کی کثرت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ کرسی کی پیٹھ کو بدستور پکڑے ہوئے سلوارٹ جنوں آمیز وحشت سے اوہر اوہر دیکھ رہا تھا۔ کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ خواب ہے یا بیداری۔

اتنے میں وہی موٹر ٹنگی۔ نئے نئے کل کر شرک پر چل دی۔ اس کے ساتھ ہی کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ یقیناً کوئی آدمی مکان کے عقبی مدعاہزہ کی طرف دوڑا آ رہا تھا۔ سلوارٹ نے اس کے بار پھانڈنے اور بارغ کی

روشنوں پر دوڑنے کی آمادہ زنی۔

ایک لمحہ بعد کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور ایک آدمی تھکن سے ہانپتا ہوا داخل ہوا بدن مضبوط اور گھٹیلے چہرہ بیش و برت سے صاف۔ مگر زرد و جھڑے اور وہانہ کی خست قوت و استتقال پر وال سیاہ بالوں میں سپیدی کی جھلک ملی ہوئی، اور آنکھیں جوش باطن سے جگمگا رہی تھیں۔ لباس چپت اور خوشنما اور ہاتھوں میں ہلکے بھورے رنگ کے چرمی دستانے تھے۔ اندر آ کر لڑکھڑاتے ہوئے ایک کرسی کو سہاے کے لئے پکڑ لیا۔ پھر ”ٹیلی فون ٹیلی فون!“ اس نے مضطربانہ لہجہ میں کہا۔ بتائیے۔ آپ کی ٹیلیفون کہاں ہے؟“

اب اس کی آنکھیں انداز جنوں سے کھلی ہوئی اور سانس تیز چل رہی تھی۔ فوری حیرت سے مرز کھولے وہ ٹوٹے ہوئے آلہ ٹیلیفون کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اُف! اسے کیا ہوا؟“ اس نے آخر کار پوچھا۔

سٹوارٹ اس انداز سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی آدمی خواب سے جاگ کر دیکھتا ہے۔

”دو درخ آسمان سے اتر کر اس کمرہ میں آیا تھا؟“ اس نے جواب دیا۔ ”اس سے ناگے... یاد نہیں؟“

”آہ! بچ گیا۔ پھر بچ گیا۔“ اجنبی نے انداز حسرت سے کہا۔ ”کاش اس وقت ٹیلیفون نہ ملے جو اب نہ دے دیا ہوتا۔ افسوس۔ افسوس!“

وہ اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے تھکا ہوا آدمی گر جاتا ہے۔ اور خاکی رنگ کی ٹوپی تار کر تیشانی کو لیٹھی۔ رومال سے ہونٹھار سٹوارٹ اسی طرح خواب آلود، کھٹکھٹ سے دیکھ رہا تھا کمرہ میں اب تک کشیف دہلیز کی تیز بو آتی تھی۔

”کتنا عجیب معاملہ ہے“ اجنبی نے صلی ہوئی ٹیلیفون کو دیکھ کر کہا۔

”معاف کیجئے“ سٹوارٹ نے اپنے منتشر حواس کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ”مجھے اب تک معلوم نہیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟“

”باغ میں ایک درخت سے“ اس نے جواب دیا ”بس یہی ایک رستہ تھا۔“
 ”درخت سے؟“ سٹوارٹ نے حیران ہو کر پوچھا۔

”ہاں۔ مگر میری بے وقوفی تھی۔ مجھ ایسا اوجھل آدمی آسانی سے درختوں پر چڑھ اُتر

نہیں سکتا۔ مگر کیا کرتا؟ اب اس معاملہ کو پھرنے سے شروع کرنا چاہئے گا۔“

سٹوارٹ کو اس کی فریاد پر شک ہونے لگا۔ اس کی بہنی باتوں سے کچھ بہن کی ہوائی تھی
 ”کیا میں دریافت کر سکتا ہوں آپ کون ہیں اور یہاں کس لئے تشریف لاتے ہیں؟“

اس نے دریافت کیا۔

”اُو“ اجنبی نے طفلانہ مسرت سے تہنیت لگا کر کہا ”معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے پہچانا

نہیں۔ میں فرانس کی خفیہ پولیس کا انسپکٹر ہوں۔ سیرنام گیسٹن میکس ہے!“

”گیسٹن میکس؟“ سٹوارٹ نے اس کی طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ”گیسٹن میکس؟“

مگر وہ تو مر چکے۔ آج صبح میں نے ان کی لاش کا معائنہ کیا تھا۔ اور کل اس لاش کے طبی اہلکار

پتہ نہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ اس میں نہر کے آثار ہیں یا نہیں۔“

”نہر! ہوا ہوا! ہوا!“ اجنبی نے زور کا تہنیت لگا کر کہا ”تخیر آپ تکلیف نہ سمجھئے۔ اسے

نہر نہ کہچھ نہیں دیا گیا۔ نہ وہ آدمی گیسٹن میکس تھا۔ آپ میری بات کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ مجھی
 نے بدقسمتی سے اس کو ٹھکانا تھا۔“

جلد اول ختم ہوتی

جلد دوم

ایک گیسٹن سیکس کا بیان

پہلا نصف حصہ

حسین رفاصہ

باب - ۱

زمرہ اخلا

میں گیسٹن سیکس۔ راقم سطور ہذا اپنے اس بیان کی دو نقلیں اس خیال سے تیار کرتا ہوں کہ ایک سرس ڈاشوری پریس اور دوسری نیوسکاٹ لینڈ پار ڈسٹریکٹ میں داخل کردوں۔ تاکہ ایسے بدو دونوں ملکوں کی خفیہ پولیس کو سمجھنے کا سہارا مل سکے اس کام میں۔ جو میں نے شروع کیا تھا۔ مگر تمام نہیں کر سکا۔ آسانی ہو۔ چونکہ مجھے ہر لمحہ اپنی طاقت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے قتل کی انسانی وارداتوں کے بارہ میں جن کا سراغ ایک شخص دھار کے ایجا۔ اشارہ یا تحریک کی طرف جاتا ہے۔ میں ان تمام حالات کو جو مجھے اس بارہ میں اب تک معلوم ہوئے ہیں۔ قلمبند کرتا ہوں۔ دوسرے بھائی نے دونوں ملکوں کی خفیہ پولیس کے دفاتر میں رکھوا دیئے جائیں گے کہ کوپریس کی خفیہ پولیس کھولے گی۔ دوسرے کو صاحب اسسٹنٹ کمنٹر محکمہ خائنات

جرائمین الاقوامی۔ ان کا نفاذ نیوسکاٹ لینڈ یا ڈومیس اس وقت تک محفوظ رہے گا۔ حقے کر میری زندگی کے ساتھ میری تحقیقات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

آغا داد اقامت کی مدیافت کے منطلق انتہائی جذبہ جہد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ یہ ہے کہ معاملہ صحیح معنوں میں روس کے نامی سپہ سالار گرنیڈ ڈیوک آئیون کی سیاحت پر اس کے زمانہ سے شروع ہوا۔ وہ بھییں بدل کر ایک متوسط احوال امیر کی حیثیت میں پریس ہوتے تھے۔ مگر سر دوس ڈاشورائی کو ان کی آمد کی اطلاع پہلے مل گئی۔ اور اس کی طرف سے مجھے ان کے زمانہ قیام پر اس میں ان کی حفاظت اور نگہبانی پر مقرر کیا گیا۔ چونکہ یہ کارروائی گرنیڈ ڈیوک کی لاعلمی میں ہوئی تھی۔ اس لئے میں بھییں بدل کر ان کے آس پاس رہتا۔ اسی سلسلہ میں میں نے گرنیڈ ڈیوک کے خادم کا سیمیر سے بھی دوستانہ پیدا کیا۔ امیروں کے ولیٹ۔

پہنچ پھو تو ان کے معتد خاص ہوتے ہیں۔ اور اس طبقہ کے خادموں سے مالک کی کوئی بات چھی نہیں رہتی۔ میں نے ہتھوڑے ہی عرصہ میں کا سیمیر سے گرنیڈ ڈیوک کے اس بھییں میں پریس آنے اور ایسے پر آشوب زمانہ میں اس جگہ قیام کرنے کی وجہ معلوم کر لی۔ ان کی علاقہ طبعیت کا حال مجھے پیشتر معلوم تھا۔ اس لئے خیال تھا۔ کہ معاملہ کی تہ میں ضرور کسی پری جمال عورت کی ذات ہوگی۔ کا سیمیر کی باتوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ واقعی ایک عورت کی کشش انہیں پیس لائی۔ اور وہ عورت حسین کیا۔ حسینوں

کی سرتاج تھی!

یوں تو دنیا جانتی ہے کہ پریس حسن کامر کر ہے۔ مگر ہر چیز کی طرح خوبصورتی کے بھی مروج سمجھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے اس شہر کی عورتوں پر انوکھے فیشن کی دھن سوار ہوئی ہے۔ انہوں نے بناؤ سنوار کے پردہ میں ایک حد تک اپنے حسن عالم آشوب کو ملیا۔ کر دیا ہے نیچے بیونت کے چہرے پر ان کے جمال و لغزب کو عیاں کر کے پہلے ہی اغدار کر دیا تھا۔ مگر جب سے بال کوٹا نے اور پھٹے رکھنے کا مردانہ فیشن چلا ہے پری

عورت کی عشوہ گری اور سحر آگینی سویں ایک وجہ رہ گئی ہو تو ہو۔ ورنہ بعض نافذوں کی نظروں میں تو اتنی بھی نہیں رہی۔ اس کے باوجود جیسا میں نے لکھا ہے۔ پیرس کے خوبصورتی کا مرکز ہونے میں کلام نہیں۔ دیں پیرس سے ہر رنگ و روپ۔ ہر انداز صن۔ ہر طبقہ جمال کی عورتیں اس شہر میں جمع ہوتی ہیں۔ اور زمانہ جنگ میں تو ان کی بہتات اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھلی جنگ میں اکثر ایسی عورتوں کو جن کے ایک تہم دلفریب یا چشم فسون ساز کے ایک اشارہ خفیف پر صداموں سر کٹنے کو تیار ہوتے۔ بندوق کی بے رحم نالی کا نشانہ بنانا پڑا۔ کیونکہ سب زیادہ حسین عورتیں ہی سب سے خطرناک جاسوس بھی گئی ہیں۔ بہر حال میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر فخر یہ کہہ سکتا ہوں کہ میری نخریاں کبھی کسی عورت کی ہلاکت کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ خواہ آپ اسکو میری حساس طبیعت کی کمزوری کہ لیں۔ خواہ میرے قلب جن پرور کی رویدستی۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی خطا کا عورت میری گرفت میں آئی۔ اور وہ عورت خوبصورت ہوئی۔ تو ضرور... کسی نہ کسی طرح بچکر نکل گئی۔ یوں میں اپنے فرض سے اتنا غافل بھی نہیں ہوں کہ آئندہ اسکی نگرانی سے لاپرواہیوں یا سکوبری محبتوں سے الگ رکھنے کا انتظام نہ کر دوں۔ بہر حال میری وجہ سے کبھی کوئی عورت۔ خصوصاً خوبصورت اور جوان عورت مزائے موت سے دوچار نہیں ہوئی... اور نہ ہوگی۔ لیکن یہ فقرہ معترضہ تھا۔ خیر۔

جیسا میں نے لکھا۔ ہٹلر گریڈ ڈیوک آئیون کے خادم کا پیسیر سے معلوم ہوا کہ ایک پرہیز جہاں رفاصلہ نے جومونٹ مارٹر کے ایک تھیٹر میں کام کرتی تھی۔ ممدوح کے نام دوس میں خط لکھا جس کے ساتھ اس کا فوٹو ملفوف تھا۔ اور ڈیوک کے دستخطی۔ دفعہ کی درخواست کی گئی تھی۔

عشق کا شعلہ بھڑکانے کو یہ ایک چنگاری کافی تھی۔ ہفتہ کے اندر اندر نہ صرف گریڈ ڈیوک کے دستخط پہنچ گئے۔ بلکہ اسی دفعہ میں اس نازنین سے پیرس کے ایک اعلیٰ حوا میں شریک دعوت پہنچنے کی درخواست بھی کی گئی۔ گل کی کشش بلبل کو دوس کے ویرانہ

سے ماسان پریس میں لے آئی۔ ایک طرف مرد ہو۔ اور حساس۔ دوسری طرف عورت ہو اور پری چہرہ۔ تو... میں اہل عالم سے سوال کرتا ہوں۔ کتنے آدمی اس تخریص پر غائب آسکتے ہیں؟ چالباز عورتیں مالدار محفلوں کو جس عیاری سے دام حسن میں پھنساتی ہیں۔ اس کی داستان برانی ہے۔ یہ قصہ میرے ہاتھوں محتاج توضیح نہیں۔

کالمیر کی باتیں میرے لئے کئی پہلوؤں سے دلچسپ تھیں۔ گریڈ ڈیوک کے رتبہ اور وجاہت کو دیکھتے ہوئے میرے لئے ہر اس آدمی پر شک کرنا قدرتی تھا۔ جو ان تک رسائی کی کوشش کر رہا ہو... سیاسی شہادت جو تمام بین الاقوامی شہرت رکھنے والی عالیقدر ہستیوں کے ملاقاتیوں پر ہوا کرتے ہیں۔ مگر ان کے علاوہ زہرہ اخلا۔ یعنی مونٹ مارٹر کی اس نازک ادا رفاصہ کے خلاف میرے دل میں کچھ ذاتی شکوک بھی تھے جن کا حال آگے چل کر معلوم ہوگا۔

زہرہ اخلا یعنی شگینہ سمحرا۔ اس کا فرحان حسینہ کا نام تھا۔ اور وہ اپنے آپ کو مصر کی بہنے والی ظاہر کرتی تھی۔ کچھ تک نہیں اسکی آنکھیں مصری عورتوں کی طرح بادام کی شکل رکھتی تھیں۔ مگر رنگت... دودھ کی سپیدی پر گلاب کی شکفتہ رنگت۔ اس کی مغربیت پر دلالت کرتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسکی رنگوں میں کچھ مشرقی خون بھی ہو۔ مگر ان تیز آنکھوں کو اگر کوئی ابھاری مفاطلہ نہیں ہوا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ عورت اور لقیہ سے بہت زیادہ مادر پورپ کی حسین دختر تھی۔

جاسوس کی نظر سب سے زیادہ غیر معمولی باتوں کی طرف جاتی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ یہ نازک ادا رفاصہ جس کے جمال جہاں آرا اور کمال سحر افزائی سائے پریس میں دھوم مچتی جس کی خوش خرامی اور خوش خصالی کا چہرہ کو چہرہ بازار میں ہوتا تھا۔ اور جس کے تمنی پریس کے نہایت کامیاب تھیٹروں کے مالک اور ڈائریکٹر تھے۔ کئی ہفتوں سے مونٹ مارٹر کے اسی چہرے سے منڈوے میں کھڑی ہوتی تھی۔ تعجب اس بات کا تھا

کہ وہ اپنی عالمگیر شہرت سے فائدہ اٹھا کر میدانِ ترقی میں قدم رکھنے سے کیوں ہچکچاتی ہے؟
 کسی طرح کے شہاتِ دل میں لئے میں ایک دن تھیر ٹریکل ایجنٹ کی حیثیت میں اس سے
 ملے گیا۔ تھیر ٹریکل کے دروازہ پر اس جگہ کا میٹھ ملا جس نے میرے استفسار پر بڑے خشک ہجے
 میں جواب دیا کہ زہرہ اخلا کسی آدمی سے۔ خواہ وہ تھیر ٹریکل کی لائیٹ سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ نہیں
 ملتی۔ بیٹج کے اس دروازہ پر جو ایکڑوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی ٹکر شاندار
 موٹر کھڑی تھی۔ معلوم ہوا میڈموازل زہرہ اس پر سوار ہو کر گھر جاتی ہے۔ اس انکار سے یکے
 شہات اور بڑھ گئے تھے۔ خیر اس وقت تو وہیں چلا گیا۔ لیکن اگلی رات دوسرے بھیس میں
 پھر منڈوہ کے پاس چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ آخر کھیل ختم ہوا۔ اور وہ نصرت ہونے لگی تو میں سایہ
 کی طرح دیوار کے ساتھ نکلا۔

تھیر ٹریکل سے نکلی تو سمور و نقاب میں اس قدر لپٹی ہوئی تھی کہ صورت پہچاننا مشکل
 تھا۔ ایک سیاہ ڈام ہندوستانی نے جس کے سر پر سپید گچڑی اور گلے میں موٹر ڈرائیوروں کی
 وردی تھی۔ موٹر کی کھڑکی کھولی۔ زہرہ کو بٹھا کر گرم کپڑا زانوؤں پر رکھ دیا۔ اس کے بعد
 خود آگے بیٹھ کر موٹر چلانے لگا۔ ایک دمنٹ کے عرصہ میں وہ موٹر نظروں سے غائب
 ہو گئی۔

دو چالوں میں ناکام رہ کر میں نے تیسری کوشش اس موٹر کے سراغ کی شروع کی
 معلوم ہوا وہ زہرہ اخلا کو ہوٹل سے منڈوہ تک اور منڈوہ سے ہوٹل تک لانے لے جانے
 کے لئے کرایہ پالی گئی ہے۔ ہوٹل جس میں وہ رہتی تھی یہ پیرس کے ایک غیر آباد محل میں واقع اور
 بالکل چھوٹا سا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو پیرس رپورٹر کے بھیس میں ملنے اور اخبار کے لئے
 ملاقات کرنے کے بہانے اس کے پاس بھیجا۔ وہ نہ ملی۔ اب میرا شوق دریافت حد انتہا
 کو پہنچ گیا تھا۔ ایک مالدار رئیس کی حیثیت میں میں نے اسے پھولوں کا خوشامگد ستارہ اور اس کے
 ساتھ اپنے فرضی نام کا کارڈ اور موبانہ تعریف کا خط روانہ کیا۔ یہ بھی واپس آ گیا میرے

اصرار پر پریں کی گھڑ چڑھی فوج کا ایک نہایت تکمیل و خوشروانہ اس سے ملاقات کرنے گیا مگر شرمندہ دمنا کام واپس آیا۔

والٹڈ یہ نازین صحرائی کوئی غیر معمولی پراسرار ہستی تھی!

یہ جاننے کے بعد کہ ایسی ناقابل رساخاتون جسے کوئی لاسہ دام تدبیر میں نہیں لاسکتا۔ گرینڈ ڈیوک کے نام خود چٹیاں لکھتی اور اپنا فوٹو بھیجتی ہے۔ میری تجسس طبیعت کا جوش تحقیق حد انتہا پر جا پہنچا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس معاملہ کی تہ میں ضرور کچھ بھید ہے چھ درجہ اول کے آدمی جن میں سے ہر ایک فن سراغ رسانی میں بیکتا تھا۔ منتقب کر کے میں نے تین کو گرینڈ ڈیوک آئیوں کے ہوٹل کا پہرہ دینے اور تین کو زہرہ انحلا کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی پر مامور کیا۔ ان کے علاوہ دو آدمی ہندوستانی موٹر ڈرائیور اور دو میرے دوست کاسیمیر کی جاسوسی پر مقرر ہوئے۔ خفیہ پولیس کی نظریں ایسے معاملات میں دوست و دشمن کی بہت کم تیز کرتی ہیں۔

غرض میرے ماتحتوں میں سے دس بہترین آدمی۔ جو تحقیق و تفتیش کے میدان میں سو کا منہ پھیر دیں۔ مصروف کار ہو گئے۔

اب تک اس معاملہ میں کوئی خاص واقعہ ظاہری اہمیت رکھنے والا پیش نہ آیا تھا اس کے باوجود گرینڈ ڈیوک چونکہ ایک عالم آدمی کے بعض میں سفر کر رہے تھے۔ اور روسی گورنمنٹ ان کے متعلق روزانہ خبروں کی سبب چینی سے منتظر تھی۔ اس لئے یہ سامنے انتظامات عمل میں لانے پڑے۔ گورنمنٹ روس کو مطلق علم نہ تھا۔ کہ وہ کس غرض سے بیرس گئے ہیں۔ اور اس بارہ میں ہر قسم کی واقفیت جہیا کرنا میرا فرض تھا۔

کاسیمیر سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔ تو گرینڈ ڈیوک کو بیرس آئے تو گئے تھے۔ اور میں نے سنا وہ ہر وقت بھوکے شیر کی مانند بھروسے ہوئے۔ اس لئے کہ مونٹ مارٹر کی رفاہ نے ان کے رقعہ دعوت کا کچھ جواب ٹ اور

اس کے بعد جب وہ خود اس سے ملنے تھیکٹر میں گئے تو وہاں بھی اسی سردہری سے پیش آئی۔ جس سے اوروں کے ساتھ پیش آجکی تھی۔

اس سے میری حیرت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے دسوں نابالوں کی خبروں کا غیر معمولی اشتیاق سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔

مختلف رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ اس عورت کو پیرس آئے دو مہینے ہو گئے، غیر آبا محکمہ اس ہوٹل میں چند کمرے اس کے پاس تھے۔ اور وہیں اس کا کھانا پہنچایا جاتا تھا۔ اس مہندستان کی کے سوا جو اس کی موٹر چلاتا تھا۔ اور کوئی نوکر اس کے پاس نہ تھا۔ جب کبھی کمرہ سے نکلتی تو ہمیشہ نقاب بیکر نکلتی۔ اور ان اوقات کے سوا جب اسے منڈوہ جانا یا وہاں سے واپس آنا ہو نہ نکلتی تھی نہ تھی۔ میرے آدمیوں نے اس کی موٹر کا پیچھا کیا۔ مگر کوئی قابل اعتراض بات دیکھنے میں نہ آئی۔ ہر روز شام کو سیر کرنے ضرور جاتی۔ اور ایسے موقعوں پر اس کا دستور تھا کہ موٹر کو بالے ڈا بلون کے ایک خاص مقام پر چھوڑ کر مطلع صاف ہو تو ٹھوڑی دود باغ میں پیدل جاتی۔ مگر اتنا ہی۔ کہ مہندستانی خادم کی نظروں کے سامنے ہے۔ اس کے بعد پھر اسی موٹر پر بیٹھ کر واپس آ جاتی۔ اس روزانہ تفریح کے سوا نہ کسی سے ملتی۔ نہ کسی کے ہاں جاتی۔ نہ کسی کو اس کے پاس آنے کی اجازت تھی۔

یہ حالات ان آدمیوں نے ہیا کئے۔ جنہیں میڈموازل کی نگرانی پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے مہندستانی خادم کے حالات پر رجوع کیا۔

معلوم ہوا کہ ایک ایسے مکان کی بالائی منزل پر رہتا ہے جس میں عام طور پر دو سڑ اور اسی طبقہ کے اور لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ وہ خود ہی کھانا پکاتا اور اداں اور ہنپتی پر گذر اوقات کرتا تھا۔ دن بھر کا پروگرام یہ تھا۔

ہل میں جا کر موٹر کی دیکھ بھال کرتا۔ اسے لیکر مالکن کے پاس جانا۔ جہاں

اس کو جانا ہو۔ لے جاتا۔ اور رات کو پھر اپنے مکان پر چلا آتا۔ میڈم وائل کو تھکاتھک سے لاکر ٹوٹل میں چھوڑنے کے بعد وہ کبھی کبھی رات کو مکان سے باہر بھی جاتا۔ لیکن گویا یہ موقوفوں پر میرے آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا۔ مگر تھرم کا سرخ لگانے میں ناکام ہے۔ میں نے جن دو آدمیوں کو کاسیمیر کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک کو ہندوستانی موڑ ڈرائیو کے ساتھ جاسوسوں میں شامل کر دیا۔ اور ایک کو ہسٹالیا۔ کیونکہ کاسیمیر کے بارہ میں جس قدر حالات معلوم ہوئے۔ ان سے یہی پتہ چلتا تھا کہ بہت نیک اور شریف آدمی ہے۔ اس کے علاوہ پراسرار ہندوستانی کی نقل و حرکت معلوم کرنے کی کاسیمیر کی نگرانی سے زیادہ ضرورت تھی۔ اب گویا تین آدمی اس ایک کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ دو دن بعد خبر آئی۔ کہ یہ شخص مات کو دریا کے کنارے ایک اونٹن کے قہوہ خانہ میں جاتا ہے جس کا مالک ایک دیوبھیل۔ سیاہ فام فرانسیسی تھا۔ اور جہاں عام طور پر اس طبقہ کے لوگ جو چھوٹے ڈوکانداروں اور عادی تجربوں کے درمیان واقع ہے۔ مثلاً پھیری والے بزاز۔ بھانڈہ مدارسی اور سگرٹ ساز۔ عموماً جایا کرتے تھے۔ اس سے میرے دل میں کچھ کچھ امید پیدا ہونے لگی۔ اپنی ایام میں گریڈ ڈیوک مایوس و ملول ہو کر پیرس سے واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر چونکہ انہیں فولیئر تھئیٹر کی ایک رنگین مزاج ایکٹس کے ہاں بخش تقسیم میں عارضی دہشتگی حاصل ہو گئی تھی۔ اس لئے روانگی آج سے کل پر ملتوی ہوتی جا رہی تھی۔ کم از کم ان کے چند دن تک رخصت ہونے کی امید نہ تھی۔ اس کے علاوہ اپنی سپاہیانہ زندگی کی وجہ سے وہ اس قسم کی طبیعت رکھتے تھے۔ جو مشکلوں سے مغلوب ہونے کی بجائے زیادہ متحرک ہوتی ہے۔

خیر تو جس روز میرے آدمی نے پراسرار ہندوستانی کا سرخ ساحل دہرا کے اس قہوہ خانہ تک لگایا۔ اس رات یہ شخص قریباً ایک گھنٹہ دہراں رہا۔ کبھی سگرٹ اور

کبھی ایک قسم کا شربت پینے لگتا۔ اور اس شنائیں میرا آدمی سایہ کی طرح اس کے ساتھ تھا ایک گھنٹہ بعد قہوہ خانہ کا مالک اسے ایک چھوٹے سے کمرہ میں جو غالباً سن کی ذاتی سکونت کے لئے تھا لے گیا۔ اور اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔ دو نو آدمی۔ ہندوستانی اور قہوہ خانہ کا بہتم۔ چند منٹ اس کمرہ میں رہے۔ اس کے بعد اول الذکر باہر نکلا۔ اپنے مکان کو چلا گیا۔ اس اندرونی کمرہ میں جہاں دو نو آدمی گئے تھے۔ ٹیلیفون لگی ہوئی تھی۔ اور میرے کارکن کی رائے میں وہ اس ٹیلیفون کے استعمال کے لئے ہی ہاں گئے تھے۔ اگرچہ یہ جانتا غیر ممکن تھا کہ وہاں جا کر انہوں نے کسی سے کچھ کہا یا باہر سے کسی کا پیغام وصول کیا۔

اس پر میں نے ٹیلیفون کی لائن ٹیپ کرادی۔ یعنی ایسا انتظام کر دیا جس سے اس گفتگو کو جو اس آدھ پر ہو۔ بیچ میں کسی اور مقام پر سنا جاسکے۔ اس سے اگلی رات وہ ہندوستانی بھر اسی قہوہ خانہ میں گیا۔ میرا آدمی بدستور اس کے ساتھ خدمت میں اس مقام پر متعین تھا جہاں اس لائن کی گفتگو کو بیچ میں سنا جاسکتا۔ عین اس وقت جب میرے آدمی کی رپورٹ کے مطابق پہلی رات وہ ہندوستانی اور قہوہ خانہ کا مالک ٹیلیفون کی کوٹھری میں گئے تھے۔ فون پر آواز آئی۔ کوئی شخص میگل سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ یہ ملک قہوہ خانہ کا نام تھا۔ اس کے بعد اس کی بھاری آواز جواب دیتی سنائی دی۔ پہلی آواز جس نے میگل کو طلب کیا۔ بہت صاف مگر سنسناتی ہوئی تھی جس کا بھوکسی فرانسیسی یا اور باشندہ یورپ سے نہ لگتا تھا۔ اس کے بعد دونوں گفتگو شروع ہوئی۔

”میگل“

”جی ہاں میگل“

”بھوکے نام پر چند لال کو بلاؤ“

بہت اچھا

کچھ کا لفظ سنتے ہی میرا دل زبردستی دھک دھک کرنے لگا۔

سخت جوش کی حالت میں دم رو کے ہوتے میں تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ اس اثنا میں غائبانہ میگل نے چند ولال ہندوستانی کو باہر سے بلایا ہو گا۔ یہ کایک ایک اور آواز سنائی دی۔ جو زہرہ اخلاک کے ہندوستانی خادم کی آواز سے ملتی تھی۔
”فرمائیے۔ چند ولال حاضر ہے۔“

میں زبردستی لہا بند کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس اہم گفتگو کا ایک لفظ گوش افغان نہ ہونا چاہیے۔

”بچھو کے نام پر سنو۔“ ادھر سے آواز آئی۔۔۔ اس کے بعد گفتگو ہندوستانی زبان میں شروع ہو گئی جس کے متعلق میری معلومات فقط دس بارہ لفظوں تک محدود ہیں!

باب - ۲ گرینڈ ڈو لیک آبیون کا عشق

ہر چند میری کوششوں میں حلقہ امیڈ روکاؤٹ پیدا ہو گئی تھی۔ پھر بھی میں نے یقین نہیں معلوم کر لیا۔ اول یہ کہ میگل یعنی قبوہ خانہ کا مالک زہرہ اخلاک کے ہندوستانی نوکر سے ملا ہوا ہے۔ دوم یہ کہ ہندوستانی خادم کا نام چند ولال ہے۔ اور سوم یہ کہ چند ولال کو ایک تیسرے آدمی کی طرف سے ٹیلی فون کے بعض خفیہ پیغامات موصول ہوئے ہیں اور یہ آدمی ان پیغامات کو بچھو کے نام پر روانہ کرتا ہے۔

میرا ایک آدمی اس رات بھی حسب معمول قبوہ خانہ میں تھا۔ اور اس کی زبان سے معلوم ہوا کہ وہ جسے میگل نے ٹیلی فون کے کمرہ میں بلایا اور جسے میں نے بائیں کمرے

ہوئے نا۔ درحقیقت ہندوستانی موڑ ڈور ایو رہی تھا۔ ادھر ان شخصوں نے گفتگو کا سلسلہ ختم کیا۔ ادھر میں نے دفتر آکھینچ کو بلایا۔ اہل عملہ کو پہلے خبردار کر دیا گیا تھا۔ وہ میرے انتظام کے لئے تیار تھے۔

”کس ہنر کی طرف سے گفتگو ہوئی تھی؟ میں نے مگر نہی دفتر سے پوچھا۔

افسوس ایک نئی رو کاوٹ اور حائل ہوئی۔ وہ پیغام کی عام دفتر سے جہاں شخص فیس ادا کر کے ٹیلیفون استعمال کر سکتا ہے بھیجا گیا تھا۔ یعنی بھوکا سراغ اس ذریعہ سے بھی ناممکن ہو گیا۔

لیکن بالوس ہذا خفیہ پولیس کی تربیت اور سروس ڈا۔ ڈرٹی کی روایت کے خلاف ہے۔ مکان پر واپس جا کر میں نے وہ باتیں جواب تک معلوم ہوئی تھیں۔ نوٹ بک میں درج کیں۔ ایک خاص بات جو میں نے دریافت شدہ حالات سے اخذ کی۔ یہ تھی کہ معاملہ کی تہ میں ایک فتنہ پرور حسین عورت کا نہیں کسی نامعلوم پراسرار شخصیت کا ہاتھ ہے جسے بھوکے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور وہ عورت دراصل اسی کا آلہ کار ہے۔ اب اس کی زندگی کے بعض پہلو جو پردہ راز میں چھپے ہوئے نظر آتے تھے واضح ہو گئے وہ کسی خاص مقصد کے لئے پیرس میں ٹھہری ہوئی تھی۔ کسی پراسرار مدعا کے لئے جس کا تعلق گرینڈ ڈیوک آئینون کی ذات سے تھا۔ گویا زہرہ العدا کی طرف سے جو تحریک ہوئی۔ وہ عشق نہیں سیاست پر مبنی تھی۔

جن آدمیوں کو میں نے گرینڈ ڈیوک کی نگہداشت پر مامور کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک کو پہلی رات ٹیسی فون پر بلا کر دن بھر کا حال پوچھا۔ تو معلوم ہوا اس روز ڈیوک نے رڈی لاپائی کے ایک نامی جوہری کی دکان سے بڑی قیمتی زیور خرید کر قاصد کے پاس بھیجا تھا۔ اس ستم کش حسینہ نے اس کو بھی واپس کر دیا۔

ان کا صبح کو میر نے کاسیمیر سے اس قہودہ خانہ میں ملاقات کی جہاں اس کی آمد و رفت

مخفی ساس نے بیان کیا۔ میں نے اعلیٰ حضرت کے ایمان پر تحقیق کیا ہے کہ نہ ہرۃ انخلا ہر روز شام کو بائے ڈاہولن کے باغ کی سیر کرنے جاتی ہے۔ اور سرکار نے شام کو اسی باغ میں جب وہ تنہا سیر کر رہی ہو اظہار مدعا کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ معلوم کرتے ہی میں نے اس موقع کی تیاری شروع کر دی۔ معمولی فردر کا بھیس بدل کر میں نے خوراک کا سامان اور ایک چھٹی بوتل شراب کی باسکٹ میں رکھی اور باغ کے اس حصہ میں جا کر بیٹھ گیا جہاں ڈیوک کی پری چال معشوقہ عموماً سیر کرنے آتی تھی۔ اور واقعات کا انتظار کرنے لگا۔

سب سے پہلے نہروائی نس اپنے خادم خاص کا سمیر کے ساتھ وارد ہوئے۔ آخر الذکر نے ان کو وہ روٹیں دکھائیں جن پر نہرۃ انخلا سیر کیا کرتی تھی۔ اور وہ جگہ بھی بتائی جہاں اس کا ہندوستانی خادم موڑے انتظار کرتا تھا۔ اس کے بعد دو نوچلے گئے۔ میں ایک چھتیا سے درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ ٹھنڈی عطر مرہن پہل رہی تھی۔ اور درختوں کی ٹہنیوں پر پرندے چہچہاتے تھے۔ میں نے کھائے کا باسکٹ سونے رکھ دیا۔ اور پنج کھانے کے بھانسنے شکر کی طرف دیکھنے لگا۔

قریباً تین بجے رخصتہ کی موٹر نمودار ہوئی۔ اور نہرۃ جس نے حسب معمول ترکی نشین پر چہرہ کا زین حصہ نقاب میں چھپایا ہوا تھا۔ انداز وقار سے اتری۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے ہندوستانی خادم کو دبے لفظوں میں کچھ کہا۔ اس کے بعد اس سمت میں جہاں میں درخت کے نیچے سامان اکل کھولے بیٹھا تھا چلنے لگی۔ اس کی خوش رفتار سی اور کبک خرمی کی تعریف میں کیا بیان کروں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جو جنت دنیا دی ہرشت کی سیر کرنے آئی ہے۔ چند قدم چکر ٹھہر جاتی۔ اور ہری ہری شاخوں میں چھکتی ہوئی چڑیوں کو دیکھنے لگتی۔ کبھی روش کے کنارہ کسی خود رو پھول کو عالم انگلیوں سے چھو کر دیکھتی۔ اس کے بعد پھر آگے کی طرف چلنے لگتی۔ اس وقت میں میرے ہنر کے فرش پر بیٹھا پھری کی نوک سے پنیر چاٹتا۔ اور بوتل کو منہ لگا کر شراب پی رہا تھا۔

یہ ایک اس نے مجھے دیکھ لیا۔

موت سے اُتارنے کے بعد اس نے باغ کی تازہ اور خوشگوار ہوا کا حفظ کامل حاصل کرنے کے لئے زیریں نقاب بھی ہٹا دی تھی۔ اب تک میں چھٹی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اب چٹھئی اور میری طرف ٹکی نظروں سے دیکھنے لگی۔ تو میں نے بھی چار آنکھیں کیں۔
افوہ! کس بلا کا حسن تھا! سے دیکھتے ہی دل میں جھرجھری اُٹھی۔ لب نازک۔ نگاہیں بے ہک۔ چہرہ طرب اندوز جس پر سیر و گل کی روح پرورش گشتی پائی جاتی تھی، مشرق کے سواہوں اور مغرب کے سینکڑوں سنگار اس قدر ترقی پھین پر شمار ہوتے تھے۔ اسے دیکھ کر میرے دل میں بے اختیار بد نصیب گرینڈ ڈیوک کی سہمردی کا احساس پیدا ہوا۔ اس کی بجائیں ہوتا۔ اور اس کی طرح مجھ سے ایک بار عنایت اور اس کے بعد نفرت کا سلوک کیا جاتا تو... غالباً یہ داستان میرے ساتھ ہی دریائے سین کے تہ نشین ہوتی!

خیر تو میں نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ اس روش پر مجھ سے چند قدم دود عالم حیرت میں ڈوبی ہوئی میری طرف گھور رہی تھی۔ میں نے بیٹھے بیٹھے ٹوپی چھو کر سلام کیا اور کہا۔

”میلڈ موائل بس قد سہانا موسم ہے۔“

”ہاں“ اس نے مختصر جواب دیا۔

میں بدستور پنیہ کھانے میں مشغول رہا۔ اور وہ بظاہر میری طرف سے مطمئن ہو کر آگے کی طرف چل دی۔ بس گز گئے صاحب گرینڈ ڈیوک منتظر تھے۔ اور میں نے چھری کو اس کاغذ پر رکھ کر جس میں روٹی اور پنیہ لپٹا ہوا تھا۔ شراب کی بوتل اٹھائی۔ اہم صاحب والا قدر درختوں کے کچھ سے باہر نکلیے۔ اور زہرہ کو جھک کر سلام کیا۔

وہ چونک کر پیچھے ہٹی۔ اس کی حرکت میں آہوئے رم کردہ کا اضطراب تھا۔ قبل اس کے کہ میں اٹھ کر کھڑا ہوتا اس نے چھوٹی ٹھنری سیٹی جیسے نکال کر بجائی۔

میں نے جب اس نظارہ کو دیکھا ہے تو صاحب گرینڈ ڈیوک اس کی نڈک کھائی بچنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ غلط فہمی میں اس کی تعریف کے پرجوش الفاظ کہتے تھے۔ اور وہ قدم قدم پیچھے ہٹی جاتی تھی سب اس کا جیل چہرہ پھر نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ یہ ایک کسی کے دوڑتے ہوئے آنے کی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ میں سمجھ گیا۔ چند لال بھگاڑا ہے۔ اب میرے لئے وقت عمل تھا۔ دوڑ کر پاس گیا۔ اور زہرہ اور گرینڈ ڈیوک کے درمیان کھڑے ہو کر کہا۔

تمیڈ موازل کیا یہ صاحب آپ کو تنگ کرتے ہیں؟
 "پاجی۔ سور۔ ہٹ جا" گرینڈ ڈیوک نے قہر آلود ہو کر کہا۔ اور اپنے طاقت ور باند کا دھکاکے کر مجھے ایک طرف گرا دیا۔

صاحب میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ زہرہ الخلا نے جہت خیر سکون کے اچھے میں مجھ سے کہا۔ مگر آپ تکلیف نہ کریں۔ میرا نوکر آ رہا ہے۔

میں کپڑے بھاڑتا ہوا اٹھا ہوا تھا کہ چند لال نے مجھے سے گرینڈ ڈیوک پر وار کیا جیسی پرخون ہلک سیاح فام مہدوسانی کی آنکھوں میں میں نے اس وقت دیکھی۔ وہ کبھی کسی انسان کی حالت میں نہیں دیکھی گئی جو طرح شیر کی آنکھیں شکار کا پیچھا کرتے وقت جنگاں میں۔ اسی طرح اس کی آنکھیں مشتعل تھیں اور دانت کسی وحشی حیوان کی طرح چمکتے تھے۔ اس کا لاغر جسم کبلی کی ٹرپ کے ساتھ ہوا میں اچھلا اور جریعت کے طاقتور بدن پر اس طرح گرا جیسے کوئی زندہ جھپٹا لگا کر گرتا ہے۔ گندمی رنگ کی لمبی انگلیاں گرینڈ ڈیوک کی گردن پر کس گئیں اور وہ منہ کے بل گرے۔

چند لال "پراسرار قاصد نے شانانہ وقار سے کہا۔
 چند لال گرے ہوئے دشمن کے شانہ پر نانو دئے بیٹھا تھا۔ زہرہ کی دلکش مہین آواز آتی ہی ادھر دیکھا۔ اس کی مشتعل آنکھوں سے خون برشتا تھا۔ گرینڈ ڈیوک

جس بے بسی میں فرشِ زمین پر پڑے تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ پھر پرے بدن کا ہندوستانی کسی نامی پہلوان کی اولاد یا شاید عہدِ قدیم کے ان ٹھگوں کی یادگار ہے جن کو گٹھا گھوٹنے کے فن میں بیطلوٹے حاصل تھا۔ گریٹ ڈیوک کے بدن کا کوئی حصہ تو حرکت نہ کر سکتا تھا۔ البتہ زبان بھی کہ برابر چل رہی تھی۔ ملی جلی روسی اور فرامیسی میں جی کھول کر کالیاں دے رہے تھے۔

”چند دلال“ زہرہ انھلنے پھر ایک بار کہا۔

سیاہ فام ہندوستانی نے گریٹ ڈیوک کی گردن چھوڑ کر ان کے بازوؤں کو اس طرح کس لیا جیسے جو جٹس میں کیا کرتے ہیں اور دباؤ کے زور سے کھڑا ہونے پر مجبور کیا۔ آہ! کیسا عجیب نشانہ تھا۔ ایک۔ دو میکل روسی اسیر عظیم الشان فوجوں کا سپہ سالار۔ بے باک۔ بے ہراس اور لڑاکا۔ اس لاغر اندام ہندوستانی کی گرفت میں سچ کی طرح بے بس ہو گیا جس وقت دو نوکھڑے ہوئے تو مجھے چند دلال کے ہاتھ میں کسی تیز آلہ کی چمک نظر آئی۔ مگر میں اس بارہ میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ توجہ کئی باتوں پر بھی ہوئی تھی۔

عین اس وقت کا سیمیر زرد وادِ خوف زدہ۔ دختوں کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ خدا جانے یہ زہرہ کے اشارہ کا نتیجہ تھا۔ یا کا سیمیر کی آمد کا۔ بہر حال اس کے آتے ہی چند دلال نے گریٹ ڈیوک کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے سرخ قتلے ہوئے چہرہ کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے ایک بازو اٹھا کر کانپتی ہوئی انگلی سے اشارہ کر کے فقط اٹکا ہوا ”جاؤ“

گریٹ ڈیوک نے جوش سے مٹھیاں کس لیں۔ پھر باری باری ہم سب کو اس طرح دیکھنا گویا مصالحت سوچ رہے ہیں۔ آخر شانوں کو حرکت دے کر ایک بڑا ریٹھی رومال نکالا اور اس سے گردن اور کلا یوں کے وہ مقام پونچھے جو شاق۔ ستانی کی

خفاک گرفت میں آچکے تھے۔ اس کے بعد رومال کو زمین پر پھینک دیا۔ مگر میں نے دیکھا اس پر خون کی ایک ہلکی سرخ حتیٰ نظر آتی تھی۔

گریڈ ڈیوک آئیون دوبارہ آنکھ اٹھائے بغیر رخصت ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے کچھ کا سیر بھی برسا منہ بنائے چلا گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہو گا کہ آخر اند کرنے مجھے اس بدلے ہوئے بھی میں بالکل نہ پہچانا تھا۔

ان کے جلسے پر میں حسین رقاصہ کی طرف مڑا۔ اور اس کے ٹوپی چھو کر پوچھا۔
”میسے لائن کوئی خدمت ہو تو حکم دیجئے۔“

”بس ہربانی۔“ اس نے جواب دیا اور مجھے پانچ فرانک انعام دے کر اس طرف ہولی جہاں ٹرک پر موٹر انتظار کر رہی تھی۔

وفا دار مگر خون آشام چند دلال سدھے ہوئے کتے کی مانند اس کے ساتھ تھا میں اسی جگہ کھڑا ہوا کبھی اپنے منکر کچا کبھی اس کی بخشش کی طرف دیکھتا تھا۔

اس سہ پہر کہ میں نے خفیہ پولیس کے ایک آدمی کو جو ہندوستانی جانتا تھا۔ اس کام پر متعین کیا۔ کہ اگر چند دلال میگل کے قہوہ خانہ سے ٹیلی فون پر کوئی پیغام بھیجے یا دھول کے توزیج میں کھڑے ہو کر اس کا مضمین معلوم کیا جائے۔ مجھے بتایا گیا کہ گریڈ ڈیوک آئیون نے اس رات مونٹ مارٹر کے تھیٹر میں جہاں زہرہ نمودا نقش کر لی تھی۔ ایک مجلس ریور وکرایا ہے۔ اس رات وہاں اس کا خاص ناچ ہونا تھا۔ ایسا موقعہ کیوں ہاتھ سے جانے دیا جاتا؟ میں نے اس نالک کو دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن منڈوہ میں پہنچ کر مجھے کئی عجیب و غریب واقعات دیکھنے تھے جن کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔

ان ایام میں زہرہ الخاں نے ایک عظیم النظیر رقاصہ کی حیثیت میں اتنی شہرت حاصل کر لی تھی۔ کہ اس کا نام اس منڈوہ خاص کے سر پرستوں کے دائرہ سے نکلا کر چھ سو روپے کے

ناٹک دیکھنے والوں میں مشہور ہو گیا جس ایکٹر کا شہرہ بچہ بچہ کی زبان پر ہو جس کی خدمات حاصل کرنے کو دوسرے تھیٹر ڈس کے مالک نہ مانگی رٹیں ادا کرنے کو تیار نہ ہوں۔ اس کا ایک سنگم کمپنی سے وابستہ رہنا عجیب حیرت خیز معائنہ۔ اسی لئے میں ایک تھیٹرنگل ڈائریکٹر کی حیثیت میں اس سے ملنے گیا تھا۔ اگرچہ جیسا پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ اس نے ملنا نامنظور کر دیا تھا۔

اس رات میں تماشہ گاہ میں پہنچا۔ نو سو ڈوہ گیلری سے بیکرٹال تک کھپا کچھ بھرا ہوا تھا۔ بہترین کرسیں پر میں کے منتخب عمائد کے لئے مخصوص تھے۔ اور کیا مرد کیا عورتیں سب اس رات کا عجیب و غریب ناچ دیکھنے کو بیٹھ رہیں۔ پہلی نشستوں میں بیٹھے ہوئے میں نے دو تین بار سڑے منڈوہ پر تیز متنبس نظر ڈالی مگر گرینڈ ڈپوک آجیون کہیں نظر نہ آتے تھے۔ کھیل شروع ہونے کا وقت ہو گیا۔ تیسری گھنٹی بج چکی۔ مگر نہ مٹس کا بکس اب تک خالی تھا امیرا دل کسی آنے والی خرابی کے خیال سے بزور دہک دہک کرنے لگا۔

لیکن جب چند سین ہو چکے تو وہ تشریف لے آئے۔ میں نے غور سے ان کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ وہ آج بے طرح زرد و اور پریشان نظر آتے تھے۔

لبے پہلا باب ختم ہوا۔ دوسرے باب کے پہلے سین میں زہرہ کا ناچ تھا۔ خلقت دم بہتہ صورت تصویر بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنے میں پردہ ہلا اور تھیٹر کے منتظم صاحب نمودار ہوئے وہ اس وقت خلافت معمرل بدحواس اور صراپہ تھے۔

قصہ جان بزم انہوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔ میں کمپنی کی طرف سے بڑے رنج و اندوس کے ساتھ یہ اطلاع عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں کہ میٹر موڈل زہرہ انجانا گہاں علیس ہو گئیں۔ آج رات کھیل میں حصہ نہ لے سکیں گی۔ مگر ان کی بجائے ...

ان کی بجائے کمپنی نے کس کی خدمات حاصل کیں۔ اس کا حال کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ مصنف کا ناقام فقرہ سننے ہی ثبات یوں کے تھکر سے ایک خوفناک ہر خشکیں سمندر کی موج طوفان خیز

کم از کم میرے پاس ان کا کچھ جواب نہ تھا۔ اسی حالت میں گرینڈ ڈیوک کے ہوٹل کی روانہ ہوا۔ مشاہیر عالم جب اپنی اعلیٰ شخصیت چھپا کر سفر کرتے ہیں تو منشا کے برخلاف ان کا ستھرہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہرچیز گرینڈ ڈیوک آئیون ایم۔ ڈی سٹیبلر کے نام سے پیرس میں مقیم تھے مگر حالت یہ تھی کہ ان کی سواری جدھر سے گزرتی۔ سب لوگ کہتے تھے ”کیچنار دس کے گرینڈ ڈیوک آئیون بھیس بدلے ہوئے جا رہے ہیں“ ٹیکسی سے اتر کر ہوٹل کی ڈیوڑھی میں پہنچا تو خلقت کا وہ ہجوم تھا کہ الامان۔ پریس۔ پولیس اور سپیک۔ ٹینوں طرح کے آدمی ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے۔ ”کیا پیرس گرینڈ ڈیوک کا انتقال ہو گیا؟“ لفٹ سے اتر کر ڈیوڑھی کی طرف آتا ہوا کا سیمیرل گیا۔ میری اصلی یعنی ایم بیگس کی حیثیت کو اس نے بالکل نہیں پہچانا۔

”تم کیا آنچھانی گرینڈ ڈیوک کے خدام میں شامل ہو؟“ میں نے پوچھا۔
”موسید میرے ستم نصیب آقا کا نام ایم۔ ڈی سٹیبلر تھا۔“ اس نے جواب دیا۔
میں نے اپنا کارڈ پیش کیا اور کہا۔

”میں جانتا ہوں ایم۔ ڈی سٹیبلر گرینڈ ڈیوک آئیون ہی کا نام تھا۔ تنہا ہے سوا ان کے ساتھ اور آدمی بھی تھے؟“

میں نے یہ سوال تخص برسبل تذکرہ پوچھا۔ ورنہ معلوم تھا کہ گرینڈ ڈیوک فقط ٹیک دل کا سیمیر کو ساتھ لے کر پیرس آئے تھے۔

”نہیں موسیو“ اس نے جواب دیا۔ ”میں اکیلے ان کی خدمت کرتا تھا۔“

”کب اور کس جگہ سیر ہوئے؟“

”تھیٹر کا کرکچر۔ مونٹ مارٹریس۔ آج رات سوا دس بجے کے قریب۔“

”کوئی اور ان کے ساتھ تھا؟“

”جی نہیں۔ نہ لائی نس اپنے جس میں تہلے تھے۔ اور مجھے حکم دے گئے تھے کہ اچھے موڑ

if you want write ~~the~~ this thing
give in any paper.

دعویٰ جانا

بھرنے

”سوا اس بجے قیصر کے میجر نے ٹیلی فون پر خبر دی کہ سرکار دفعتاً بیمار ہو گئے اور وہیں ان کے لئے ایک ڈاکٹر کو طلب کیا گیا۔ میں فوراً موٹر لیا کر گیا۔ وہ اس وقت ایک کمرہ میں جہاں ایک ٹرولر لباس پہنا کرتے ہیں۔ کوپڑ پر بیٹے ہوئے تھے۔ ایک ڈاکٹر ان کے پاس تھا۔ مگر میں نے دیکھا بالکل بیہوش تھے۔ ہم انہیں اٹھا کر موٹر تک لے آئے۔“

”ہم؟“

”میں آدمی۔ ہیں۔ ڈاکٹر اور قیصر کا میجر۔ سرکار اس وقت بیہوش تھے۔ اور مجھے ان کی حالت رومی نظر آتی تھی۔ مگر ڈاکٹر نے بیان کیا کہ ابھی روتی جاں باقی ہے۔ خیر ہم نے بڑی احتیاط سے موٹر کے گدے پر لٹا دیا۔ مگر موٹر ہینچنے سے پہلے۔ رستہ میں ہی ڈاکٹر جو پاس بیٹھا ہوا غصہ سے دیکھ رہا تھا۔ پریشانی سے کہنے لگا۔ افسوس آپ ہوئے۔ آہ! کتنا الم خیز ہوا تھا!“

”گویا آپ اس جگہ پہنچنے سے پہلے انتقال کر گئے؟“

”جی ہاں۔ موٹر سے اتار اتوبے چلے گئے۔“

”کس کس نے لاش کا معائنہ کیا ہے؟“

”اُسے صاحب۔ پیرس کے آدھے ڈاکٹر آچکے۔ مگر شخص کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں بچتا۔“

”وفا دار کا سیر! وہ اس وقت بے حد پریشان تھا۔ میں نے دیکھا اسکی آنکھوں میں

غم کے آنسو چمک رہے تھے۔ لفٹ پر سوار ہو کر میں اس کمرہ میں گیا۔ جہاں گرینڈ ڈیوک

کی لاش رکھی ہوئی تھی۔ تین ڈاکٹر اب بھی موجود تھے جن میں سے ایک وہی تھا جسکی

نسبت کا سیر نے بیان کیا۔ کہ قیصر والوں نے گرینڈ ڈیوک کے بیمار ہوتے ہی اس کو بلایا

تھا۔ تین دن بعد اس اور سر اسیمہ نظر آئے تھے۔“

”آپ کی موت دل کی حرکت بند ہونے سے واقع ہوئی۔“ اس پہلے ڈاکٹر نے مجھے بیان کیا تھیں میرے خیال میں انہیں ضعف قلب کا دیرینہ عارضہ تھا۔
باقی دو بھی اس سوال پر متفق رائے تھے۔

”میرے خیال میں ان کے دل کو یکایک کوئی بھاری صدمہ پہنچا ہے۔“ دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔

”صاحبو! میں نے باری باری تینوں کے منہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا کیا آپ لوگ یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی موت قدرتی تھی؟ کسی خارجی اثر کو ان کی ہلاکت میں دخل تھا؟ سب نے اتفاق رائے سے انکار کیا۔

”بہار ہونے کے موقع پر انہوں نے کوئی ایسی بات کہی تھی جس سے عارضہ قلب کی تصدیق ہو سکتی؟“

”نہیں معلوم ہوا کہ کس سے بھگتے ہی دروازہ کے پاس بیہوش ہو کر گر گئے، اور اس کے بعد پھر آنکھ نہیں کھولی۔ اس واقعہ کے متعلق مختلف گواہوں اور ڈاکٹروں کے بیانات اور دوسرے مطلقہ کاغذات ایک سلسل کی صورت میں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی موت قدرتی اسباب سے واقع ہوئی تھی۔ گویا ظاہری حالات میں وہ شبہ قتل چھوڑ دے دل میں پیدا ہوا ایسے بنیاد نظر آتا تھا۔ اس کے باوجود... خیر دیکھئے۔

ہوٹل سے رخصت ہو کر میں اس آدمی سے ملا۔ جو تھوہ خانہ کی ٹیلی فون کا نمبر تھا۔ معلوم ہوا پہلی رات ٹیلی فون پر کچھ گفتگو ہوئی تھی مگر اس کا تعلق ایک یوانی گھڑ ساز سے تھا جسے ترکی تبا کو کے چند گٹھوں کی چوری کی اطلاع دی گئی تھی... بمقامی قسم کی واقفیت جو عام حالات میں شاید قابل توجہ سمجھی جاتی۔ مگر موجودہ صورت میں میرے لئے ہر قسم کی دلچسپی سے خالی تھی۔ میگل کے بارہ میں ہر چند یقین کامل تھا کہ بھپو کی حمایت سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اس سے براہ راست استصواب لا حاصل تھا۔ میرا خیال ہے تھوہ خانہ

کی ٹیلی فون استعمال کرنے کی ہر ایسے شخص کو اجازت تھی جو عام طور پر دہاں جلتا ہو۔ محض برائے نام فیس ادا کرنی پڑتی تھی۔

کوئی کم تجربہ کار آدمی گرینڈ ڈپوک کی موت کو یقیناً اتفاقی سمجھتا۔ جب سارا عالم متفق ہو۔ تو کسی شخص واحد کا شک کیا کر سکتا ہے؟ موجودہ حالت میں وقتی ڈاکٹروں کا اطمینان ہو گیا۔ کہ ڈپوک کی موت قدرتی اور اتفاقی تھی۔ ان کے ذاتی طبیب کا اطمینان ہو گیا۔ کہ عارضہ قلب کی شکایت ان کے خاندان میں موروثی تھی۔ اگرچہ کبھی جہلک ثابت نہیں ہوئی۔ گوڈمنسٹ روس کا بھی۔ جسے قتل کا سب سے زیادہ شبہ ہونا چاہیے تھا۔ اطمینان ہو گیا۔ مگر...

افسوس میرا نہیں ہوا۔

تھریٹر کا ریکورڈ موزٹ مارٹ کے سینجر سے میں نے کئی ایک سوالات پوچھے۔ ان کے جواب میں اس نے تسلیم کیا۔ کہ میڈموازل زہرہ انخلا کی شخصیت ہمارے لئے عدد درجے پر اسرار تھی۔ سٹیج پر آنے سے پہلے وہ جس مکرہ میں لباس تبدیل کرتی۔ دہاں مجھے اور کہنی کے ملازموں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی حتیٰ کہ سٹیج مینجر اور موسیقی کے ڈائریکٹر کے سوا کبھی کسی کی اس سے گفتگو بھی نہیں ہوئی۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ وہ نہایت صاف فزسیسی ہول سکتی تھی۔ مگر اس سے ان کی گفتگو صرف موسیقی یا روشنی کے اثر کے متعلق ہی ہوتی تھی۔ عام معاملات پر بالکل نہیں۔

ٹائٹ کہنی میں رہ کر کسی ایجنٹس کے لئے اس قسم کی علیحدگی کی زندگی بسر کرنا واقعی عجیب و حیرت خیز تھا۔ بات کسی طرح حقیقی نہ تھی۔ مگر میرے اعتراض پر کہنی والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ عورت چونکہ نہایت قلیل نخواستہ پر کام کرتی۔ اور اسکی موجودگی ہمارے لئے ہر طرح نقص بخش تھی۔ حتیٰ کہ اسکی بدولت منڈوہ عموماً بھرا رہتا تھا۔ اس لئے کسی بات پر فیصد انکوائری چھنی نہ کی جاتی تھی۔ اسکی ملازمت کا آغاز بھی نہایت عجیب حالات میں ہوا تھا۔ یعنی اس نے مارسیلز سے اپنی خوبی رقص کے بارہ میں بعض سندات بھیجے ہوئے ایک تحریر میں

درخواست روانہ ہم نے اسے ایک ہفتہ کے لئے آزمائش کے طور پر بلایا۔ مگر وہ دو مہینے کام کرتی رہی اور اگر وہ جاتی "غریب میجر نے بسورتے ہوئے کہا۔ تو ہم اس سے پانچ گنا تنخواہ دینے کو بھی تیار تھے؟

دوران گفتگو میں ایک بات اور بھی معلوم ہوئی: نہ صرف اخلا عام طور پر سپید ریشم کا وہ مخصوص ترکی نقاب جسے یشاک کہتے ہیں پہن کر نکلتی تھی۔ فوٹو کی سب تصویروں میں اس کے چہرہ کا زیریں حصہ۔ خوشناملہ رینر آنکھیں چھوڑ کر۔ باریک یشاک میں ڈھکا ہوا منظر آتا تھا۔ مگر سیٹج پر آتے وقت یہ برائے نام پردہ ہٹا دیا جاتا۔ آخر فوٹو کی تصویریں یہاں یہ پابندی کیوں تھی؟

مجھے نہرو کی وہ تصویر یاد آئی جو اس نے گرینڈ ڈیوک آئیڈن کو دوس میں بھیجی تھی اور جس کی کشش اس بد نصیب کو پیرس کھینچ کر لائی۔ خدا معلوم اس میں اس کا چہرہ نہ لگا تھا یا ڈھکا ہوا؟ مگر اس سوال کا جواب افسوس اب نہ مل سکتا تھا۔ کیونکہ بائے ٹاؤن کے درزاگ ہنگامہ کے بعد گرینڈ ڈیوک نے ہٹل میں آتے ہی غصہ کے جوش میں اس تصویر کو بھاڑ کر پھینک دیا تھا!

غرض جہاں تک سرخ رسانی کے عام طریقوں کا تعلق ہے۔ میرے لئے کوئی راہ کوئی صورت عمل باقی نہ تھی۔ مگر ایک بات جس پر میرا ہمیشہ اہل مغرب سے اختلاف اور مشرقیوں سے اتفاق رہا ہے۔ وہ قیمت یعنی نقد یا انسانی کا اعتقاد ہے۔ میرا چھتہ عقیدہ یہ ہے... اور شاید میری طرح بعض اور جہانگیرہ سرخ رسانیوں کا بھی ہے۔ کہ نامی مجرموں کی گرفتاری سبھی انسانی سے بڑھ کر ان کی اپنی شو می تقدیر سے عمل میں آتی ہے۔ قیمت کی اٹھک ویسی بڑی بے رحمی سے ان کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ اور آخر کار وہ ہی ان کی حراست اور سزا پائی کا ذریعہ بنتی ہے جس کا مطلب زیادہ صاف لفظوں میں یہ ہے کہ ایسے مجرموں کا سرخ رنگ لگانے والوں کو اتفاقاً بعض ایسے حادثات معلوم ہو جاتے ہیں جو ان کی کامیابی؟

ہیں۔ کم از کم یہ بات گرینڈ ڈیوک آئیون کی پراسرار موت کا عقدہ حل کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔

ان کو مزے کئی جیسے گزرنے لگے تھے۔ اور زہرہ اخلا کی یاد رفتہ رفتہ میرے دل سے محو ہوتی جا رہی تھی۔ کہ ایک رات ناگ دکھتے ہوئے میری ایک مشہور فرامیسی سائنس سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں اس نے مارے کے وحید العصر ماہر برقیات ہنزیک ایرکن کی مرگ بے ہنگام کا ذکر کیا۔ جو کچھ دنوں پیشتر ظہور میں آئی تھی اور کہا۔

”ایم۔ میکس۔ ایرکن کی موت ایک عالمگیر اثر رکھنے والا سانحہ ہے جسے موجودہ نسلیں مدت دراز تک نہ بھولیں گی۔ میرے نزدیک ان کا انتقال اس صدی کے لئے صدمہ جانتا ہے کم نہیں۔ نہ اسکی اہمیت گرینڈ ڈیوک آئیون کی موت سے کم ہے۔ غور کیجئے دونوں نے وسط شباب میں رحلت کی۔ اور دونوں کی موت ایک ہی طرح کے حالات میں واقع ہوئی۔“

گرینڈ ڈیوک کا نام آتے ہی میرے کان کھڑے ہو گئے۔ ”جسے“ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”تیرا اپنا خیال تو یہ ہے۔“ اس نے تعزیر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”کہ قدرت انسان کو ترقی کی انتہا پر پہنچنے سے باز رکھنا چاہتی ہے۔ اسی لئے وہ لوگ جو کسی فن خاص میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ قبل از وقت مر جاتے ہیں۔ گرینڈ ڈیوک آئیون فن سپر گری میں وحید الدہر تھے۔ مگر میں عالم شباب میں ایک دن ناگہانی طور پر مر گئے۔ اس کے تین ماہ بعد امریکہ کے نامی ایلر بوجر مین نے سمندر میں سفر کرتے ہوئے انتقال کیا۔ اب ایرکن اور فان بولونڈ چینی موتیں ویسی ہی حسرت ناگ اور پراسرار ہیں۔ دونوں اپنے اپنے فن کے ماہر کامل تھے۔ ایرکن نے مارسیڈیٹ کے میدان میں کامیابی حاصل کی تھی۔“ ان رسولٹ نے کان کھنی کے فن میں ۱۰۰۰ صدی کے پہلے آدمی تھے جس نے بڑی مقداریں ریڈیم دریافت کی۔ چند

سال اور زندہ رہتے تو نہ جانے سائنس کی دنیا میں کتنا انقلاب پیدا کر دیتے مگر ایک دوست کے مکان پر بیٹھے بیٹھے دفعتاً بیمار ہوئے۔ اور ڈاکٹر کی امداد حاصل ہونے سے پہلے مر گئے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟

”بڑا پر اسرار معاملہ ہے۔“

پراسرار اور خوفناک

”آپ کیا ایم وان ربوٹ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے؟“ میں نے دریافت کیا۔
 ”وہ میرے گہرے دوست تھے نہایت شریف اور خوش فہم۔ مجھے ان کی موت کا خبر پہلے ہی نہ بھولے گا۔ کیونکہ مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے سر بازار ملے تو پہلے اچھے تھے۔ اور وہ گفتگو جو اس موقع پر ہمارے درمیان ہوئی۔۔۔ میں کیا اسے بھول سکتا ہوں؟“
 ”کیوں۔ کیا گفتگو ہوئی تھی؟“ میں نے سوال کیا۔

میرے خیال میں وان ربوٹ نے جو سوال اس وقت پوچھا وہ محض اس لئے ہو گا کہ انہیں معلوم تھا۔ میں اس قسم کی تحقیق کا بہت شائق ہوں۔ مگر ان کا سوال ایسا تھا۔ جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہتے تھے ”کیا آپ افریقہ یا ایشیا کے کسی ایسے مذہب یا فرقہ سے واقف ہیں جو بچھوڑوں کی پرستش کرتا ہو؟“

”بچھوڑوں کی؟“ میں نے چونک کر کہا۔ پھر کہنا موسیو۔ کیا بچھوڑوں کی؟
 وہ میری حیرت سے بہت تعجب ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ”کیوں۔ آپ کو اتنی حیرت کیوں ہے؟“

”اس لئے کہ سوال ہی ایسا ہے۔ کیا آپ کو نہ ہوئی تھی؟“
 ”مجھے کم از کم اس بات کا سخت تعجب تھا کہ انہوں نے یہ سوال کیوں پوچھا۔ خیر میں نے اس بارہ میں اپنی لاعلمی ظاہر کی جس کے بعد انہوں نے گفتگو کا مضمون بدل دیا۔ اور یہ کچھ معلوم نہ کر سکا۔ کہ یہ عجیب سوال انہوں نے کیوں پوچھا تھا۔“

اس رات میں آپسہ لڑکھ کر نکلا تو خیالات خوش اور اچکڑوں اور خوش گلو ایکسٹوں سے زیادہ اس گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔ جو وقفہ کے دوران میں بھی نئی تھی۔ قدرت کو انسانی کوششوں کی تکمیل منظور ہو یا نہ ہو۔ چند ماہ کے عرصہ قلیل میں کسی نامی شخصوں کا پراسرار حالات میں جان ویشا واقعی عجیب تھا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ ان لوگوں کی ہلاکت میں کسی مجرم کا ہاتھ تھا۔ تو شکل ترسوں یہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ ایسی مختلف اور متضاد شخصیتوں کی ہلاکت سے جیسے ایک گرینڈ ڈیوک۔ ایک امیر البحر۔ ایک ماہر ہر قیات اور ایک نامور عا کی ہو سکتی ہیں۔ کسی کو حاصل کیا ہو گا؟ اس سے بھی زیادہ میرے خیالات اس عجیب سوا پر لگے ہوئے تھے۔ جو دان رہبولٹ نے مرنے سے ایک گھنٹہ پہلے اپنے دوست سے بھپوؤں کے متعلق پوچھا تھا۔

یہ سوال ممکن تھا سرسری ہوتا۔ مگر بھپو کا لفظ چونکہ ان ملکوں کے سوا جہاں ان ناپاک جانوروں کی کثرت ہے۔ دوسرے مقامات میں بہت کم مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ضرور اس سوال کی تہ میں کوئی بات ہوگی۔ اور کچھ عرصہ پہلے میں لفظ بھپو کا استعمال اس گفتگو کے دوران میں سن چکا تھا۔ جو زہرہ اخلا کے ہندوستانی خادم چند لال کی کسی شخص نامی معاملہ سے ٹیلی فون پر ہوئی تھی۔ اور یہ پراسرار زہرہ ہی تھی۔ جس کی بدولت گرینڈ ڈیوک ایمون پیرس آئے۔ اور یہاں آکر ہلاک ہوئے تھے۔ پس رہ کر سچا تھا کیا اس بھپو کا دان رہبولٹ کے بھپو سے کوئی تعلق ممکن ہے؟

جیسا آپ دیکھ سکتے ہیں سراغ بہت کمزور تھا۔ مگر ہم لوگ جنہوں نے خفیہ پس چھو نہیں رہے عمریں گزار دی ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ بسا اوقات اس سے بھی خفیہ سراغ نے مار سیہ الشان کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

مکن تھا اس ذہنی کشمکش میں میں یہ سوچتا ہوا ہندوؤں کو گداز دیتا۔ کہ ان ظاہر توں کی تہ میں کوئی خوفناک ذریعہ تعلق ہے یا نہیں۔ مگر انہی دنوں ایک ایسا

واقف پیش آیا جس نے میرے قوائے معطل کو پھر تازہ دم کر دیا۔ خبر آئی کہ انگلستان کے نامی جراح
سرفرنیک نارکوم لندن کے ایک ہتیر میں بیٹھے بیٹھے بیہوش ہو گئے۔ اور اس کے ہتیر ہی
دبر بعد ان کا انتقال ہوا۔ اس واقعہ نے سب بھولی ہوئی باتوں کی یاد تازہ کر دی۔ ایک اور
نامی آدمی کے غیر متوقع حالات میں اچانک مرنے سے گرینڈ ڈوک آئیون۔ ہنریک ایرکن
میر البحر سیکنے اور وان رسبولڈ کی پراسرار موتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ یہ تو ایسا
حکوم ہوتا تھا۔ کہ ایک عجیب قسم کی نئی واپس آ رہی تھی۔ جو صرف نامور لوگوں پر حملہ
کے ان کے علاج تک کا موقع نہیں دیتی۔ کیونکہ اب تک جس قدر آدمیوں کا ان پر امر
لات میں انتقال ہوا وہ سائنس کی کسی نہ کسی شاخ میں مہارت رکھتے تھے۔ جیسے گرینڈ
ڈوک آئیون فن سپر گری میں، میر البحر سیکنے جنگ آبدوزی میں۔ ہنریک ایرکن برقیات
میں۔ وان رسبولڈ معدنیات کی انجینیری میں اور سرفرنیک نارکوم فن جراحی میں۔ کیا سچ بچ
خدا کی غلکی بادشاہت میں ایسے عالیشان دماغوں کی کوئی خاص ضرورت پیش آگئی تھی؟
اور اس کے ساتھ بھپو کا پراسرار لفظ ہر وقت میرے ذہن میں تازہ تھا۔ سوتے
جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے میں اس عجیب سوال پر ہر پہلو سے غور کرتا سوتے کہ میں نے یہ معلوم
کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ کیا سرفرنیک نارکوم نے بھی مرنے سے پہلے کسی سے کچھ کے متعلق
کوئی سوال پوچھا یا اس بارہ میں کسی طرح کا ذکر کیا تھا؟

اس کے علاوہ خیال آیا۔ نہرہ اخلا فرانس سے رخصت ہو کر انگلستان گئی تھی۔ کیا
سچ بچ اس معشوقہ صحرائی نے یورپ کے باقی ملکوں سے فارغ ہو کر اب انگلستان پر نظر
عنایت مبذول کی ہے؟
بات قابل تحقیق تھی۔

باب ۴۲

قہوہ خانہ کا معرکہ

یہی وہ دن تھے جب میری تحریک پر ہر دس ٹاشورٹی ٹی کی طرف سے نیوسکاٹ لینڈ پارڈ کو اطلاع دی گئی کہ بچپو کے متعلق کوئی ذکر کہیں شایا دیکھا جائے۔ تو اس سرعہ کی سعی و استقلال سے پیر دی کر کے حالات معلوم کی اطلاع دی جائے۔ مگر افسوس ہے انگلستان کی خفیہ پولیس کو اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور شاید موبھی نہ سکتی۔ کیونکہ میں نے جو قلیل حالات اب تک معلوم کئے۔ وہ محض اتفاقی تھے۔ بہر حال میں نے ایک بار لندن جلد خود تحقیقات کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا۔

اس اثنا میں میرا ایک آدمی ہر وقت میگل کی نگرانی پر لگا رہتا تھا۔ کیونکہ یہ بات وار ہو چکی تھی کہ اس کے زیر اہتمام قہوہ خانہ میں ہر قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ ہندوستانی چندو لال سے اس کے اندرونی تعلقات کیا تھے۔ اس کا حال مجھے قطعاً معلوم نہ تھا۔ میں اتنا ہی جانتا تھا کہ اس شخص نے ایک سے زیادہ موقعوں پر اس قہوہ خانہ سے ٹیلی فون کے پیغامات بھیجے اور وصول کئے۔ مگر زہرہ الخاکی روانگی کے بعد کبھی کسی نے اس ٹیلیفون پر گفتگو کرتے ہوئے بچپو کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس کے باوجود میں نے فیصلہ کر لیا کہ عازم لندن ہونے سے پہلے ایک بار خود اس آدمی سے ملنا چاہیے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اس فیصلہ میں ضرور کوئی غیبی تحریک شامل تھی۔ کیونکہ جیسا آپ دیکھیں گے۔ میرا وہاں جانا کسی پہلوؤں سے مفید ثابت ہوا۔

اس قسم کے کپڑے پہن کر جن سے قہوہ خانہ میں میری موجودگی کسی کے دل میں شک و مستح پیدا نہ کر سکتی تھی۔ میں اس جگہ داخل ہوا اور بڑے اطمینان سے بیٹھ کر کاغذ کا بیئر پیگ طلب کیا۔ میگل خود نکلا اس لیے کہ حاضر ہوا۔ اسے سامنے کھ کر میں نے سگریٹ جلایا اور

اس پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کا جائزہ لینے لگا۔

قبوہ خانہ میں اس وقت آٹھ یا نو مرد اور صرف دو عورتیں تھیں۔ چار آدمی ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے تھے۔ اور باقی اوپر ادھر شراب یا قبا کو پینے میں مشغول تھے۔ عورتیں جھڑپوں نے اونے قیمت کے بٹھریلے لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور جن کی بے حجابی سبے تکلفی اور زلیں مزاجی ان کے پیشہ حسن فروشی پر دلالت کرتی تھی۔ ایک نر لیدر کا سجلیہ بحیرین سلمان کو گھیرے ہوئے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔ اس قبوہ خانہ میں میری پہچان کا فقط ایک آدمی تھا۔۔۔ جین سلچ ایک خطرناک مجرم جو امریکہ میں تختہ برقی سے بال بال بچا اور اب ایک مدت سے مقامی خفیہ پولیس کی نظروں میں تھا۔ یہ شخص تھوڑے کا تھوڑی دیر کے بعد ان عورتوں میں سے ایک کو دیکھ کر۔۔۔ وہ جس سے بحیرین حبشی کی زیادہ بے تکلفی تھی۔ مسکرائے لگتا۔ اور کچھ کچھ اشارے کرتا تھا۔

ایک آدمی تاش کھیلنے والوں کی چوڑھی میں بھی ایسا تھا۔ جس پر ایک تجربہ کار قیافہ شناس کی حیثیت میں میری نظر خاص طور پر جمی۔ اس کے ریشٹل چہرہ پر بد نما سرخ داغ تھا۔ پیشانی سے دبانہ کے بامیں کنارہ تک لمبا اور کسی پرانے غوغا کی زخم کی یادگار جس کے اندمال نے بالائی ہونٹ کے کنارہ کو اس طرح اونچا اٹھا دیا۔ کہ اب اسکی صورت کسی بچھے ہوئے وحشی حیوان سے ملتی تھی۔ ناک کی کوٹھی دب جانے سے چہرہ اور بھی مکروہ اور ڈرانا ہو گیا تھا۔ جس کا نام تو معلوم نہ تھا۔ مگر بیٹھی ہوئی ناک۔ اور بھیا ناک چہرہ کی وجہ سے میں نے اپنے ذہن میں نمکنا شیطان اس کا نام رکھا۔

قریباً دسٹ میں اس قبوہ خانہ میں بیٹھا اور آخر شراب کا گلاس ختم کر کے اٹھا چاہتا تھا۔ کہ مجرم جین سلچ اپنی جگہ سے چلکر اس مقام پر گیا۔ جہاں دو عورتیں اور سیاہ فام مغربی بیٹھا ہوا تھا۔ جس عورت سے آخرالذکر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اس کے ملے امریکہ کی ریڈیو کے ساتھ میں غوغی مجرموں کو پھانسی کی بجائے تھوڑے بڑے جٹا کر آگ لگاتے ہیں۔

اور افریقی حبشی اس کے دیہان بیٹھ کر اس نے مرد کی طرف پیچھ پھیر لی اور عورت سے کچھ کھلا
 ہوا مذاق کر کے ہنسنے لگا۔

اس طبقہ کی عورتوں کا مزاج فہم انسانی سے بید ہے۔ وہ فاحشہ جو ایک کالے
 کلونٹے مغربی سے اتنی بے تکلف تھی۔ ساچ کے چھڑے سے اس قدر برا فروخت ہوئی
 کہ بے خبر خایں اس کے منہ پر زور کا پتھر رسید کیا جس سے وہ لڑکھڑا کر گرا۔ اور فرش
 زمین پر آرا۔ عورت کو حسادت پر دیکھ کر اجیرن کو بھی جرات ہوئی۔ چاقو تھامے میں لے
 کر کہیں پر حملہ آور ہوا۔ وہ لڑکھڑا کر پرے ہٹ گیا۔ اور اسی حالت میں اپنی جیب سے
 چاقو نکالنے کی کوشش کی۔

گر اس سے قبل کہ وہ ایسا کرتا۔ میگل یعنی قبوہ خانہ کے مالک نے دخل انداز ہوا
 اسے ہاتھ دھکیں دینے کی کوشش کی۔ جین ساچ ہر چند پست قامت تھا۔ تاہم اپنے اکھڑ
 پین میں غیر معمولی طاقت اور پھرتی رکھتا تھا۔ مالک قبوہ خانہ کی مضبوط گرفت سے چھٹ کر
 اس نے چاقو نکالا۔ اور دانٹوں سے کھول لیا۔ عین اس وقت حبشی نے میگل کی اندھا
 کی۔ اور پیر کی ٹھوک سے چاقو گر ساچ کو میگل کے سامنے ہتھ پھوڑ دیا۔ اس نے زور
 کھا بیچ ماری اور میگل پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر فرش زمین پر آ رہے۔

جین ساچ سختی تھا۔ اندھ میگل دیو میگل۔ دونوں کی نہتی جدوجہد کا انجام جو کچھ
 ہو سکتا تھا اسے جلد کر مغربی نے اپنا چاقو جیب میں رکھ لیا۔ اور جگہ پر بیٹھ گیا۔ دونوں
 دلو دیوں میں تھک چکی تھیں۔ دیر زور کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد میگل نے ساچ کو اس طرح اٹھایا۔
 گویا وہ اس کے نزدیک طفل خرد سال تھا۔ دشمن کے تڑپنے بل کھانے اور خوفناک
 گالیاں دینے کی پروا نہ کر کے وہ اسے گدڑ کی مانند سر سے اونچا لے گیا۔ پھر کھیلے دھاوا
 میں کھڑے ہو کر زور سے وسط بازار میں پھینک دیا!

اس وقت میری نظر سیاہ فام مسلمان کی کرسی کے پاس فرش زمین پر کسی سپی پر

پر جا پڑی۔ میں نے پاس جا کر اسے اٹھایا۔ اور اس کو دیکھتے ہی میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیونکہ یہ ...

ایک چھوٹا سنہری کچھ تھا!

اپنی محبت میں نواحی نظروں سے لا پرواہ میں وہیں کھڑا اس عجیب و پر اسرار پارہ زر کو حیرت و شوق کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ کہ دفعتاً کسی نے جھپٹا مار کر اسے چھین لیا۔ دیکھا تو وہی ابھرنی تہ آلود صورت بنائے میری طرف گھور رہا تھا۔

”تقوٰیہ میرا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”تم نے کہاں سے لیا؟“

”اتفاقاً پڑا ہوا لیا گیا تھا۔“ میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ”تمہارا ہے تو لے لو۔“

مگر اس کا جوش پھر بھی کم نہ ہوا۔ اور میں نے دیکھا۔ وہ کسی آدمی کو جو غالباً میرے پیچھے کھڑا تھا۔ کچھ اشارے کر رہا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو دیو قامت میگل جن سا ج کی طرف سے فارغ ہو کر میری طرف آتش ریز نظروں سے گھور رہا تھا۔

”یہ چیز کیا فرش پر پڑی ہوئی تھی؟“ اس نے میری طرف شکی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں فرش پر۔“

وہ مغربی کی طرف مڑا۔

معلوم ہوتا ہے اس سور کا چاتو گراتے وقت گر گیا۔ اس نے کہا۔ ”تم کو محتاط رہنا چاہیے۔“

ان کی آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے جس کے بعد مسلمان اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ اور میگل کو نطر کے پیچھے چلا گیا۔ بہر حال میں جب قہوہ خانہ سے رخصت ہوا۔ تو دل میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ قہر آلود سیاہ نظریں میرا پیچھا کر رہی ہیں۔

رات اندھیری تھی۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ بازار بے

سے میرے بازو کو چھوا۔ میں جھبٹ پیچھے مڑا۔
 ”وڑو نہیں میں ہوں۔“ صین ساچ کی آواز سنانی دسی۔ ”وہ کیا خیر تھی جو تم کو فرش پر ملی؟“

”سنہری کچھو۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”آہ۔ میرا اپنا اندازہ یہی کہتا تھا۔“ اس نے ہلکی آواز سے کہا۔ ”خیر جو سلوک ان دو نابکاروں نے آج مجھ سے کیا ہے۔ انہیں اس کے لئے بہت جلد پشیمان ہونا پڑے گا۔“
 ”اوپلیں۔ یہ جگہ بھڑنے کی نہیں ہے۔“
 قبل اس کے کہ میں کوئی سوال پوچھتا یا کچھ کہتا۔ وہ دوڑتا ہوا ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔ جو مختصر سی دور آگے چلکر بازار سے داہنے ہاتھ کو جاتی تھی۔

میں ایک لمحہ حیران و سرسبزہ اسی جگہ کھڑا اس کی غائب ہوتی ہوئی صورت دیکھتا رہا۔ خوش قسمتی سے میں نے دس منٹ کے عرصہ میں اتنے حالات معلوم کر لئے تھے۔ جنہیں سروس وائش رنی کا محکمہ اپنے سرکاری وسائل سے شاید دس ماہ میں بھی دریافت نہ کر سکتا وہی شومی تقدیر جو مجرموں کا چھپا کرتی ہے۔ میری مددگار ہو رہی تھی۔

اس کے بعد صین ساچ کے مشورہ پر عمل کر کے اس دیران اور اندھیرے بازار میں جو خفیہ پولیس کے نقشہ پیرس میں سرخ لکیروں سے محدود و محرم علاقہ میں شامل ہے۔ تیز چلنے لگا۔ بازار کی نکتہ پر لپ تھا۔ اس کی روشنی میں کھڑے ہو کر پیچھے کی طرف گھپ اندھیرے میں نظر ڈالی۔ وہ تنگ کوئی متفلس نظر نہ آتا تھا۔ اس کے باوجود کسی نامعلوم مقام پر پاول کی ہلکی چاپ برابر کانوں میں اڑ رہی تھی۔

میرے لئے اس قدر شبہ ہی کافی تھا۔ خط ناک حصہ شہر سے نکل کر آبادی تک پہنچنے طرف دوڑنے لگا۔ اور شکر ہے صبح سلامت پہنچ گیا۔ اس کے باوجود میں غافلہ دینا چاہتا تھا۔ جس کے تعاقب کا شبہ پاؤں کی دہلی آواز سے،

پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے کئی بازاروں کا چکر کاٹ کر آدھی رات کے قریب اپنے مکان پر پہنچا۔

عزم لندن کی سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ مکان ہی سے ایک ناب کوٹلی فون پر بدلت کی کہ ہتوہ خانہ کے مالک میگل اور اس کے مغربی دوست کے خلاف فلاں کارروائی کی جائے۔ اوجھین سلج کی نسبت یہ تحقیقات ہو کہ کہاں رہتا ہے۔ بہر حال اس قسم کی جزوی باتوں کے لئے سفر لندن ملوثی کرنا نامناسب تھا۔

مگر بونوں کی بندرگاہ میں پہنچ کر دوبار عبور کرنے والے جہاز پر سوار ہو رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں سیٹر کے صحن پر ایک آدمی آہنی ہارٹ کے سہاے جھکا ہوا آنے والے مسافر میں سے ہر ایک کو نظر غور سے دیکھ رہا ہے۔ گٹیلے بن کا بھاری بھر کم آدمی جس کا دائرہ ہی میں چھپا ہوا چہرہ پہلو سے دیکھ کر ہی شک ہو گیا۔ کہ میں نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے۔

جہاز پر چڑھ کر سگٹ جلائے گئے بہانہ سے میں نے پیچھے کی طرف دیکھا تو اس کی صورت اچھی طرح نظر آگئی۔ اب اسکی بیٹھی ہوئی ناک اور لباس رخ داغ میرے سامنے تھا۔ معلوم ہو گیا وہی نکٹا شیطان ہے جسے کل رات میگل کے ہتوہ خانہ میں تاش کھیلنے ہوئے دیکھا تھا!

ایک بات جس پر میرا اپنے انگریز مہجلیوں سے بار بار اختلاف لئے ہوا ہے اور جس کے متعلق وہ شاید کبھی مجھے اپنا ہم خیال نہ بنا سکیں گے یہ ہے کہ لباس کی تبدیلی آدمی کی صورت کو کس حد تک بدل سکتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ تیز بتجسس نظریں ہر قسم کے ملتبس لباس میں اصلیت تاراجاتی ہیں میں کہتا ہوں بے شک تاراجاتی ہیں۔ مگر ایسی بتجسس نظریں خدانے کتنے آدمیوں کو دی ہیں، کچھ بھی ہو میری دو عظیم الشان کامیابیاں۔ ایک وہ جو میں نے میگل کے ہتوہ خانہ میں اس دریافت کے ذریعہ حاصل کی کہ سنہری بھوکھی

مجرم فرقہ یا جماعت کا نشان ہے۔ دوسری یہ کہ میں اس دیو میگل ایجنسی کی آنکھوں میں خاک جھونک کر جو میری تماش میں ہر ایک سافر کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ سٹیپر پر سوار ہوا۔ تبدیل لباس پر میرے بختہ اعتقاد ہی کا نتیجہ تھیں۔

میں نہیں جانتا اس خفیہ دشمن نے جو میگل کے قہر خانہ سے رخصت ہونے کے بعد ادھر میرے میں میرا چھپا کر رہا تھا۔ میری صحیح شخصیت اور جائے سکونت دریافت کر لی یا نہیں۔ بہر حال اب کی بار خود میں اس کا چھپا کر دن گا۔ اس خیال سے میں نے رد و بار عبور کر کے یہ جلنے کی کوشش شروع کی کہ میرا کٹا دوست کہاں جاتا ہے۔ نوکشن پہنچ کر وہ لندن جانے والی ٹرین کے تیسرے درجہ میں سوار ہوا۔ میں بھی پاس دے دے ڈبہ میں بیٹھ گیا۔

ٹرین چریگا کہ اس ٹیشن پر پہنچی تو اس نے ٹکٹ گھر کے پاس کھڑے ہو کر گھڑی دیکھی اس کے بعد اپنا مینڈ بیگ اٹھا کر ٹرین سے چلتا ٹیشن سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔

وہ ایک کرایہ کی گاڑی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے چند قدم فاصلہ دے کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ مگر کان اس گفتگو کی طرف لگا لئے۔ جو وہ نوٹیں سو رہی تھی۔

ٹورڈو ٹیشن ایسٹ کوہ گاڑیاں سے کہہ رہا تھا۔ فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے۔ میں نے چھپی نظروں سے دیکھا۔ وہ ایک نوٹ... شاید ایک پونڈ کا نوٹ، ناٹھ میں لے گا۔ ٹرین کو دکھایا رہا تھا۔ گاڑیاں نے سر کے اشارہ سے حامی بھری۔ ادھر وہ اسکی گاڑی پر سوار ہوا۔ ادھر میں ایک اور گاڑی کی طرف دوڑا جو تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی

”ٹورڈو ٹیشن ایسٹ“ میں نے اپنے گاڑیوں سے کہا۔ ”جلدی چلو تو دو گنا کر ایہ

دو گنا۔“

انعام کے پانچ نے گاڑیوں کے چابکسے گڈر کر گھوڑوں پر اڑا ڈالا۔ اور وہ ہوا سے اُتار کر لے گئے۔ بازار سٹریٹ تک دو دو گاڑیاں آگئے پیچھے چلتی رہیں۔ اس کے بعد میری آگے نکل گئی۔ اسباب کی بجے پروانہ تھی۔ اسکو میں نے سٹیشن کے منگچ آفس میں ہی چھوڑ دیا۔ فی الحال سب سے بڑی ضرورت تھی شیطان کی سکوت دریافت کرنے کی تھی۔

بورڈ سٹیشن پر پہنچ کر میں نے گاڑیوں کو رخصت کیا۔ اور خود ایک ٹیلیفون بکس میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ میں اپنے دوست کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا تھا۔ غالباً اس کا مجھ سے پہلے یہاں پہنچنا غیر ممکن ہو گا۔

دس منٹ۔ پندرہ منٹ۔ آدھا اور اس کے بعد ایک گھنٹہ گزر گیا۔ مگر ٹکٹ شیطان کہیں نظر نہ آتا تھا۔ میرا دل خوف سے گھبرانے لگا۔ ایسا تو نہ ہو وہ مجھ پر شک کر کے کسی اور طرف کو چلا جائے۔ مگر نہیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد دیکھا تو میرے دوست کی گاڑی خراماں خراماں سٹیشن کی طرف آرہی تھی۔ مجھ سے آگے کے فاصلہ پر پہنچ کر اس نے گاڑیوں کو رخصت کیا۔ اور سٹیشن کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بڑے اطمینان سے سگا جلانے لگا۔ اسکی صورت یا انداز سے کسی طرح کی پریشانی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ یقین ہو گیا کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

اپنا بیگ فرش زمین پر رکھ کر۔ سگار ٹاٹے میں لئے وہ دائیں بائیں ٹہلنے لگا۔ کوئی پانچ منٹ بعد ایک بہت بڑی زرد رنگ کی ہند موٹر پاس آ کر ٹھہر گئی۔ ایک گندمی رنگ ڈرائیور آگے بیٹھا ہوا تھا۔ جس کی قومیت کا صحیح اندازہ میں اس لئے نہیں کر سکا۔ کہ اسی آنکھیں بڑے بڑے چشموں میں بندھتیں۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ کہ نکتے سے بیگ اٹھایا۔ اور موٹر کے پاس جا کر اس میں سوار ہو گیا۔ موٹر چل دی۔ ایک بہت بڑی آہنی بس گاڑی سمت مقابل سے آرہی تھی۔ اس کی اوچھل میں میں اس کی خبر بھی نہ دیکھ سکا۔

مگر میری کدو کا دوش کا ایک فائدہ ضرور ہوا۔ کم از کم ایک بات ایسی دیکھ لی جس نے
ساری محنت کا صلہ لے دیا۔ موٹر پر سوار ہونے سے پہلے نیکے ٹیڈان نے جیب میں
ہاتھ ڈال کر ایک چیز نکالی اور ڈرائیور کو دکھائی، میں نے بھی دیکھا۔ اس کی ہتیلی پر
رکھی ہوئی وہ چیز سونے کی مانند چمکتی تھی!

جلد دوم کا پہلا نصف ختم ہوا

ما دل دنا دل حبیب سے کہ جھوڑے کو

دل نہیں جانتا۔

اگر دل نہیں جانتا کہ جھوڑے کو تو دل

خوب لگنے لگتا ہے تاکہ کہ نہیں جانتا کہ

جس نے اللہ سے کہ رقت اور خوشبو نہیں دیکھی

وہ پھر خدا جیسی قسمت زیادہ کبھی دے۔

میرے دل کو ہر لمحہ
تو جانتا ہوگا کہ میں تو کیم کی

بہترین مثال سے ہوں

ایم گیسٹن ٹیکس کا بیان

آخری نصف حصہ

نکٹا شیطان

باب -۱

چارلس میلٹ

میں نے لندن کے حصہ بیڑی میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور تبدیل ہیئت کے لئے ملکہ رکھنی شروع کی۔ معلوم ہو گیا کہ کچھو کا راز خفناک جرموں کی تاریخ میں سب سے زیادہ پراسرار ہے۔ ہوں تو خفیہ پولیس کی رونما و سر قسم کے ہوشربا عجائبات سے پر ہے۔ مگر ایسے پر پرچ واقعات جیسا یہ تھا شاید ونا در دیکھے جلتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اگر اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے مجھے ایک سال کوشش کرنی پڑے۔ تو بھی میں اس کے لئے تیار تھا۔ قیام لندن کا مستقل ارادہ کرنے کے بعد میں نے پیرس سے بعض ضروری کاغذات اور۔ یسٹن منگائے۔ میرے ماتحتوں کی طرف سے خبروں کی ایک چھٹی ہر روز میرے پاس آتی تھی۔ اور ان میں سے ایک کا مضمون سنسنی پیدا کرنے والا ثابت ہوا۔

لکھا تھا۔ جین سلج کی لاش دریائے سین سے برآمد ہوئی۔ کسی نے سینہ میں خنجر گھونپ کر مار دیا تھا۔ قہرہ خانہ کے مالک ایم۔ میگل ادو اس کے ساتھیوں کی نگرانی

برستور جاری تھی۔ مگر میں نے حکم دے دیا کہ میری اجازت کے بغیر نہ اس مکان پر دھاوا کیا جائے۔ نہ کوئی آدمی گرفتار ہو۔

میں نے چارلس میلٹ اپنا نام رکھا۔ ایک فرانسیسی موٹر لیسنس اور پیرس کے ٹیکسی ڈرائیور کی سند میرے پاس تھی۔ چند دن کے عرصہ میں جب وارٹھی نے صورت بدل دی تو میں لباس تبدیل کر کے نیوسکاٹ لینڈ پارڈ میں گیا۔ اور موٹر لیسنس کی درخواست پیش کی متفرق استثنائی سوالات کا تسلی بخش جواب دینے اور لندن کے مختلف حصوں اور بانڈوں کی واقفیت کا ثبوت ہمیا کرنے کے بعد مجھے پاس کر دیا گیا۔ گویا اب میں خفیہ پولیس کا گیسٹن میکس نہیں۔ کرایہ کی موٹر چلانے والا چارلس میلٹ تھا۔

ایک شخص سے جو پرانی موٹر بیکر نی خریدنا چاہتا تھا۔ میں نے اسکی پرانی اور شکستہ مگر قابل استعمال موٹر خرید لی۔ اور اسے رکھنے کو مکان کے پاس ہی ایک صہیل کا حصہ کرایہ پر لے لیا۔

ان تیاریوں کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ لندن کے جس حصہ میں جب چاہتا چلا جاتا۔ اور کسی کو میری نقل و حرکت پر شبہ تک نہ ہوتا تھا۔ موٹر کی بدولت حریفوں کے تعاقب میں سہولت بھی ہو گئی۔ اور ان کی نظروں سے محفوظ رہنے کا سامان بھی پیدا ہو گیا میں نے اس طریقہ سے بانڈا کامیا بیاں حاصل کی تھیں۔ اور یہی وہ ذریعہ تھا۔ جہاں سے میں نے فرانس کے نامی بد معاش تشرکیو کو نیویارک میں بچڑا تھا۔

سرفرنیک نارکوم کی پراسرار موت کے مفصل حالات میں نے پیرس سے شگلے تھے۔ اور ان کی تفصیل گرینڈ ڈیوک آئیون۔ وان رہبولڈا و باقی مشاہیر کی پراسرار موتوں سے اس قدر ملتی تھی کہ اس مشابہت کو ہرگز اتفاقی نہ سمجھا جاسکتا تھا میرے ابا پر پیرس کی خفیہ پولیس نے سکاٹ لینڈ یارڈ کو صلاح دی کہ سرفرنیک نارکوم کی لاش کو دفن کرنے سے پہلے اس کے امتحان بعد انبرگ پر زور دیا جائے۔ مگر سرفرنیک کے رشتہ داروں

نے اسے اپنے خاندان کی بدنامی خیال کیا۔ اور ان کے دباؤ سے بات مل گئی۔

اسی دن بھر موٹر لے ان لوگوں کے مکانوں، کلبوں یا دفاتروں کے گرد چکر لگاتا جن کا سرفرنیک آبِ جنابی سے تعلق تھا۔ اگر کوئی سواری ملتی تو جہاں اسے جانا ہوتا اس جگہ کو ابھی طح نوٹ کر لیتا اور بعد ازاں خفیہ طور پر اس کے پہننے والوں کا حال دریافت کرتا۔ اس تہنگ و دوسے میں نے جو حالات معلوم کئے وہ اگر کسی عدالت انصاف میں پیش کئے جاتے تو کم از کم تین گھروں میں طلاقیوں کی نوبت آجاتی۔ مگر وہ چیز جس کی محکومتاں ملتی تھیں۔ نہ ملتی تھیں۔ نہ ملی یعنی بچھو "کا سراغ بدستور محفوظ رہا۔

بڑی زبرد موٹر۔ اس کے گندم رنگ ڈرائیور اور اپنے دوست نکلے شیطان کی تلاش میں میں نے لندن کا کونا کونا چھان مارا۔ ایسٹ اینڈ کی تنگ و تاریک گلیاں وہ گندیے اور غلیظ بازار جہاں ہر طرف فلاکت و بخت برستی ہے۔ تنگ احاطے جہاں فحش و بدکاری۔ جرم و افلاس۔ اور گناہ و مصیبت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ کھوند ڈالے۔ ان ڈھابوں۔ کو قنطوں اور شراب خانوں میں بھی گیا۔ جہاں ایشیائی خلاصی اور غیر ملکی ملح خاص طور پر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ دن رات کرایہ کی جھنڈی کو نیچا کر کے کر دیکھنے والے موٹر کو رکا ہوا سمجھیں ہر قسم کے بازاروں کا گشت کیا۔ مگر...

بے سود تینوں خدا معلوم کدھر گم ہو گئے۔
آخر ایک ماہ کی سعی لا حاصل کے بعد۔ ایک رات جب میں کسی بحری افسر کو ایسٹ انڈیا گھاٹ کے پاس تار کر لائیم ہوس کی راہ سے آہستہ آہستہ موٹر چلاتا چادوں طرف غور سے دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ ایک بڑی موٹر بھڑکی دور آگے اندھیرے میں کھڑی ہوئی نظر آئی۔ ایک آدمی اُتر آیا اور موٹر ایک طرف کو چلی گئی۔

میرے لئے عمل کی دو صورتیں تھیں۔ موٹر ہرچہ اس موٹر کا رستے ملتی تھی جس پر میرا نڈا دوست بورڈ ایسٹ کے سٹیشن پر سوار ہوا تھا۔ تاہم مجھے وثاق تھیں

نہ تھا سوچ آئی۔ موٹر کا پچھا کروں یا آدمی کا؟ فوری فیصلہ کی ضرورت تھی۔ آخر آدمی ہی کے پیچھے ہولیا۔

یہ بات کہ میں نے موٹر کی شناخت میں غلطی نہیں کی۔ جلدی ہی ثابت ہو گئی۔ ٹون ٹال کے پاس کھڑے ہو کر اس آدمی نے حیب سے ایک سگار نکالا۔ اور اسے سدا گلے کو دیا۔ سلامتی روشن کی۔ دیا سلامتی کے زرد شعلہ کی روشنی میں جسے محفوظ رکھنے کو اس نے "بائیں ہاتھ سے آڑ کر لی تھی۔ میں نے اس کی بیٹھی ہوئی ناک اور چہرہ کا سرخ داغ دیکھ لیا۔ وہ دوست خوب ہے!

سگار جلا کر وہ شکر کے دوسری جانب ایک شرابخانہ میں داخل ہو گیا۔ میں نے بھی موٹر وہیں چوڑی۔ اور اندر چلا گیا۔ کڑوی بیر کا ایک گلاس طلب کر کے میں نے ادھر ادھر دیکھا تو بھائی نکٹا برانڈی کا گلاس ہاتھ میں لئے منہ بنا بنا کر پی رہا تھا۔ میں ہنسا۔

"گیوں سٹراس شرب میں کیا زہر ملا ہوا ہے؟"
"ہاں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" اس نے جواب دیا۔
"بوتل کھلواد تو ٹھیک ہو۔" میں نے رائے دی۔ سٹراس کی تین سٹار برانڈی...
وہ میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں۔" اس نے آخر کار کہا۔ "میری انگیرنی بہت ناقص ہے۔"
"آہ۔ معلوم ہوا۔" میں نے قصداً بگڑی ہوئی فرانسیسی میں کہا۔ "شاید تم فرانسیسی بولتے ہو۔"

"ہاں۔ ہاں۔" اس نے پر شوق لہجہ میں جواب دیا۔ "ان لوگوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ میں نہیں جانتا کون کون کون ہے گا۔ یہ تو کسی طرح کا پٹرل معلوم ہوتا ہے۔ میں بیر پی کر اٹھا۔ کلانن سے دو گلاس عمدہ برانڈی کے لئے اور ایک لپنے

بارشاطرے آگے رکھ دیا۔

”سے دیکھو“ میں نے بدستور فرامیسی میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ ”غالباً پتہ کر دے گا۔“
اس نے دو گھونٹ پانی کر میرے خیال کی تائید کی۔ ”قریباً دس منٹ ہم بیٹھے ہوئے
بائیں کرتے ہیں۔ ایک ایک گلاس اور لیا۔ اس کے بعد میرا خطرناک دوست شبنم
کہہ کر رخصت ہوا۔ موٹر جس سے وہ اتر کر مغرب کی طرف سے آئی تھی۔ یہ آدمی یا تو ان
نواح میں رہتا یا کسی سے ملنے آیا تھا۔ اپنی موٹر کو وہیں چھوڑ گئیں اس کے تعاقب
میں ہوا۔

فحری کولٹ سٹریٹ سے ہوتا ہوا وہ روپیکر سٹریٹ کی طرف چلا۔ اور وہاں
ایک تنگ گلی میں داخل ہو گیا۔ جو دریا کی طرف جاتی تھی۔ گلی سیدھی اور وہاں بھی میں
اس کے موٹر پر پہنچنے تک پیچھے جانے کی جرأت نہ کر سکا۔ گلی کے سرے تک اس کے پاؤں
کی آواز سنائی دی۔ پھر دم ہو گئی ہیں دوڑ کر کھڑے ہوئے۔ سامنے اونچی دیوار کا پچھوٹا
اور اس کے ایک طرف چھوٹی چھوٹی چھوٹی پٹریاں کمری کی بنی ہوئی۔ نظر آتی تھیں۔
مگر نکتے دوست کا نام و نشان نہ تھا!

مجبوراً واپس ہوا۔ موٹر وہیں تھی۔ مگر ایک کانٹیل شکی نظروں سے دیکھتا ہوا
اس کے گرد پھر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ ”کیوں جی۔ اس طرح موٹر کو سر بارا پھوڑ کر آوارہ
پھرنے کا کیا مطلب ہے؟“

”عجیب دھوکے باز لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ ”چار گھنٹے
سواری کو لئے پھر اس کی شرافت دیکھو کہ کھوٹا نصف کراؤں سے کھپا گیا۔ اسی
کے پیچھے دوڑا تھا۔“

یہاں خوب تھا۔ چل گیا۔

”معلوم ہے وہ آدمی کدھر گیا؟“ اس نے پوچھا۔

میں نے سہ بیان کیا۔ اوسکے کاحلیہ بیان کر دیا۔
 ”کوئی غیر ملکی صلاح معلوم ہوتا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”مگر میں نہیں جانتا ادھر کیا بیسے
 گیا ہوگا۔ اس طرف سب چینی لوگ بستے ہیں۔“

میرے مکان کھڑے ہو گئے۔ کانسٹبل کے آخری فقرہ نے آنکھوں کے آگے پردہ
 سا ہٹا دیا۔ یاد آیا کہ سنہری بچھو جو میں نے میگل کے تہوہ خانہ میں دیکھا۔ وہ بھی چینی ساخت
 کا تھا۔ موٹر پر چڑھ کر پھر اس مٹی کو چل دیا۔ جدھر کھٹایا تھا۔ موٹر مٹی کے سرے پر کھڑی
 کی۔ اور جہیہ پر ماتھے رکھے سوچنے لگا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔

آسمان ابراؤد تھا۔ مغرب میں بجلی آتشی کنگھجوسے کی مانند چمک جاتی تھی۔
 یکایک بوئیں پٹنے لگیں۔ اور دوسٹ بعد زور کا پانی برسے لگا۔ میں اب
 تک چپ چاپ موٹر پر بیٹھا ہوا تھا۔

میں نہیں جانتا اس تیز بارش میں کب تک انتظار کرتا۔ وہیں ٹھہرتا یا چلا آتا مگر
 ناگاہ ایک آدمی پانی میں شور بورویران بازار میں آتا ہوا نظر آیا۔ موٹر کے لمپ روشن
 تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر ڈھیر گیا۔ ادویری طرف دیکھنے لگا۔ یہ معلوم کر کے کہ موٹر ریسٹی نہیں
 کراہی کی ہے۔ اس نے پوچھا۔

”کیا موٹر کراہی کے لئے خالی ہے؟“

شاید اس نے کہ مجھے اسکی حالت دیکھ کر رحم آ گیا۔ کیونکہ اس کے پاس چھتری یا
 باران کوٹ کی قسم سے کئی چیز تھیں۔ یا ممکن ہے میرے اس فیصلہ میں بھی پر اسرار
 قسمت ہی مداخلت تھا۔ بہر حال اس کے سوال پر میں نے انتظار ترک کرنے کا ارادہ
 کر لیا اور کہا۔

”جی ہاں خالی ہی سمجھے۔ فرماتے آپ کہاں جائیں گے؟“
 جس جگہ اس کو جانا تھا وہ میرے مکان سے قریب تھی۔ میں نے اپنا ارادہ

بختہ کر لیا اور کہا۔

”بیٹھ جائیے۔“

رستہ بھر چھین اور کچھ کے سوال پر غور کرتا رہا۔ رات زیادہ جا چکی تھی۔ ناخوشگوار موسم میں تمام رستے دیران تھے۔ کوئی اکاؤنٹ شراپی لمپ کے کھینے سے لگا ہوا۔ کوئی بے زر شوقین ٹانگ دیکھ کر پیل چلتا۔ گناہ کی بیٹیاں اپنی سیاہ کاریوں کو رات کی سیاہی میں چھپانے کی کوشش کرتی ہوئی۔۔۔ ان کے سوا بہت کم آدمی بازاروں میں دکھائی دیتے تھے کوئی آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں میں نے اس آدمی کو جس کا نام بعد ازاں ڈاکٹر کیسل سٹوارٹ معلوم ہوا اس کے مکان پر پہنچا دیا۔

وہ میری بروقت امداد سے اتنا خوش تھا کہ جانے سے پہلے گرم شراب کا ایک گلاس پیش کیا۔ ڈاکٹر معیوب تھا۔ میں دمنٹ کے لئے کھڑ گیا۔ رخصت ہونے لگا۔ تو بارش تھم گئی تھی۔ موٹر کا ہینڈل گھماتا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوا کہ ایک دہندگی صورت انداز سے نکل کر اس کی نگاہ کی طرف گئی۔ جو ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کے پچھوڑے واقعہ تھی۔

ایک فوری شب۔ پراسرار اور خوفناک۔ میرے دل میں پیدا ہو گیا۔

موٹر کو میس بائیں گز چلا کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک۔۔۔ یہ میگل آدمی سیاہ وارڈروف کوٹ پہنے کھڑا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا!

جس پھرتی سے پیرس میں میگل کے قہوہ خانہ سے سیرس مکان کا سراغ لگا لگتا کہ اب اس بات کا ذرا شک و شبہ نہ تھا۔ کہ اس بات ضرور کسی نے ممبر چھپا کیا، اسکو مد نظر رکھتے ہوئے خیال آیا کہ آج پھر وہی نظر عنایت ہو رہی ہے۔ خیر تحقیق میں ہرج نہ تھا۔ دوسری سڑک پر پہنچا میں نے موٹر کو سر راد کھڑا کیا۔ اور خود دوڑ کر ان جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ جو سڑک کے ایک جانب خالی مکان کے سامنے اگی ہوئی تھیں۔

مجھے بہت دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک بڑی سی بنا موٹر۔ چپ چاپ چلتی پاس

سے گزرتی گئی۔ اور میں نے دیکھا اسکی کھڑکی میں باہر کو جھکا ہوا... وہی نکٹا شیطان بیٹھا تھا!
 ”بچھڑے کا مسکن دریافت کرنے کا یہ موقعہ خوب تھا۔ موٹر پر اس کا پیچھا کر کے معلوم
 کر لوں گا۔ کہ وہ کہاں جاتا ہے۔“

مگر افسوس۔ میں نے دشمن کی طاقت جلنے میں غلطی کی۔ نکٹا میری موٹر کو خانی
 دیکھتے ہی ہوا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ میں جھاڑیوں سے نکل کر اپنی موٹر تک پہنچتا۔ اس کی
 گاڑی بہت دور آگے نکل گئی۔ اور ایک لمحو بعد اس کی آواز آنی بند ہو گئی۔
 مگر وہ باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ اب کی بار بڑے عیار لوگوں سے پالا
 پڑا ہے۔ دوسری یہ کہ میں خود ان کی نظروں میں آچکا ہوں!

باب ۲۔

دامِ فریب

اس سے اگلی صبح کو میں نے بیٹری داسے مکان میں بھیکر اپنی حالت پر غور کرنا شروع
 کیا۔ واقعات کی تیزی رفتار کو دیکھتے ہوئے میرے لئے اپنی تجویزوں کی درستی و برہم
 لازم تھی۔ میں نے لندن آکر موٹر والے کا بھیس اختیار کرنے کے بعد کیا حاصل کیا؟
 کچھ نہیں۔ البتہ ”بچھڑے“ کو میری موجودگی اور تحقیق کا شک ہو گیا۔ ورنہ نیکٹے شیطان
 کا تعاقب کیا معنی رکھتا تھا رچرت اس بات کی تھی کہ اسکو میرے خلاف شبہ کیونکر
 ہوا؟ کیا عجب وہ اس وقت کسی جہو بیٹری کی آڑ یا کھڑکی سے دیکھ رہا ہو؟ جب میں
 نے حماقت سے ساحل دریا کی تنگ گلی تک اس کا پیچھا کیا۔ ہاں اس کے سوا اور کوئی
 وجہ اس کے شک کی نظر نہ آتی تھی۔

یا ممکن ہے... میرے لندن آنے کی خبر کسی طرح پریس سے چل گئی ہو۔ یا یہ ہے،

طریق خط و کتابت ہی میں کوئی نقص ہو۔ کیا عجب ہم دونوں ایک دوسرے کو تلاش کر رہے ہوں۔ میں اسکو۔ وہ مجھے۔ آخر کوئی وجہ ضرور تھی کہ وہ روداد کے جہاز پر کھڑا ہوا سارو لو کے چہروں کو اس غور و محسوس سے دیکھ رہا تھا۔

کچھ ہوا۔ رات کے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ میرے نئے دوست کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ چارلس میلٹ موٹر ڈرائیور اسی کا چچا کر رہا ہے۔ لیکن اہم سوال یہ تھا کیا اس کو معلوم ہے کہ چارلس میلٹ کے بھیس میں گیسٹن میکس چھپا ہوا ہے؟ کیا اس کو میرے مقام سکونت کا علم ہو چکا ہے؟ کیا وہ سمجھتا ہے کہ لایم ہووس کا زوے میں ڈاکٹر سٹوارٹ سے میری ملاقات اتفاقی نہیں ارادوی تھی؟ اس کا بیڑی تک ہمارے پیچھے آتا ثابت کرتا تھا۔ کہ اس نے ڈاکٹر سٹوارٹ کو میری موٹر پر سوار ہوتے دیکھ لیا۔

تھوڑی دیر ان فکروں میں رہنے کے بعد ایک نئی تجویز میرے ذہن میں پیدا ہوئی۔ کام بے شک خطرناک تھا۔ مگر جو آدمی پہلے ہی صدمہ و خطروں میں گھرا ہوا ہو۔ اس کے لئے ایک اور کیا اہمیت رکھتا ہے؟ جن سانچ کا انجام مجھے یاد تھا۔ جن لوگوں نے اس کو ہلاک کیا۔ وہ مجھ پر وار کرنے سے کب دریغ کریں گے؟

اس رات اپنی جان ہتھیلی پر لیکر میں پھر موٹر پر سوار ہوا تاکہ میں ٹوں ہال کی طرف روانہ ہوں۔ اور موٹر کو باہر چھوڑ اسی شراب خانہ میں داخل ہو گیا جہاں کل رات نیکنے شیطان سے ملا تھا۔ اپنی حرکات کی نگرانی کے بارہ میں اگر کوئی شبہ اب تک میرے دل میں ملتی تھا۔ تو اب رفع ہو گیا۔ کیونکہ میرے جانے کے دو منٹ بعد میرا کچا دوست داخل ہوا۔ اور بڑے اخلاق سے پیش آیا۔

انسان سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ نہیں جانتا میں تب اسکو پہچان گیا تھا۔ جب کل رات وہ میرے پیچھے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان تک گیا۔

خیر اس نے بے تکلفی سے شغل سے نوشی کی دعوت دی۔ جو میں نے اسی بے تکلفی

سے نکل کر۔

شہنشاہ کی اس بانی میں حریف کاہر داؤ میری نظروں میں تھا۔ پہلا جہرہ اس وقت اٹھا جب ہم اپنے اپنے گلاس مائعوں میں لے بیٹھے تھے۔

شہنشاہ کی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے میں نے پوچھا۔

”کیا آپ کسی کام کے لئے یہاں آئے ہیں؟“

”ہاں“ اس نے جواب دیا۔ ”بعض کاروباری مصروفیتیں مجھے اکثر ان اطراف میں

لے آتی ہیں۔“

”اور اس حصہ شہر کا حال آپ کو معلوم ہے؟“

”بڑی حد تک۔ گو دراصل میں لندن کا رہنے والا نہیں ہوں۔“

میں نے اپنی چھاتی کو انداز رفافت سے ہاتھ دھس دیا اور کہا۔

”اگر ایک دوست کی صلاح ماننے میں عذر نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہے۔ ادھر سے

آیا کرو۔“

”کیوں کس لئے؟“

”خطرناک جگہ ہے۔ کل رات آج آپ کے جو باتیں ہوئی ہیں۔ ان سے اندازہ کرتا ہوں

آپ بھولی طبیعت رکھتے ہیں۔ مگر میں اس شہر کے سب رنگ و بچہ چکا ہوں۔ اس لئے

خبردار رہنا۔ کل رات کا واقعہ ہے۔ میں یہاں سے چکر ایک ڈاکٹر کے مکان پر گیا۔ تو

ایک آدمی میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔“

وہ میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ ”مٹھے ہوئے بالائی ہونٹ کے نیچے بڑے بڑے

سپید دانت خوفناک انداز سے چمک رہے تھے۔

”عجیب طرح کے موڑ ڈرائیور معلوم ہوئے تھے۔“ اس نے کہا۔

”غیر جی میں آئے۔ وہ سمجھو۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”مگر یاد رکھو میں یہ مشورہ صرف

کے دفتر میں بھی دینا رتم پوچھ گئے ملا کیا؟... مجھے کچھ نہیں۔ پردہ نشینوں کو توڑنا سنگی۔“
”کیا؟“

”تھانسی کی رسی“

”نکسے کی حیرت محطہ بہ محطہ بڑھ رہی تھی۔ میں نے تیسرا کلاس ختم کر کے چوتھا طلبہ کیا۔ اور ایک اس خبیث کے لئے بھی منگایا۔“

”نہیں بس“ اس نے مجھے نافذ کے اشارہ سے روکتے ہوئے کہا۔ ”شب بخیر میں“

”چلتا ہوں۔“

”شب بخیر میرے دوست شب بخیر“ میں نے شرابیوں کی طرح ہنکار کے کہا ”دیکھو میری نصیحت نہ بھولنا۔“

”اس کے جانے پر کمال خانہ کا نوکر چوتھا کلاس لایا۔ اور اس کو پیش کرتے ہوئے میری طرف متنبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ مجھ سے میری گفتگو فرامیسی میں ہوئی تھی مگر چارہ سی آواز میں اس کے کانوں تک پہنچ گئی ہوں گی۔“

”آج تم نے اور دونوں کی کسر دوپہی کر دی۔“ اس نے کہا۔ ”وہ دوسرا آدمی شاید گریا“

”بس میں بھی ختم کرتا ہوں۔“ میں نے انگبزی میں جواب دیا۔ ”آج ایک جگہ سے“

”مال بٹھا آیا تھا۔ خوشی کی چاہ کس کو نہیں ہوتی؟“

”شراب خانہ سے کلک کر بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ میرا ارادہ واقعی ڈاکٹر“

سٹوارٹ کے مکان پر جانے کا تھا مگر امیر نے تھی کہ میرے دوست بے روک وہاں پہنچ جائے دیں گے۔ ”کچھ شیطانی ظاہر میں کتنا گرہیں کہیں ہو۔ باطن میں پورا عیار تھا میری“

”صحیح شخصیت اس کو معلوم ہوتی یا نہ ہوتی۔ نا ممکن تھا کہ میری باتوں کو شرابی کی طرح سمجھ کر نظر انداز کر دیتا۔ احتیاط میری طبیعت کا جوہر ہے۔ اور میں کسی حال میں دشمن کی طاقت کو بیچ سچنے کی غلطی کا ترکب نہیں ہوتا۔ میری نسبت شک کے شہات چاہے کچھ ہوں۔ وہ“

مجھے شہزادی سمجھے یا ہونمندر گیسٹن میس خیال کرے یا کوئی اور۔ میں نے جو باتیں اس سے کہی تھیں۔ ان کے بعد اس کا طرز عمل ہر حال میں وہی ہو سکتا تھا۔ یعنی اس بات کا یقین ہو جانے کے بعد کہ میں واقعی اپنی یادداشتوں کو ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھنے جاتا ہوں وہ مجھے اس سے روکنے کی امکان پھر کوشش کرے گا۔

میں نے احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ مگر کوئی آدمی نظر نہ آیا جس کی نسبت شبہ ہوتا کہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ ناچار موٹر چلائی اور تیسری کی طرف ہو گیا۔ کرشل روڈ سے گزرتے ہوئے میں نے پھر ایک بار موٹر کھڑی کر کے پیچھے کی طرف دیکھا۔ حدنگاہ تک کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا تھا۔ واپسی کا رستہ زیادہ تر شہر کے آباد حصوں میں تھا۔ اور یہ بات میرے لئے باعث اطمینان بھی تھی۔ مگر ٹیمیز سٹریٹ کے پاس جا کر میرا دل واقعی بے قرار ہونے لگا۔

یہ تنگ بازار رات کو بالکل ویران ہوتا ہے۔ بہر حال میں نے اپنی گرتی ہوئی ہمت کو سنبھال کر موٹر اس راہ پر ڈال دی۔ یہ بازار بھی قریباً طے ہو گیا۔ اور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا۔ تیسری بار موٹر روک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ لیکن اب وہی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ دوڑناک کوئی متنفس نظر نہ آتا تھا۔ خیال آیا ضرور میرے اندازوں میں غلطی ہوئی۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ دشمن اس آسانی سے بچ کر نکل جانے دیتے۔ مجبوراً موٹر کو دم میں چھوڑ کر بازار کے پچھلے سرے تک پیدل جانے اور ایک نظر دیکھنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر یہ ارادہ جیسا آپ دیکھیں گے پورا نہیں ہوا۔

موٹر کو وسط بازار میں روک کر اتر چاہتا تھا۔ کہ ایک ہلکی... بہت ہلکی آواز سن کر کان کھڑے ہو گئے۔ بھئی نے کر جھکا۔ اور ایک لمبے چاقو کا تیز پھل اندھیرے میں بجلی کی طرح چمکتا ہوا لٹپی کوچیر کر نکل گیا۔

اس فوری حرکت نے میری جان بچا دی۔ ورنہ لاریب وہ چاقو میرے کندھے

روزوں میں پہنچ جاتا۔

اب معلوم ہوا کوئی آدمی میری موٹر میں چھپا ہوا تھا!
وہ غالباً کسی اچھے موقعہ کے انتظار میں تھا۔ جس وقت موٹر اس ویران بازار میں
پھنسی تو اس نے پورے زور سے وارکبا۔ مگر ناکامی نے اپنی جان کے لالے ڈال دیے
موٹر سے کود کر آندھنی کی رفتار سے ایک سمت میں دوڑا۔ اور میں اس کے چہرہ کی جھلک
تک نہ دیکھ سکا۔

گرم چھپی بونیز سر سے ہر کمرہ کی طرف آرہی تھیں۔ انہیں ایک ہاتھ سے پونچھتے
ہوئے میں نے بڑبڑا کر کہا۔

”بھڑا تجویز کا میاب ہوتی جا رہی ہے؟“

سر میں جو زخم آیا تھا۔ اسپر اپنا رومال کس کر ہانڈھ لیا۔ اور ادھر پڑ پڑا اور ٹھہری۔ زخم
سطحی تھا۔ خون بہنے کے سوا اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ مگر اب مجھے ڈاکٹر سٹوارٹ
کے مکان پر جانے کا بہانہ خوب مل گیا تھا۔ بیٹریسی کی طرف جلتے ہوئے میں نے اپنی
تجویزوں کو جدید حالات کے مطابق ڈھالنا شروع کیا۔

جس وقت ڈاکٹر کے مکان پر پہنچا۔ تو ان کے مطب کا وقت ہو چکا تھا۔ ان
کی خادمہ نے مجھے مریضوں کے کمرہ میں بٹھا دیا۔ اور کہنے لگی وہ ذرا مصروف ہیں۔ ابھی
اتیس گے۔ اس کے باہر جاتے ہی میں نے حیب سے وہ نفاذ نکالا جسے ڈاکٹر سٹوارٹ کے
پاس رکھوانے کو بنا کر کے لے گیا تھا۔ مگر اس پر خون کے داغ لگے ہوئے تھے۔ میں
نے جو عذر اسے پیش کرنے کے متعلق سوچا تھا۔ اب کیسے کام دیتا؟

آپ لوگ پوچھیں گے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس نفاذ رکھوانے کی ضرورت کیا
کتنی؟ محض یہ جملانے سے کہ میں نے ایسا کیا ہے کام چل جاتا۔ ٹھیک ہے۔ چل جاتا
اگر میرا واسطہ ان عیار لوگوں سے نہ ہوتا جو فن جرم میں طاق اور صاحب کمال تھے

ان کے متعلق میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ ماہر جاسوس ہیں۔ ان کے سامنے دکھاوے سے کام نہ چلیگا۔

چیمپے خون آلود نفاذ کو پھر اپنی جیب میں رکھا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی چیز مل جائے جسے دوسرے نفاذ میں بند کر کے یہاں چھوڑ جاؤں۔ مگر دیکھے پڑہ کے پیچھے بوتلوں کی قطار۔ روٹی کا ڈبہ اور متفرق طبی سامان کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں معلوم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا دوا خانہ ہے۔ خیال آیا اس جگہ کوئی خالی نفاذ مل جائیگا۔ یہ سوچ کر اٹھا۔ اور پاس جا کر دیکھنے لگا۔ ایک کونے میں نفاذوں کا پیکیٹ اور مہر لگانے کی لاکھ پڑی تھی۔ اب ضرورت محض ایک موٹے ٹمخہ کاغذ کی تھی۔

جسے نفاذ میں بند کر کے اوپر نہیں لگا دیتا۔ مگر کاغذ کا پرزہ تک فطرتاً آتا تھا بے شک میری جیب میں ہی خون آلود نفاذ موجود تھا۔ چاہتا۔ تو اسی کو تہ کر کے دوسرے نفاذ میں بند کر دیتا۔ مگر مجھے اس سے ایک طرح کی نفرت ہو گئی تھی۔ جیبوں میں ٹمخہ ڈالا۔ کوئی اخبار بھی موجود نہ تھا۔ سو چاتین چار نفاذے موڑ کر ایک نفاذ میں بند کر دوں مگر کل سات نفاذے چار کم ہو جاتے تو بات چھپانی مشکل ہوتی۔

ایک طرف ہانات کا پردہ لٹک رہا تھا۔ اس کو ہٹا کر دیکھا تو اندر کئی ایک سچے کے بنے ہوئے پرانے ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ دوا خانہ کی قینچی اٹھا کر ایک کے ڈھکنے سے چو کوڑ لکڑا کاٹا۔ اور نفاذ میں رکھ کر بند کر دیا دوا سازی کی میز پر گیس جلانے کی نالی تھی۔ اس پر لاکھ گرم کر کے ایک چینی سکے سے جو کاگ پر لگا ہوا پاس ہی رکھا تھا۔ مہر لگا دی۔ سب سے آخر میں نفاذ کو پر اسرار اہمیت دینے کے خیال سے سرخ روشنائی سے ۳۰ کا ہندسہ لکھ دیا۔ کیونکہ اس روز جہینہ کی تیسویں ہی تاریخ تھی۔

اس کام سے فانیج بھاسی تھا۔ کہ ڈاکٹر صاحب آگئے۔ اور مجھے مشورہ کے کمرہ میں

چلے کو کہا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی دیوار میں چوڑی کھڑکی بنی ہوئی تھی۔ کھڑکی کے عین پاس درمیانوں کو دیکھنے کی نیر تھی۔ ڈاکٹر سٹوارٹ نے مجھے اس پرٹا کر سر کے زخم کا معائنہ کیا۔ اور اس کے بعد روئی اور پٹی لینے دوا خانہ میں چلے گئے۔

ان کے جلتے ہی میں نے کھڑکی کے پاس لگا ہوا بجلی کا بٹن دبا کر لمپ محل کر دیا اور بڑی احتیاط سے باہر نظر ڈالی۔ تنگ لگی کے دوسری جانب دیوار کے سایہ میں ایک آدمی فخر جمائے دیکھ رہا تھا۔ میں نے پھر لمپ روشن کر دیا۔ کہ دیکھنے والے کو آسانی ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے زخم صاف کر کے بٹی بازہ دی جس کے بعد میں نے خط کا ذکر پھیرا۔ جو دراصل میرے دماغ جانے کا اہل مدعا تھا۔

جیسے تازہ ہند کیا ہوا لفظ نکال کر میں نے کہا۔ ڈاکٹر صاحب یہ لفظ مجھے اپنی موٹ میں پڑا ہوا ملا تھا۔ شاید وہی صاحب غلطی سے چھوڑ گئے۔ جو حادثہ کے وقت سوار تھے۔ اب ان کا مزاج مگر مشکل ہے۔ وہ شاید کسی ذریعہ سے میرا پتہ معلوم کریں۔ یا اس لفظ کے لئے اشتہار دیں۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی قیمتی چیز ہوگی۔ اگر آپ میری خاطر سے ہفتہ عشرہ اپنی امانت میں رکھ سکیں تو خاص عنایت ہے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ کیوں اسے سکاٹ لینڈ پارڈ نہیں بھیجا دیتے؟

اُس لئے کہ اگر مالک نے اس کو براہ راست پولیس والوں سے لیا تو بیر انعام رہ جائے گا۔ میں نے جواب دیا۔

بہر حال اس لفظ کو میرے پاس چھوڑنے سے کیا فائدہ؟

اس پر میں نے سمجھایا۔ کہ اگر میں نے لفظ کو اپنے پاس رکھا۔ تو شاید چوری کا شک ہوگا۔ لیکن آپ کے پاس رہنے سے میری ایمانداری کی تصدیق آپ کر سکیں گے۔ یا اسے ان کا اطمینان ہو گیا۔ اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بیٹھک میں آنے کے لئے کہا۔ میرا ہے۔ باہر لگی میں کھڑے ہوئے آدمی کا بھی اطمینان ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ ڈاکٹر سٹوارٹ

سے گفتگو کرتے ہوئے میں قصہ اکھڑکی کے پاس کھڑا ہو کر لغافہ کو بار بار ہلا کر دکھاتا تھا۔
کہ میرے خفیہ دوست کی نظروں سے چھپا نہ رہ جائے۔

بیٹھا کہ میں گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑکیاں جو باغ کی طرف واقع تھیں کھلی ہیں میں
ایک کے پاس کھڑا ہو گیا۔

ڈاکٹر سٹوارٹ میرے ارادوں سے بے خبر لغافہ ماتھے میں لے پڑے کہہ رہے
تھے ”کچھ تھکے سامنے اسکو بڑے لغافہ میں بند کر کے رکھ لیتا ہوں“۔

”جی ہاں ایسا ہی کیجئے“ میں نے خاصی ادبچی آواز سے کہا۔ ان سے دور کھڑا ہونے
کی وجہ سے میرے لئے ادبچی آواز سے بولنے کا ہانا خوب تھا۔ مہربانی سے باہر والے
لغافہ پر دفتر مال گمشدہ کا تہہ لکھ دیجئے۔“

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہنے لگے۔ ”اگر آٹھ دن تک کوئی اس لغافہ کا دعویٰ
پیدا نہ ہوا۔ تو مجبوراً اسے سکاٹ لینڈ یارڈ بھیج دینا پڑے گا۔“
میں اور زیادہ کھڑکی کے پاس ہو گیا۔

”جی ہاں اگر آٹھ دن تک کوئی اس لغافہ کا وارنٹ پیدا نہ ہو۔ تو آپ بے مال
سکاٹ لینڈ یارڈ کو بھیج دیں۔“

”اُس نشان میں سے اپنے مینر کی دراز میں بند کر دیتا ہوں۔“
”بس ٹیک ہے۔ مینر کے دراز میں بند کر دیجئے۔ وہاں ہر طرح محفوظ رہیگا۔“

باب آخری سلام

میں چونکہ جانتا تھا ”تجیہ“ کے کارکن میری تمام نقل و حرکت بغور دیکھ رہے ہیں۔ اور میں

سوئے جائے اٹھتے بیٹھے ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہتا ہوں۔ اس لئے یہ کہنا خود
ستاتی نہیں داخل ہوگا۔ کہ میں جب موٹر کو اصطبل میں چھوڑنے گیا۔ تو دل کو اطمینان یا
بے فکر کی حاصل تھی۔ میں اپنے آپ کو ہر طرف دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھتا تھا۔ بہر حال میری
تحقیقات ایک منزل خاص تک کامیاب ہو چکی تھی۔ اور اب وقت آ گیا تھا کہ چارلس
میسٹل مفدہ کے بیچ سے پیچھے ہٹ جائے کیونکہ اگر اس نے ایک لمحہ بھی غفلت
یا سہل انکاری سے کام لیا۔ تو پھر دنیا کے بیچ سے ہی ہٹ جانا پڑیگا۔

اصطبل کے رستہ میں دو طرف ادبچی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اور صحن کے
چھریے فرش کی درزوں سے گھاس ہودا بھٹی۔ کوئی اس مکان کا نگراں نہ تھا۔ اس
لئے خود وہ گھاس درزوں سے نکل آتی۔ اور پھڑول گرنے سے وہیں خشک ہو جاتی
تھی۔ موٹر کو اصطبل کے صحن میں لے جا کر نیچے اترا۔ اور ویرانہ کے چاروں طرف عبور
دیکھنا شروع کیا۔ یہ جگہ چاند کی روشنی میں پراسرار اور ہیبت ناک نظر آتی تھی۔ کاش
اس وقت کوئی میرے ساتھ ہوتا۔ مگر اپنی موجودہ حیثیت میں میری واقفیت بہت
کم تھی۔ فقط ایک کانسٹبل سے دوستانہ تھا۔ جو ایک دو بار رات کو آکر دیر تک مجھ سے
باتیں کرتا رہا۔ اس کے سوا کسی کی میرے یہاں آمد و رفت نہ تھی۔

میں نے موٹر کو اصطبل میں داخل کر کے پھاٹک بند کرنے اور یہاں سے چلے
جانے کا ارادہ کر لیا۔ کیونکہ موجودہ حالت میں میرے لئے اس جگہ بہت عرصہ تک
کھیرا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ یہ سوچ کر لب بھامیے۔ اصطبل کا دروازہ کھولا۔ اور ایک
بار پھر تنہا نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ موٹر کو پھاٹک کے اندر آخری دس
گڑ کے فاصلہ تک لے جانا بڑا خطرناک تھا۔ کیونکہ ایسا کرتے ہوئے میری صحن پر کان
کی طرف پیچ ہوگی۔ بعین ممکن تھا۔ کوئی آدمی پیچھے سے دوڑ کر دے۔

مگر کچھ ہو۔ کام آخر کرنا تھا۔ دوبارہ موٹر پر بیٹھ کر۔ میں اس کو چلاتا ہوا تانگ

مکان کے اندر لے گیا۔ پھر اسے کھڑا کر کے کھلے دروازہ کی راہ سے پیچھے نظر ڈالی۔ کوئی غیر معمولی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔ کسی طرح کا متحرک سایہ نظر نہ آتا تھا۔

ہسپتال ہالڈ میں لے کر قدم بقدیم چلتا دیوار کے ساتھ ساتھ پھیلاؤ کے پاس پہنچا۔ مگر اس جگہ ٹھٹھک گیا!... باہر سے کسی کے سانس لینے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کوئی میرے انتظار میں چھپا کھڑا ہے!

میں جھٹ خزش زمین پر لیٹ گیا۔ اور اسی حالت میں دیوار کی اوچھل سے باہر کی طرف نظر ڈالی۔ میں جانتا تھا کہ جو آدمی باہر کھڑا انتظار کر رہا ہے۔ اس کی نگاہ فرش زمین پر نہیں۔ سر کی اونچائی پر ہوگی۔

کیا دیکھتا ہوں کچھ شیطان! میں ہاتھ میں ہسپتال داہنے میں ریت کی بھری ہوئی قیصلی لئے کھڑا ہے۔ چاند کی روشنی میں اس کی آنکھیں وحشیانہ طریق پر چمکتی تھیں۔ اور اٹھ ہوئے بالائی ہونٹ کے نیچے سپید چوڑے دانت بھرے ہوئے درندہ کے دانتوں کی طرح نظر آتے تھے۔ شکر ہے میری احتیاط کی وجہ سے اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

میں نے بڑی آہستگی سے ایک ایک انچ کر کے ہسپتال کو اونچا کیا۔ پھر یکایک مالی پھیر کر فیر کر دیا! میرے پاس نشانہ جانے کا نہ وقت تھا نہ موقعہ۔ لیکن عمل کرنا ضروری تھا۔ آخر اس فیبر کا نتیجہ کچھ تو ہوگا۔

میں نے اس کی داہنی کلائی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مگر گولی بازو کے گوشت میں پویت ہو گئی۔ کچھ ٹپنے زور سے چیخ ماری۔ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹا اور اسی گھبراہٹ میں ہسپتال ہاتھ سے گر پڑا۔ میں اتنے میں ریدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے ریت کی بھری ہوئی قیصلی زور سے سر پر دے ماری۔ میں نے یہ وار بائیں ہاتھ پر لیا۔ اور سر کو بچائے رکھا۔ بہر حال چوٹ سخت تھی۔ میں لوٹ کھڑا ہو گیا۔ اور ہسپتال ہاتھ سے چھٹ گیا۔ میرا بائیں بازو سن ہو گیا تھا۔ اور نکلے کا دایاں۔ خبر فوریست مجھ کو

حاصل تھی۔

وہ دھتلا زور سے حملہ آور ہوا۔ بایں ہاتھ سے میرا گلہ پکڑ کر اس نے مجھے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ ظالم کے ہاتھوں میں زبور کی گرفت تھی۔ میری گردن مضبوط پکڑے۔ اور غصہ سے دانت نکالے وہ میرے سر کو زور زور سے دیوار کے ساتھ ٹکراتے لگا۔ اس طرح کے حملہ کا میرے پاس ایک ہی جواب تھا۔ میں نے زور زور سے بوٹ کی جھڑکیں مارنی شروع کیں۔ میرا خیال ہے اس کی ٹانگوں کی نلیوں کو سخت ضرب آئی ہوگی۔ اسی لئے گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ میں زور سے ترپا اور کئی بل کھا کر کل گیا چھٹنے ہی میں نے اس پر وار کیا اور جھڑے پر اس زور کا مار کالگایا کہ تیرا گیا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر میں نے اس کے دل پر زور زور سے کتے لگانے شروع کئے وہ گرا۔ اور میں اس کے گتے ہی فتح کا نعرہ مار کر چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا جب وہ میری جان لینا چاہتا تھا۔ تو مجھے کہوں رحم آتا؟

اس کے باوجود امید نہ تھی۔ کہ ایسا طاقتور آدمی اس آسانی سے ہلاک ہو جائیگا میں تھوڑی دیر جھک کر بغور اس کی طرف دیکھتا رہا۔ شک تھا۔ شاید بہانہ کر رہا ہے مگر نہیں اس کا کام اتنے ہی میں تمام ہو گیا تھا!

میں دم لینے کو کھڑا ہوا۔ میری اس وقت کی حالت ناقابل رشک تھی۔ اس ویران مکان میں ایک بے جان لاش کے پاس تنہا تھا اور لاش کو پٹانے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کچھ فاصلہ پر درختوں میں اٹھ بول رہا تھا۔ سرد ہوا پتوں کو سرسرا رہی ہوئی چل رہی تھی۔ اس کے سوا ہر طرف خاموشی اور سناٹا تھا۔ غنیمت ہے کسی نے میرے ہسٹول کی آواز نہیں سنی۔ میں نے جھک کر اس کے کپڑوں کی تلاشی لینی شروع کی۔

کوٹ کی جیب میں اسی تاریخ کا پیرس جانے کا ٹکٹ تھا۔ یا چند متفرق کاغذات۔

ان کے سوا کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی۔ مگر ہاں ایک اندرونی جیب میں میرا ہاتھ کسی ٹھوس اور بے ڈھنگی سی چیز کو لگا رہا ہے اسے نکال کر دیکھا۔ تو نہی ہی سمجھو تھا!

اس کی دم نہ دار تھی۔ میرا خیال ہے آپس کی جھڑپ میں ٹوٹ گئی ہوگی۔ ایک دوبار تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ چونکہ وقت قیمتی تھا۔ اس لئے زیادہ تلاش جاری رکھنا مناسب معلوم ہوا۔

دفعتاً میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔ غالباً چاند کی پرستار روشنی اور وہ سفوی ہلکے جڑے شیطان کی جڑ سے برآمد ہوا۔ یہ دونوں باتیں اس خیال کی محرک تھیں۔ اس بارہ میں اطمینان کرنے کے بعد کہ اس کے کپڑوں پر کسی طرح کا نشان موجود نہیں رہ جس سے اسکو پہچانا جاسکے میں نے اپنا نمبری قرض نکال کر اسکی واسکٹ سے ہاتھ دیا۔

میرا خیال ہے سمجھو کی جماعت نے اس آدمی کو میری ہلاکت پر مامور کیا تھا۔ اس کام کے بعد وہ فوراً پیس چلا جاتا۔ اب میں ایسا انتظام کرونگا جس سے معلوم ہو کہ اسے اپنے منصوبہ میں کامیابی ہوئی۔

اس کے دس منٹ بعد میں نکتے کی لاش موڑ پر رکھے آہستہ آہستہ دریائے ٹمیر کو جا رہا تھا۔ دریا کے ساحل پر ایک جگہ یاد تھی۔ جہاں رات کو سنسانا ہوتی ہے۔ کوئی آدمی قتل کی واردات کر کے لاش کو آبائی سے پانی میں بہا سکتا تھا۔ میں اپنی کامیابی پر خوش موڑ لئے جاتا تھا۔ کہ ناگاہ ایک کانسٹیبل نے روک دیا۔

”اے! پچھو نہیں اسے دیکھ کر میرا دل کس زور سے دھڑکنے لگا۔“

”تھیکو۔ میں تمہارا نام اور نمبر معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ اس نے فونٹ بک نکال لیا۔

”ہوئے کہا۔“

”کیوں کس لئے؟ میں نے جہاں تک ممکن تھا ضبط سے کام لینے کی کوشش کرتے ہوئے

پچھا۔“

اُس نے کہ تمہاری موٹر کے لپ بجھے ہوئے ہیں۔
 اود۔ بے شک غلطی ہوئی آپس نے موٹر سے اتر کر اپنا لیسنس پیش کرتے ہوئے کہا مجھے
 اس میں کوافسوس ہے۔

مگر دل ہی دل میں اپنے آپ کو صدمہ لگایاں دیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے کتنی جوکم
 کا سامنا ہوا۔

سپاہی نے لیسنس نوٹ کر کے دے دیا اور بولا آخر ایسی لا پرواہی کیوں ہوئی؟
 ”اے صاحب عرذب آفتاب کے بعد پہلا پھیرا ہے۔“ میں نے پھولی بتی جلاتے
 ہوئے کہا تبس خیال ہی نہیں آیا۔
 اود سواری بھی چپ ہے؟

میں نے دیا۔ الائی کا بکس جیب میں ڈال کر دوبارہ اگلی میٹ کی طرف جاتے کلاں
 نہ کی طرف لے جانے پر اشارہ کیا۔ اور بتایا کہ شراب سے بدست ہے۔ اس لئے نہیں
 بولتا۔

اود۔ یہ بات نہ کیا، کانسٹبل لے لا پرواہی سے کہا اور ایک طرف کوچلا گیا۔
 خدا شاہد ہے مجھے اپنی عمر میں کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی ہوگی جیسی اس مشکل سے نجات
 حاصل کر کے ہوئی۔

کانسٹبل کے چلے جانے پر میں نے پھر موٹر کو چلانا شروع کیا۔ ساحل دریا کا وہ مقام
 کوئی ۲۰۰ میٹر کے آگے تھا۔ میں چلا پہنچا کہ موٹر روک لی اور کانٹکا کر سننے لگا۔
 نیمز کا گھونٹا ہوا لیسنس کی کیمپر کی مانند نظر آتا تھا۔ گھاٹ پر آب وریا کے پلپانے
 کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔

بڑی ہمتی سے سوار کا دروازہ کھول کر نکلتے کی لاش کو باہر نکالا۔ اور نامک کے
 ایکسٹرکٹر کی مانند تیبہ سے چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے لاش کو گھسیٹا ہوا اب تک لے گیا

دور منجد ہمارے دیوانی پولیس کی کشتی رو بند کرتی ہوئی جا رہی تھی۔ میں اس وقت تک کھڑا رہتا تھا کہ چوڑوں کی آواز فاصلہ پر مدھم ہو گئی۔ اس کے بعد لاش کو پانی میں دھکیل دیا۔

سکوت شب میں ایک ہلکی مدھی آواز پیدا ہوئی۔ ہمیں لڑکھڑا کر اٹھیں اور دائرے بناتی ہوئی پھیل گئیں۔ اس کے بعد پھر وہی خاموشی چھا گئی۔

گیسٹن میکس عرف چارلس میلٹ مر گیا۔ اور پانی میں دفن ہو چکا۔
خالی موٹر نے میں دوبارہ اسٹبل کو روانہ ہوا۔ مگر دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ یہ شخص جس کا صحیح نام مجھے آج تک معلوم نہ تھا۔ مگر جس کو میں ہمیشہ نکٹا شیطان کہتا رہا کرتا ہوں کون تھا؟ کیا اسی کا نام بچھو ہے؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے وہ کون تھا۔ بہر حال میں بہت جلد اس معاملہ کی اصلیت معلوم کرنے کی امید رکھتا تھا۔

جس گھر میں میری سکونت تھی اسکی مالکن کا حساب اسی دن ہے باقی کیا گیا تھا اور میں اپنا مختصر سامان بھی وہاں سے اٹھوا لایا تھا۔ کپڑوں کا عمدہ سوٹ اور باقی ضرورتیں پہلے سے اسٹبل کے ایک کونے میں موجود تھیں۔ میں ٹیلی فون پر وسٹ اینڈ کے ایک ہوٹل میں کمرہ بھی کرایہ پر لے چکا تھا۔

موٹر کو اسٹبل میں داخل کر کے اندرونی دروازہ بند کیا۔ اور اسی کے لپ کی روشنی میں دائرہ میں موچھیں صاف کر ڈالیں۔ موٹر ڈرائیور کی وردی اور ٹوپی اتار کر دیوار کے ساتھ ٹکادی۔ اور ان کے عوض وہ سوٹ پہنا جو پہنے سے اس ضرورت کے لئے موجود تھا۔ اپنی سابقہ شخصیت کے سارے نشانات مٹا کر میں بالکل نئی حیثیت سے باہر نکلا۔ لپ محل کر دیے۔ اسٹبل کا چھانگ بند کیا۔ اور ایک چرمی بیگ بائیں اور بیک کی چھڑی دائیں ہاتھ میں لیکر ہوٹل کی طرف ہولیا۔

میری چارلس میلٹ کی ہستی کا خاتمہ ہو چکا تھا!

باب ۴

پرانے دور

ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کے سامنے ایک خالی مکان پر گریہ یا زخمت کے لئے خالی ہے۔ کابوڑ لٹکا ہوا تھا۔ میں نے مالک مکان سے کچیاں لیں اور انہیں دکھا کر صبر و دروازہ کی منتہی کچھی کو مار سے تیار کرائی۔ کام سمجھ لیا تھا۔ لوہار نے ایک گھنٹہ کے اندر اندر کر دیا۔ نئی کچھی پاس رکھ کر میں نے مالک مکان کی کچیاں واپس کر دیں۔ عذریہ تھا۔ کہ مکان حسب منشا نہیں ہے۔

اس طرح کسی قسم کا شبہ پیدا کئے بغیر مجھے اس مکان میں داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ دن بھر باہر کا دروازہ بند کر کے بالافانہ کی کھڑکی میں بیٹھا درختوں کی اوچھل سے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کی طرف دیکھتا رہا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کچھو کے آدمیوں سے کوئی میرے رکھوائے ہوئے لفافہ کی تلاش میں وہاں آتا ہے۔ یا نہیں؟ ٹانگ دیکھنے کی عمدہ دہریں میرے پاس تھیں۔ اسکی مدد سے میں ہر ایک دریغ کو جو ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر آتا بغور دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح شام ہو گئی اور میں وہیں جا ہوا بیٹھا رہا۔ آخر جب شام کا دھند لکا رات کی سیاہی میں چھپ گیا۔ اور اتنے فاصلہ سے اندر میرے میں کسی کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔ تو میں اپنی کمین سے نکلا۔ اور مکان کا دروازہ بدستور مقفل کر کے شرک کے کھائے اُسکے ہوئے چھتائے درخت پر چڑھ گیا۔ اور اسکی پختی ٹہنیوں سے مکان کی نگرانی کرنے لگا۔

تھوڑی بھڑکی دیر کے بعد جب درخت پر بیٹھا بیٹھا تھک جاتا۔ تو اتر کر اس گلی کا چکر لگاتا۔ جدہر ڈاکٹر سٹوارٹ کے شورنی کمرہ کی کھڑکی کھلتی تھی۔ یا اس رستہ پر گھومتے گھٹا جدہر سے دو کا اندازوں کے شاگرد سودا سلف دینے آتے تھے۔ اور جہاں سے

میٹک کی کھڑکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اس طرح گشت کر کے میں ایک جہاز سی کے پیچھے کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر کے مکان میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

اس گفتگو سے جو فون پر ہوئی معلوم ہوا کہ ان کی خدمات پاس ہی کسی انسٹی ٹیوشن میں دہکا رہیں۔ میرے دیکھتے دیکھتے وہ چھڑسی۔ ٹوپی اور بیگ لیکر نکلے اور رخصت ہو گئے۔ میں بھی خالی مکان کے باغیچے میں داپس آ گیا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اتنے میں ایک کانسٹبل آہستہ چلتا ہوا سڑک سے گزرا اور اپنی لائٹین کا منہ اس مکان کی طرف گھمایا۔ جسے میں نے اپنی ضرورتوں کے لئے بلا صرفہ حاصل کر لیا تھا۔ بظاہر اسکو کوئی شکی چیز نظر نہیں آئی۔ کیونکہ اسی طرح اطمینان کے ساتھ چلتا آئے نکل گیا۔ اور اس کے پاؤں کی چاپ تھوڑی دور جا کر دب گئی۔ اس کے بعد یکایک کسی طاقتور موٹر کے جھرجھرائے کی آواز سنائی دی۔ میں دم روک کر سینے لگا۔ دائیں طرف سڑک پر ایک موٹر تھا۔ موٹر اسی طرف سے آئی اور ڈاکٹر سٹارٹ کے مکان کے سامنے آ کر ٹھہر گئی۔

میں نے دو بین کی مدد سے ڈرائیور کو لبزور دیکھنا شروع کیا۔ کوئی سانولے رنگ کا آدمی تھا... اور... ٹائیں! ایک جوان عورت بھی موٹر سے اُترتی۔ جو سمور و نقاب میں اس طرح پیٹی ہوئی تھی۔ کہ اس کا چہرہ نظر نہ آتا تھا۔ خرام و تار سے چلتی وہ صدر دروازہ پر گئی اور... داخل ہو گئی۔

ڈرائیور موٹر کو پیچھے ہٹا کر بازو کی گلی میں لے گیا۔

میرادل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ بڑی احتیاط سے مجھے پاؤں چلتا سڑک کو عبور کر کے اس دروازہ پر پہنچا۔ جو شاگرد پیشے سے ملتا تھا۔ یہاں ہر طرف تاریکی تھی، اس کی آڑ میں اس مقام پر جا پہنچا۔ جہاں سے مکان کا اندر دنی حصہ دکھائی دے سکتا تھا۔

میرے خیال کے مطابق نودار و مریضہ کو جو بظاہر کوئی امیر عورت تھی۔ مریضوں کے عام کمرہ میں نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کی میٹھک میں بٹھایا گیا۔ جدھر میں کھڑا تھا۔ اور کھڑکی کی طاب اسکی پیچھے تھی۔ اور وہ ایک سن رسیدہ عورت سے جو غالباً ڈاکٹر سٹوارٹ کی داروغہ ہے باتیں کر رہی تھی۔ بڑی بے صبری سے میں اس بڑھی عورت کی رخصت کا انتظار کرنے لگا۔ آخر وہ چلی گئی تو نودار وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ اب اس نے کھلی کھڑکی سے پیچھے کی طرف دیکھا۔ اررر!... یہ تو میری دیرینہ کمرنگ مریضہ انجلا تھی!

مسرت کامیابی کی چنج میرے لبوں تک آئی تھی۔ مگر میں نے بڑی وقت سے اسکی صندلی پر۔ بڑھی عورت کے جاتے ہی زہرہ نے اپنے ہینڈ بیگ سے کنجیوں کا گچھا نکالا اور ایک ایک کی مدد سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی میز کے درازوں کو کھولنے میں مشغول ہو گئی۔

”آہ! میں نے دل سے کہا۔“ معلوم ہوتا ہے ان کو خبر نہیں لفا نہ کس دراز میں ہے؟ وہ کچھ سوچ کر رک گئی اور متوجش نظروں سے کھلی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر پودہ ڈال دیا۔ اب میرے لئے اس جگہ کھڑے رہنا بیکار تھا۔ پھر ٹرک سے گدز خالی مکان کی طرف ہولیا۔ میرا موٹر سائیکل بجاریوں میں چھپا ہوا رکھا تھا میں اسے عین ٹرک کے سرے تک لے گیا اور انتظار کرنے لگا۔

ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کا دروازہ میرے سامنے تھا۔ اور اس کے مختصر طی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ ٹرک پر دابس چلے آ رہے ہیں۔ عین اس وقت کسی نامعلوم مقام سے ایک عجیب طرح کی مدھی در دناک آواز۔ فاصلہ پر کسی عورت کے مہرج کرنے کی آواز سے مشابہ۔ میرے کانوں میں پہنچی۔ یہ کچھ اس طرح کی آواز تھی۔ جسے سن کر میرا دل سرو مہونے لگا۔

آواز کی گونج ابھی ہوا میں نقش تھی۔ اور ڈاکٹر سٹوارٹ مکان کے دروازہ

تک نہ پہنچے پائے تھے کہ میں بچھڑ گیا۔ اس آواز کا مطلب کیا ہے۔ ضرور کوئی شخص باہر چھپا ہوا ڈاکٹر کی دلہی کا انتظار کر رہا تھا۔ سٹوارٹ کو دیکھتے ہی اس نے زہرہ انملا کو اس کی دلہی سے خبردار کر دیا۔۔۔ مگر ٹھہریے۔ یہ خفیہ آدمی سافولی زنگت کا موٹر وٹر ابجوہی تو نہ تھا؟

میری بڑی خوش نصیبی تھی کہ سید ہی راہ چوڑ کر حکم دار رستہ سے مکان کی نگرانی کرنے گیا۔ ورنہ یہ شخص جو صدر دروازہ کے قریب کسی مقام پر چھپا ہوا تھا مجھے دیکھ لیتا۔ تو کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔

اس کے ذرا دیر بعد زہرہ مکان سے باہر آئی تو بڑھی دروغہ اس کے ساتھ تھی۔ موٹر بھی گلی سے نکل آئی۔ اور وہ نازنین اس پر بیٹھ کر رخصت ہو گئی۔ جہاں تک میں دیکھ سکا موٹر میں کوئی تمیز آدمی موجود نہ تھا۔ اور موٹر روانہ ہوئی۔ اور میں نے اپنا صبار ڈار انڈین اس کے پیچھے ڈال دیا۔

جیسا امید بھی۔ موٹر جانب مشرق روانہ ہوئی۔ اور انہی رستوں پر پہلی جھیر سے دیکھے ہوئے تھے۔ وہ جنوب مغرب سے مشرق کی سمت میں چلنے لگی۔ میں بھی سائیکل کی طرح ساتھ تھا۔ پر حجم بازاروں میں کبھی ذرا دیر کے لئے وہ آگے نکل جاتی۔ مگر میں جلد ہی اسی پھراس کے پاس جا پہنچتا۔ جتنے کہ جب ہم کمرشل روڈ میں پہنچے۔ تو دو نو کا فاصلہ۔ دگرتے زیادہ نہ تھا۔

نہر کے پل کے پاس ایک شرابی ملح لوکھڑا ہوا میرے موٹر بائیکل کے سامنے آ گیا۔ اور پھینکا دب جاتا اگر میں عین موقع پر غیر معمولی پھرتی سے بائیکل کو سین لین کی تنگ گلی میں نہ مڑا لیتا۔

بد قسمتی سے گلی اتنی فراخ نہ تھی۔ کہ موٹر بائیکل کو اسی طرح گھما کر دوبارہ سڑک پر سے آتا۔ نیچے اتر کر پیدل موٹر تک لانا پڑا۔ اور اس کے بعد جب سوار ہوا تو موٹر غائب

ہونے لگی تھی ابتدا میں مال پر رحم کرے۔ کوئی گالی بھی جو اس وقت غصہ میں میرے منہ سے اس بدست شرابی کے حق میں نہیں نکلی جس نے اپنی بے جا مداخلت سے آن و احد میں بنانا یا کھیل بگاڑ دیا۔ اسی طرح بڑا ہوتا اس امید پر کہ موٹر سبھی اسی ٹرک پر لگی ہوگی سنے کی طرف ہولیا اور بائیکل کو اتنا تیز کیا گیا کہ اس وقت حصول مدعا کے لئے مجھے کسی کی جان کی پروا نہ تھی۔ راہروں گھبرا کر اوہرا دھر بیٹھے اور بڑا ہاتھ لگے۔ مگر میں ان کی درشت کلامی سے ڈاڑھ بائیکل کو اندھا دھن روٹ اندھا ڈاک روڑ کی طرف لئے جاتا تھا۔

گھاٹ پر پہنچا تو موٹر کہیں نظر نہ آتی تھی۔ جہازوں کے مستویوں یا ٹوٹی ہوئی کچھوٹوں کے سوا ہر طرف دیرانی اور سناٹا تھا۔ اس وقت جو صدمہ میرے دل کو ہوا۔ اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ نہ وہ کم بخت شرابی راہ میں آتا۔ نہ یہ اور موقعہ مانتے سے جاتا۔ یہی عجیب تھی کہ کسی ٹوٹی ہوئی دیوار سے اپنا سر بھوڑوں یا فرش زمین پر بچے درخوب جی بھر کے روؤں اگر نہ ہر ذرا اٹھلا ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان سے میرا دیا ہوا اضافہ اڑا لائی۔ تو اس میرے لئے کامیابی کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔

لیکن جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے۔ محکمہ سرائی کی روایات مایوس ہونے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ہر قسم سے یاس و اضمحلال میں بھی جاسوس کو استقلال ہی کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ گہری فکر کی حالت میں مکان پر واپس گیا۔ تو فقط یہ خیال موجب تسکین تھا کہ اگر نہ یہ سبھی کو شمش میں لغافہ نہیں لے جاسکی۔ تو یقین ہے۔ دوسری بار پھر آئے گی۔ کیونکہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے دانہ سے پہلے ہی وہ مکان سے رخصت ہو گئی تھی کچھ بھی ہو کل کے دعات کا انتظار کرنا لازم تھا۔

اتحاد اسی طرح بسر ہوا کہ کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ رات کو اسی وقت پھر وہی زرد موٹر نمودار ہوئی۔ اور اب کی بار میں نے دو برہنہ کاشیشہ سیاہ فام موٹر ڈرائیور کے چہرہ پر جادیا۔

زہرہ کے اترنے پر اس شخص نے وہ بڑا سا چہرہ جسے موٹر ڈرائیور عموماً دکاتے ہیں اور جو موٹر گاڑ کھلتا ہے۔ ایک لمحو کے لئے ہٹایا۔ غائب اس کو گردوغبار سے صاف کرنا چاہتا تھا۔ میرا کل رات کا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ واقعی یہ شخص چند دلال تھا؛ زہرہ اسے کچھ کہہ کر سٹوارٹ کے مکان کی طرف ہوئی۔ اور اس نے پھر موٹر کو گلی میں گھمایا۔ اس کے بعد خدا معلوم وہ کس چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ انتہائی تحقیق کے باوجود میں اس کی جلے کمین دریافت نہ کر سکا۔

اس موقع پر جیسا مجھے معلوم تھا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ گھر پر ہی تھے۔ اس کے باوجود زہرہ قریباً آدھا گھنٹہ اندر رہی۔ میں سخت حیران تھا کہ وہ ڈاکٹر کی موجودگی میں کیا کر رہی ہوگی۔ آخر اس وقت جب میری بے قراری حد انتہا کو پہنچ گئی۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ شاید کوئی نئی تجویز عمل میں لائی جا رہی ہے۔ دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلی۔

اب کی بار میں نے اسکی موٹر کا پوری تندہی سے تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی میں اپنے موٹر بائیکل کے پاس آیا۔ اور اسے درختوں کے پیچھے چھپے ٹرک کے کنارے بیکر کھڑا ہو گیا۔ زہرہ انخلا موٹر پر بیٹھ گئی۔ اور موٹر چلی۔ مگر میرے حق میں قمت نامہ رہا نہ تھی۔ موٹر بائیکل کو چلانے کی لاکھ کوشش کی۔ نہ چلا۔ اور آخر جب پاؤ گھنٹہ کی مسلسل کوشش کے بعد اسے متحرک کرنے میں کامیابی ہوئی۔ تو موٹر خدا جانے کتنی دور آگے چلی گئی تھی۔ اب اس کا تعاقب سراسر بے سود ہوتا۔

چونکہ میں یہ بیان ان لوگوں کی رہبری کے لئے قلمبند کر رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ ملکر یا میرے بند بچھو کی تحقیقات کا کام جاری رکھیں گے۔ اس لئے ان کامیوں کی تفصیل نازل معلوم ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ کئی ایک مایوسیوں کے بعد آخر ایک روز مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ اس رات میں نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان سے لائٹ ہوس کا زونے تک

زرد موٹر کچا چھپا گیا۔ اور اسے ایک لمحہ کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔

ایک مقام پر لاریوں کی قطار ٹرکیشن انجن کی مدد سے چلتی ساحل دریا کی طرف سے آ رہی تھی۔ ان کی اوجھل میں زرد موٹر تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے غائب ہوئی۔ وہ آگے نکل گئی تھی۔ میں ان لاریوں کی وجہ سے رگ گیا تھا۔ مگر فوراً موٹر بائیکل کو سرپٹ ڈال کر پھر اسے ڈاک سٹیشن کے پاس جالیا۔ اس سے آگے وہ کئی ایک پریچ گیلیوں میں چلتی کینٹن ٹون کی طرف ہوئی۔ اور آخر ایک جگہ جہاں موٹریں رکھنے کے گودام تھے پھیری۔ میں بھی پٹرول خریدنے کے یہاں سے اتر کر پاس گیا۔

چند دلال وہیں موٹر پر بیٹھا ہوا دوکان دار کے آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ مگر ... موٹر خالی تھی!

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ یوں سمجھے کہ اس نئے مارنے والے پاؤں تلے سے مٹی نکال دی۔ مگر پھر جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے ایک بالکل ہی نئی بات دریافت کی ہے۔ وہ نگلی جس میں ایک بار پہلے نیکے شیطان کا چھپا گیا تھا۔ لایم ہوس کا زمرے اور روپ میکسٹرٹ کے درمیان واقع تھی۔ اور اس مقام کے قریب ہی لاریوں کی قطار نے زرد موٹر کو آن واحد کے لئے میری نظروں سے چھپایا تھا۔ معلوم ہوا اس نگلی میں ہی۔ جو میرے دوست کانٹیل کے بیان کے مطابق چینوں کی بستی تھی۔ زمرہ تھا موٹر سے اتری ہو گی۔ یہیں سمجھو کے رہنے کا مقام تھا!

باب - ۵

رخصتی الفاظ

بہنیں اس بیان کو ختم کرتا ہوا۔ ان حالات کا ذکر کرتا ہوں جن کی وجہ سے مجھے اپنی

شخصیت کا اظہار کرنا پڑا۔ میں نے یہ بیان محض اس خیال سے قلمبند کرنا شروع کیا تھا۔ کہ نامعلوم کب اور کس وقت دشمنوں کے ہاتھوں ہلاک کر دیا جاؤں۔ مگر یہ خوف اس وقت کے بعد دور ہو گیا۔ جب میں نے اپنی چارلس میڈل کی شخصیت زائل کر دی۔ کچھ شک نہیں کہ نئے شیطان کے نامعلوم الٹام مالک نے ہی سمجھا ہوگا۔ وہ چارلس میڈل عرف گیسٹن میکس کو ہلاک کر کے پیرس چلا گیا ہے۔ اسکی اپنی ہلاکت کا اس کو گمان تک نہ تھا ان حالات میں میں نے بھی اطمینان کی سانس لینی شروع کی۔ اور آخر جب میرے شیطان دوست کی لاش دریائے برآمد ہوئی۔ تو مجھے ہر طرح بے فکری ہو گئی۔ کہنہ کہ میری ہا میں لائی ہوئی اُحتیاطوں کی وجہ سے ہر شخص نے اسکی لاش کو میری ہی لاش سمجھا۔

جس دن لاش ہینڈور ہول سے برآمد ہوئی۔ اس کے اگلے روز صبح کے انجیل میں ایک چھوٹی ٹی خبر میری ہلاکت کی درج تھی۔ میں نے اس خبر کو اپنی آنکھوں سے پڑھا اور اس کے بعد یقین ہو گیا کہ آج سے میں سرکاری طور پر مردہ تصور ہو چکا۔ اس قسم کا اعلان جلد یا بدیر شائع ضرور ہونا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ وہ میری زندگی میں شائع ہو گیا۔ اب اس خبر کی اشاعت پر دو باتیں ضرور ہونگی۔ ایک دشمن گیسٹن میکس کی طرف سے بے فکر ہو جائے گا۔ دوسرے صاحب کشن نیو سکاٹ لینڈ یارڈ میرے بیان کے اس اول نصف حصہ کو کھول کر مطالعہ کر سکیں گے جس میں میں نے پیرس کی تحقیقات اور بورڈو سیشن تک نئے شیطان کے تعاقب کے حالات قلمبند کئے اور آخر میں اس کے زرد موٹر کے ڈرائیور کو سنہری بھوپہ دکھانے کا حال بکھا تھا۔

میں خوب جانتا تھا کہ نئے کی لاش دریائے برآمد ہوتے ہی جب میرا نشان اور ہنر اس کی جیب میں پایا گیا تو سمجھا جائے گا۔ کہ لاش گیسٹن میکس کی ہے۔ مزید تصدیق کے لئے میں نے ان رپورٹوں کا سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔ جو پیرس بھیجی تھی۔ میری رپورٹیں نہ ملنے پر یقیناً افسروں کو میری سلامتی کی فکر پیدا ہوگی۔ اور جب

کی لاش پھر ابھری نشان پایا جائے گا۔ تو سرور ڈاؤن ٹی کو یقین ہو جائے گا کہ گیسٹن
 بیکن وٹمنوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ اس لئے ضروری تھا کہ میں اپنی چارلس میلٹ کی
 شخصیت کو ہمیشہ کے لئے تلف کر دینا چاہتا تھا۔ جو باتیں میرے لئے تحقیق طلب تھیں
 وہ میں نے دریافت کر لیں۔ میں نے معلوم کر لیا کہ ہمارا سابقہ مجرموں کی ایک نہایت وسیع
 جماعت سے ہے۔ مگر یہ معلوم نہ کر سکا کہ اس کی سازش از شاخیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں
 یہ معلوم کرنا بچہ اکیلے کے لئے ممکن بھی نہ تھا۔ اس لئے میں زیادہ خطروں کا مقابلہ نامناسب
 جان کر... مر گیا!

اب اس رات کا ذکر کرتا ہوں جب سکاٹ لینڈ یارڈ کا نامی انپیکٹر ڈنبر ڈاکٹر سٹوارٹ
 کے مکان پر آیا تھا۔ مجھے اسکی آمد پر بڑھی حیرت ہوئی۔ جب وہ آیا تو رات کی تاریکی ہر طرف
 پھیل چکی تھی۔ اور میں سامنے کے خالی مکان کی جھڑیوں میں چھپا ہوا سٹوارٹ کے مکان کو
 بغور دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ بارشوں کی وجہ سے رات بہت سرد تھی۔ میں یہ دیکھنے لگی کی طرف
 گیا۔ کہ ان میں کیا باتیں ہوتی ہیں۔ مگر واسے بے قسمتی۔ کھڑکیاں بند تھیں!
 اس روز قدرت خاص طور پر ناہم رہاں تھی۔ سر شام موٹر بائیکل کو دیکھا تو پچھلے مار
 میں بڑا سا پنچر تھا۔ اسے مرمت کرنے میں آدھا گھنٹہ لگ گیا... بیش قیمت عرصہ جس کے
 دوران میں خدا جانے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر کیسے کیا ہو گیا ہو گا۔

اب سچ رہا تھا کیا ڈاکٹر سٹوارٹ نے انپیکٹر ڈنبر کو خود بلایا ہے؟ اگر ایسا ہو۔ تو
 اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ یا تو میرا کھوایا ہوا الفا فو غائب ہو چکا یا سٹوارٹ نے زمرہ افلا
 کو الفا فو چرانے کی کوشش کرنے دیکھ لیا۔ اور اس لئے خفیہ پولیس کی مدد طلب کی غیر یقینی
 حالت جنوں کی وحشت پیدا کر رہی تھی۔ اور یہ خیال سوڈن رورج تھا کہ اکیلا میں۔
 اسے مکان کی نگہبانی نہیں کرتا۔ ڈاکٹر کے باہر جاتے ہی بڑی زرد موٹر کا اس کے دروازہ

پر آکر کھڑا ہو جانا یقیناً امر اتفاقی نہ ہو سکتا تھا۔ سعی بلیہ کے باوجود میں اس آدمی کی جائے
کین دریافت نہ کر سکا جو میرے علاوہ ڈاکٹر کے مکان کی جاسوسی کرتا تھا۔ نہ یہی معلوم تھا
کہ زرد موٹر ڈاکٹر کے باہر جانے کے انتظار میں کہاں چھپ کر کھڑی رہتی ہے۔ بالخصوص ڈنبرو
انگلا اب تک لفافہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوئی ہو۔ تو انپکٹر ڈنبر کی موجودگی میں اس
کا دوبارہ اس مکان پر آنا غیر ممکن تھا۔ زہرہ کو سٹوارٹ کے مکان پر لانے کے لئے ڈنبر کو
اس جگہ سے زحمت کرنا ضروری معلوم ہوا۔ یہ سوچ کر موٹر بائیکل گھمایا اور اس تنبا کو
فروشن کی دوکان کو ہولیا۔ جس سے کبھی کبھی سگٹ خرید کرتا تھا۔

اس کی دوکان کے علیحدہ کمرہ میں ٹیلیفون لگی ہوئی تھی جسے خریدار برائے نام
فیس ادا کر کے استعمال کر سکتے تھے۔ دوکان بند تھی۔ مگر میں نے ضروری کام کا بہانہ کر کے
مالک کو جگایا۔ مراغرسانی کے سلسلہ میں تھوڑی بہت نقلی جہے یاوتھی۔ جواب کار آمد
ثابت ہوئی۔ انپکٹر ڈنبر اور سارجنٹ سادربی۔ دونوں کو پہلے سے جانتا تھا۔ سارجنٹ کا
انداز تکلم بھی یاد تھا۔ اب اس کے لہجہ کی نقل اتانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں نے ٹیلی فون پر ڈاکٹر سٹوارٹ کو بلایا۔ اور کہا۔ "میرا نام سارجنٹ سادربی ہے
اور سکاٹ لینڈ پارڈ سے بول رہا ہوں۔ انپکٹر ڈنبر سے کچھ کہنا ہے۔"

"ہلو" انپکٹر نے فون پر آواز دی۔ "سادربی کیا تم ہو؟"
"جی ہاں" میں نے سادربی کی آواز میں جواب دیا۔ "معلوم ہوا تھا۔ آپ یہاں ہیں۔"
ٹیکس کی لاش کے بارہ میں عرض کرنا تھا۔

"ٹیکس؟" ڈنبر نے انداز حیرت سے کہا۔ "کیا کہتے ہو؟... ٹیکس کی لاش؟"
۔۔۔ معلوم ہو گیا کہ پیرس والوں نے ابھی میری ہلاکت کی خبر نیویسکاٹ لینڈ پارڈ نہیں
پہنچی۔ ۲۱۔ لیٹھ میں نے کہا "ٹیکس کے مائے جانے کی خبر ابھی ابھی پیرس سے آئی ہے۔ روایت
جو لاش برآمد ہوئی اس کے پاس ۴۹۶۸۵ نمبر کا نشان نکلا تھا۔ اور یہ نشان ٹیکس ٹیکس

کہے: ”ڈنبر کو اس خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ اور اس نے اس بارہ میں کچھ کہا کہ میکس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ اوروں سے الگ رہ کر کام کرتا تھا۔

”نہرانی سے فوراً دفتر میں تشریف لائے“ میں نے کسی طرح اسکو سٹارٹ کے مکان سے ہٹانے کی خاطر کہا۔

اس نے کہا: ”بہت اچھا۔ ابھی آتا ہوں“ میں یہ سچ ہی رہا تھا کہ وہ کس لئے ڈاکٹر سٹارٹ کے مکان پر گیا ہے۔ اور اس ملاقات کا حال کیونکر معلوم کیا جاسکتا ہے۔ کراتنے میں اس نے خود بخود یہ کہہ کر میرے سوال کا جواب دے دیا۔

”سنو ساوربی۔ سنے ہو؟ معاملہ بھڑی سے غفلت رکھتا ہے۔ وہ سونے کا ٹکڑا جو لاش کی جیب میں پایا گیا تھا۔ ناگ پھنی کی ڈنڈی نہیں۔ سنہری بھڑی کی دم ہے!“

معلوم ہوا سنہری بھڑی کا وہ ٹکڑا جو مکے شیطان کی جیب میں کسی جگہ اٹکارا گیا تھا ان کو مل گیا ہے۔ اس گفتگو میں نہرہ انھما کا ذکر نہیں آیا تھا۔ اس لئے میں اپنے موٹر بائیکل پر سوار ہو کر دوبارہ اسی خالی مکان کی طرف جا رہا تھا۔ تورت میں خیال آیا سو بسے اب تک اسے نفاذ حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ میرا یہ خیال صحیح نکلا۔

مگر معلوم ہوتا ہے دشمن کے ذریعہ مجھ سے بہت وسیع تھے۔ ڈنبر کے جانے کے بعد میں تو پہنچتے ہی پہنچا۔ نہرہ موٹر مچ سے بھی پہلے سٹارٹ کے مکان پر پہنچ گئی۔ میں نے اس بارہ میں احتیاط کو نظر انداز نہ کیا تھا۔ مکان سے فٹوڈ اور سے اپنے ”انڈین“ کو ایک باغ میں چھوڑا اور ہیدل چلنے لگا۔ ڈاکٹر سٹارٹ اور انیکٹر ڈنبر اس وقت موٹروں کے اوہ کی طرف جا رہے تھے۔

میرے دیکھتے دیکھتے نہرہ ایک ماہ وشن حسینہ کے بھیس میں ڈاکٹر سٹارٹ کے مکان میں داخل ہوئی اور چند دلال موٹر کو گھما کر ایک گلی میں لے گیا۔ میرے لئے انتہائی جانے کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد میں نے پھر اسی مقام کا رخ کیا۔ جہاں اپنا موٹر بائیکل چھوڑا تھا

اور نصف گھنٹہ کے عرصہ میں لندن کا بڑا حصہ طے کر کے اس اونچی دیوار کے پاس جا پہنچا جو
لایم ہوس کا زوے کے پاس گلی کی چوٹی جھونپڑیوں کے بالمقابل بنی ہوئی تھی۔
شاید آپ میرے پروگرام کو نہیں سمجھیں۔ پھر یہی میں عرض کرتا ہوں۔ زہرہ اخلا عارفہ
لے کر کچھ کے مکان پر ہی واپس جاتی۔ وہ گلی مجھ کو معلوم تھی جس میں کچھ واقعہ تھا۔ آج میں
اس کے رہنے کا مکان دیکھنا چاہتا تھا۔

مگر سڑکیوں کی زندگی صد ہا ناکامیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ رات بھر اس دیوار کے
پاس کھڑا رہا۔ مگر زہرہ یا اسکی موٹر نہ آئی تھی نہ آئی۔ صبح کاذب کی دھندلی روشنی نمودار
ہونے لگی تھی۔ کہ ایک بہت بڑھا چینی ان جھونپڑیوں میں ایک سے باہر نکلا اور آہستہ
آہستہ ایک طرف کوچلا گیا۔ باقی مکانات خالی نظر آتے تھے۔ ہات بھر کوئی موٹر کسی طرح
کی کوئی بھکاری اس راہ سے نہیں گذری۔

اس دن کے بعد واضح ہو گیا۔ کہ اس شکل اور پروجیکٹ میں ایسے کام کرنے کی
مشکلیں بے شمار اور فائدے محدود ہیں۔ اس کے علاوہ معاملہ اس منزل تک پہنچ چکا
تھا جس میں پولیس کے معمولی طریقوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ تاہم میں نے جمع کر دیے۔ اب
یہ کام نیوسکاٹ لینڈ یا رڈ والوں کا تھا کہ ان تاروں کو دھام کی صورت دیں۔ میں اس اثنا
میں مزید تفتیش جاری رکھوں گا۔

فیصلہ کر لیا کہ دنیا بدستور مجھے مرا ہوا سمجھے۔ اس سے آزادی فعل حاصل ہے گی
مکن تھا بکٹے شیطان کے عدم متہ ہونے سے اس کے ساتھیوں کے دل میں کسی طرح
کا شک پیدا ہوتا۔ اتنا بھی ممکن تھا کہ وہ خیال کرتے لاش ایم ٹی بیٹن میس کی نہیں ہے لیکن
جب تک ان لوگوں کی لاش تک رسائی نہ ہو۔ یہ کیونکر معلوم ہو سکتا کہ لاش ان کے
نئے دوست کی ہے۔

مگر یہ فائدہ ہے جو فائدہ حاصل کیا جاسکتا تھا حاصل ہو چکا۔ ہر چند اب تک یہ معلوم

نہ ہوا تھا۔ ”کچھو“ کا سکن کہاں ہے۔ جہل میں لندن کے نقشہ پر ایک گول نشان کھینچ کر بتا سکتا تھا کہ وہ ان حدود کے اندر واقع ہے۔ گویا ہماری تحقیقات کا دائرہ تنگ ہو چکا تھا۔ زہرا بخدا اور چند والال کے قیام لندن کا حال بھی مجھ کو معلوم تھا۔ مگر یہ بات کہ وہ لوگ اور ان کا سرغنہ ”کچھو“ کہا کرتے اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اب تک معلوم نہ تھی۔ خیر وقت پر یہ باتیں بھی معلوم ہو جائیں گی۔

اب ضرورت کسی طرح ڈنبر سے ملنے اور یہ تحقیق کرنے کی تھی۔ کہ اس روز جب وہ ڈاکٹر سوڈرٹ کے مکان پر گیا سوڈن کیا واقعات ظہور میں آئے تھے۔ یہ سوچکے میں نے انسپکٹر سے اس کے دفتر واقع سکاٹ لینڈ یارڈ میں ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ لائٹ ہوئے والی رات کے دوسرے دن میں یارڈ میں گیا اور پیرس کی خفیہ پولیس کے ایک اور افسر کا اطلاعی کاروبار کر ملاقات کی آرزو کی۔ اپنا کارڈ اس لئے نہیں بھیجا کہ میں کسی کو اپنے زندہ ہونے کے بارے سے آگاہ کرنا نہ چاہتا تھا۔

انسپکٹر ڈنبر سے میری اس سے پہلے کئی بار ملاقات ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک کانٹبل مجھے ان کے معراکرہ میں لے گیا۔ میں دروازہ میں کھڑا ہوا یہ سوچ کر مسکراتا تھا۔ کہ دیکھوں مجھے اس بھیس میں پہچانتا ہے یا نہیں۔ کانٹبل چلا گیا تو ڈنبر اٹھا اور میری طرف گھور کر دیکھنے لگا۔

میرا خیال تھا۔ مجھے پہچان کر حیران و متشدد رہ جائے گا۔ مگر کیا جمال اس کے سکون میں ذرا فرق آیا ہو۔

آنکے آکر مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”اچھا ہوا آپ آئے۔ میں جانتا تھا جلد یاد میں آنا ہی پڑے گا۔“

میرے آنکھیں کھلنے لگیں۔ مگر اس کی باتوں سے دل کو کسی طرح کا رنج نہیں ہوا۔ اُلٹ خوشی تھی۔

”دیکھئے اس نے جیسے نوٹ بکٹ لٹکان کر اس کا ایک ورق دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ اس رفتہ کی نقل ہے۔ جو میں نے کچھ عرصہ پیشتر ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھوایا تھا۔ ملاحظہ کیجئے۔“

میں نے کاپی اس کے ہاتھ سے لے لی۔ مکھا تھا۔

الف: جس آدمی نے پتھے کے ٹکس سے نگڑا کاٹ کر لٹاف میں بند کیا۔ اس کا نام... ٹیسٹن میکس۔

ب: عدم پتہ موڑ ڈاکٹر کا نام... بگسٹن میکس۔

ج: جس آدمی نے مجھے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر پزیرا دیا۔ بگسٹن میکس مرنے کی خبر دی تھی۔ اس کا نام... بگسٹن میکس۔

میں نے کاپی واپس دیتے ہوئے جھجکا کر سلام کیا اور کہا۔

”انپکٹر ڈنبر۔ آپ بڑا نیکہ گے جاسوسوں کے متوجہ ہیں۔ ایسے آدمی سے ملکر کام بنانا باعث فخر ہے۔“

میرا بیان اب ختم ہوتا ہے۔ وہ شام انپکٹر ڈنبر اور صاحب اسٹنٹ کشر سے اس معاملہ پر باتیں کرتے ہوئے گزری۔ اور اس گفتگو کے دوران میں معلوم ہوا کہ میں نے انگریزی کا سلسلہ ترک کرنے میں جلد انہی کی۔ کہونکہ ایک رات نصف شب کے بعد کوئی آدمی جو زہر سے مختلف تھا۔ نقاب پہنے ہوئے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر گر گیا۔ خیر میں نے ڈاکٹر سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

اتفاق سے مجھے ان کے مکان پر جانے میں دیر ہو گئی۔ آخر جب پہنچا۔ تو بہت رات جا چکی تھی۔ میں اپنے دل میں یہ فیصلہ بھی کر چکا تھا کہ ملاقات کو کل پر ملتو۔ کہ وہ دن کہ ایک بڑی زرد موڑ دوڑتی ہوئی میری کرایہ کی موٹر سے آئے نکل گئی۔

میں اس موٹر کی نسبت کیونکر شک کر سکتا؟ وہی نہ تھی جس میں چند دلال نہرہ کو لیکر آیا جایا کرتا تھا۔ میں نے کرایہ کی موٹر وہیں چھوڑی اور ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان کی طرف جو قریباً سو گز کے فاصلہ پر تھا۔ پیدل چلنے لگا۔ زرہ موٹر کے جھبرانے کی آواز اب سنائی نہ دیتی تھی جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ بے آواز چل سکتی تھی۔ ڈاکٹر کے مکان کے سامنے اگے ہوئے درختوں کے سایہ میں پہنچا۔ تو دکھائی دی۔ سڑک کے دوسرے پہلو پر کھڑی تھی۔

میں شاگرد پیسے کی طرف ہولیا۔

یکایک بائیں جانب یعنی بائچے کی طرف سے اس قسم کا دبا ہوا شور جیلا بے شمار لکڑیوں کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ سنائی دیا۔ اور ایک نیلے رنگ کی شعاع بجلی کی چمک کی مانند نظر آئی۔ اس کے بعد کئی دھماکوں کی مدھی آواز سنائی دی۔ اندھیرے میں چلتے ہوئے میرا پاؤں زمین پر پڑی ہوئی کسی چیز سے اٹکا جو بجلی کے تار سے مشابہ تھی پاؤں ٹگتے ہی میرے منہ سے کلمہ حیرت نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے

زور سے میرے سر پر وار کیا۔ او میں لڑکھڑاکر گر پڑا۔ میری آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچ رہے تھے۔ مگر اس حالت میں ہی میں نے معلوم کیا کہ کوئی شخص غائب۔ چند دلال اس راہ میں چھپا ہوا کھڑا ہے۔ جاہر میں جا رہا تھا۔ ساتھ ہی مین کی دردناک آواز میرے کانوں میں پہنچی۔

بہم طو پر ایک دروازہ قامت صورت جس نے راہوں کی طرز پر کندھوں سے نیچے تک نقاب پہنی ہوئی تھی۔ دکھائی دی۔ میں نے جو اس سبب رکھنے کی بہت کوشش کی پہلے بھگدڑ کی آواز سنائی دی۔ چہرہ موٹر کے تیار ہونے کی اس آواز نے میرے تن مردہ پر جان ڈال دی۔ اس خیال سے گھبرا کر اٹھا کھیل فون تاکہ پہنچی زرہ موٹر کو رستہ میں رکھا دوں۔

جلد سوم

چند طوخانہ

باب ۱

بزم شوری

صاحب اسٹٹ کمشنر نے دوسرے جلدیاں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دو تیس کا بادل نکالتے ہوئے کہا کہ ہر چند بعض سطحی نکات حاصل ہو گئی ہیں۔ مگر اصلی سوال اب بھی حل طلب باقی ہے۔ یعنی ”بچھو“ کون ہے۔ اور کیا چاہتا ہے؟

کیسٹن میکس نے شانوں کو حرکت دی اور ڈاکٹر سٹوارٹ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

میرے خیال میں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ بچھو کی نسبت ہماری معلومات کیا ہیں اس نے کہا کہ وہ مرد ہے یا عورت اور اگر مرد ہے تو ڈاکٹر سٹوارٹ کے عجیب و غریب تجربات سے اسکی نسبت کیا حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں؟ چین میں دو دن کے قبل پرچہ قند پانچ سال پیشتر آپ کو پیش آیا تھا اسے کوئی غیر معمولی اہمیت نہ تھی مگر اب اسے تو سوال یہ ہے کہ کسی آدمی کے لئے ”بچھو“ کے برابر پر اسرار و جاہت حاصل

کرنا اور لوگوں میں دہشت پھیلانا کیا عجیب نہیں ہے؟ ممکن ہے وہ سن پل کا بڑھچک ہی ہمارا کچھوٹو۔ یا ممکن ہے نہ ہو۔ اس کے متعلق عنقریب سوچا جائے گا۔

معاملہ موجودہ سے ہماری دلچسپی زہرہ انخلیا یا میڈموازل ڈوریاں کی آمد کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر اسکی آمد اس گفتگو کے سلسلہ میں تھی۔ جو شراب خانہ میں میرے اور اس مردِ جدید کے درمیان ہوئی۔ جس کا ذکر میں نے جا بجا مکے شیطان کے نام سے کیا ہے۔ صاف لفظوں میں زہرہ ان حالات کو جنہیں میں نے اپنے فرضی بیان کے مطابق ایک الفاظ میں بنا کر کے ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس رکھوایا تھا۔ اور جن کی مذمت کہا گیا تھا۔ کہ عنقریب سکاٹ لینڈ پارڈ کو بھیج دے جائیں گے۔ حاصل کرنے کے لئے آتی تھی جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کچھوٹو کی بھیجی ہوئی آتی۔ یعنی کچھوٹو کی راز دار تھی۔ مکے بد نصیب کا کچھوٹو سے جو تعلق تھا۔ اس کا حال دو باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ (۱) پہلے سے اس کے تعلقات اور پہلی نو کے پیمانہ میں لفظ کچھوٹو کا استعمال (۲) اس سہری کچھوٹو کا جو ہمارے سامنے مینر پر رکھا ہوا ہے۔ اس کی جیب میں پایا جانا۔ یہ دو باتیں معلوم کرنے کے بعد اب سچنا یہ ہے۔ کہ اس بیان سے جو میڈموازل ڈوریاں نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے رو برو پایا تھا۔ کیا معلوم کیا جاسکتا ہے۔ یہ سوال قدرے غور طلب ہے۔

زہرہ کے بیان کو ہمیں ذرا تال کے ساتھ تسلیم کرنا چاہیے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ اسکی داستانِ فرضیات کا مجموعہ ہو۔ بہر حال وہ دلچسپ ہے۔ کیونکہ یہ عورت اپنے آپ کو ایک خوفناک آفاقی مجبورِ خاد منہ ظاہر کرتی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مشرقی عورت ہوں اور مجھے وہ آزادی حاصل نہیں جو مغرب میں عورتوں کو ہوتی ہے۔ یہ بات ایک حد تک ممکن بھی ہے۔ مگر دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ اسے نہ صرف نقل و حرکت کی عام آزادی حاصل ہے۔ بلکہ اسکی زندگی ہر طرح عیش و عشرت

میں بسر ہوتی ہے۔ اس لئے مجموعی طور پر اس حصہ میان کو غلط ہی سمجھنا چاہیے۔ اس کی داستان کی کچھ تفصیلات اس عجیب طریق زندگی سے البتہ ہوتی ہے۔ جو وہ پیریں میں بسر کرتی تھی۔ انٹرنیٹ والوں میں بہتے ہوئے جہاں آنا دسی کی انتہا ہوتی ہے۔ وہ اس قسم کی تنہائی میں زندگی بسر کرتی تھی۔ جیسے ترکی عورتیں حرم سراؤں میں بسر کرتی ہیں۔ گو کا حال معلوم نہیں ہوا کہ وہ اپنی مرضی سے ایسا کرتی تھی یا مجبوری سے۔ زہرۃ النحل کی زندگی سے ایک سبق اور کچھ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی چار واسطہ اس مقدمہ میں زیادہ تر اہل مشرق سے ہے۔ وہ خود مشرقی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اس کا خادم چند دلال بھی مشرقی ہے۔ کیا یہ بات کچھ اہمیت نہیں رکھتی؟

اب میں اس مرد نقاب پوش کا ذکر کرتا ہوں جس کا سایہ ڈاکٹر سٹوارٹ نے دوبارہ دیکھا تھا۔ ایک بار کھڑکی کے پردہ پر۔ دوبارہ اپنے باغ کی گھاس میں۔ آدمی کو آپ نے کبھی نہیں دیکھا۔ ممکن تھا یہ سب پیدا ہوتا کہ نکٹا شیطان ہی بھڑکتا تھا۔ مگر یہ اس لئے ممکن نہیں کہ وہ اس مرد نقاب پوش کے بار اول نمودار ہونے سے پیشتر ہلاک ہو چکا تھا۔ ہاں ممکن ہے مرد نقاب پوش کا نام کچھ ہو۔

وہ چپ ہو گیا اور حاضرین کو اس طرح دیکھنے لگا۔ گویا اپنے الفاظ کی اہمیت واضح کرنا چاہتا ہے۔ پھر لولا۔

اب میں پل و دمن کے مرد و پانسہ کا ذکر کرتا ہوں۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے بیان کے مطابق اس کے چہرہ پر چھوٹی اور جس شخص کا سایہ دوبارہ آپ نے دیکھا اس کے چہرہ پر لمبی نقاب تھی۔ پل و دمن کے آدمی کو بڑھ چٹک کہا گیا تھا جس کے معنی کچھ ہی سکے ہیں۔ خیر اس بات کو یاد رکھئے۔ عنقریب پھر اس کا ذکر آئے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کو جو واقعات پیش آئے ان سے اور کیا باتیں معلوم ہوتی ہیں؟ ایک یہ کہ کچھو نے دفعتاً فیصلہ کر لیا۔ کہ آپ کا وجود خطرناک

ہے۔ یا اس لئے کہ وہ نہروں کے متعلق خاص تحقیقات کر چکے ہیں۔ یا اس لئے کہ وہ سمجھتا تھا۔ آپ کو سر بہرہ رفاہ کاراز معلوم ہے۔ دونوں صورتوں میں بھپو کے نزدیک ڈاکٹر سٹوارٹ کا زہرہ، مہنا خطرناک تھا۔ پس دیکھئے وہ فوراً عمل کرتا ہے۔ چند دلال کو ساتھ لیکر جو گھبانہ کتنے کی مانند، ذمہ رفاہی کی حفاظت کرتا، در خطرہ کے وقت خبردار بھی کر دیتا ہے وہ دوسری بار ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر جاتا ہے۔

اور کوئٹا سحر ہے جس سے یہ مرد نقاب پوش۔ جو ممکن ہے کچھ جو یا نہ ہو۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ ایک بالکل نیا مگر خوفناک آفتل جس کا حال مغربی سامنے کو اب تک معلوم نہیں۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کے بیان کے مطابق سمجھنے والے اس کو دیکھا تھا۔ یہ ایک طرح کی شعلہ ٹیلیفون ہے۔ یہ بانی تجارت کے چراغ کی مدد سے پیدا کی ہوئی، جس سے اس قسم کی بوخارج ہوتی ہے۔ جیسے تیز آگ کی بھیڑ سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ میں نے خود اس بو کو سونچا ہے۔ اس لئے تعصبات کرتا ہوں۔ ممکن ہے۔ وہ بوالہ ٹیلیفون کے بلنے سے پیدا ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ خوفناک شعلہ اس قسم کی چیزوں کو اسی آسانی سے مشتعل کر سکتی ہے۔ جیسے آگ کا شعلہ کارٹی یا گاڑی کو۔ شعلہ کی طاقت کا کچھ اندازہ آپ لوگ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ ہاں اس کا عکس آتشدان پر پڑا۔ وہاں بہت سی اینٹوں تک میں گول سوراخ پیدا ہو گیا۔ خیر قاس سے معلوم ہوتا ہے۔ بھپو کوئی جاہل مطلق مجرم نہیں، صاحب کمال سامنے مان بھی ہے۔ اور اس علمی کمال کی وجہ سے اس کا وجود دینا اسکے لئے اس سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ جتنا ایک عام مجرم کا ہو سکتا ہے۔ آپ سمجھتے؟

اسپیکٹر ڈبیر نے گہری آدھی بچی سٹوارٹ نے چپکے سے صاحب اسٹینڈ کٹر کا دیا ہوا سکرٹ ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد صاحب بہادر آہستہ سے بولے۔

ایم میکس میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ میرا آپ سے پورا اتفاق لئے ہے۔ اس

شعاع نہیں اور بعض اور متفرقات کے بارہ میں میں نے کچھ یادداشتیں قبلہ کی ہیں۔ جن پر آپ کا بیان ختم ہونے پر بحث کی جلسے کی رائے کہنے۔ آپ کی تفصیل بہت واضح اور دلچسپ ہے۔

گیسٹ میکس نے جھک کر سلام کیا۔ اور کہا۔

”خیر یہ باقی ہیں جو ہمیں ڈاکٹر سٹوارٹ کے خوفناک تجربوں سے معلوم ہوئی ہیں۔ ان حالات کو اگر ان واقعات سے ملا کر دیکھا جائے۔ جو پیرس اور لندن میں خود مجھے پیش آئے تھے۔ اور جن پر اس سے پہلے مفصل بحث ہو چکی ہے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا واسطہ مجرموں کی ایک خطرناک جماعت سے ہے جس میں مشرق و مغرب دونوں ملکوں کے مرد عورتیں شریک ہیں۔ کوئی جو فراسیسی تھا۔ سینگل اور زمرہ جو دوٹے ہیں (مگر زمرہ کے دو فلا کہلانے پر سٹوارٹ بیٹے زور سے چونکا، ایک اجمیرین مسلمان چند لال منہ دانی وغنیٰ ہذا القیاس۔ مطلب یہ کہ اس جماعت کی شاخیں مشرق و مغرب دونوں جگہ پھیلی ہوئی ہیں۔ اور پھر اس چیز کے متعلق۔ اس نے صاحب کمشنر کی میز سے ٹوٹا ہوا سنہری گچھو اور اسکی دم کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کا جو مشرقی چیزوں کی نسبت وسیع معلومات رکھتے ہیں۔ یہ بیان کہ وہ چین کی ساخت ہے۔ میرے خیال کی اور بھی تائید کرتا ہے۔“

”ممکن ہے اس کی ساخت بتی ہو۔“ سٹوارٹ نے یکایک کہا۔ ”تہہ حال چین اور

تبت میں بہت بڑا فرق نہیں۔“

”خیر درست ہم اس کی ساخت چینی ہی سمجھیں گے۔“ میکس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”عمق قریب ہم لوگ اس مکان کا سرخ رنگ لگانے کی امید رکھتے ہیں۔ جو اس عاتقہ سرخ میں واقع ہے۔“ اس نے شہر لندن کے نقشہ پر جو کھلا ہوا سامنے رکھا تھا۔ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ ”جکی نسبت ہمیں معلوم ہے کہ اس پر سمرار جماعت کے آدمی وہاں اکثر آتے ہیں۔“

رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں سے مخفی نہیں کر چینی بستی اسی حلقہ سرخ کے اندر واقع ہے۔ اب میں تیسری بارل رومن کے مرد نقاب پوش کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ شخص بظاہر چینی تھا فرمائے کیا آپ لوگ میرا مطلب سمجھتے؟

”اچھی طرح“ صاحب اسٹنٹ کشر نے ایک اور سگڑا ماتھ میں لیتے ہوئے کہا۔
”ہر بات سے آگے کہیے۔“

”عرض کرتا ہوں بچے اپنی عمر میں جن اہم مقدمات کی تقیتش کرتے ہوئے اپنے دوست انپکٹر ڈنبر سے مل کر کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں سب قابل ذکر وہ تھا جس کے سلسلہ میں ایک خطرناک جماعت کے بہت سے آدمیوں کی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ اس کا سرغنہ ایک شخص سٹرکنگ تھا۔۔۔“

ڈنبر کی آنکھیں جوش مسرت سے چمک گئیں۔ ”آہ! اس نے کہا میرا خیال تھا آپ اس واقعہ کا ذکر کریں گے۔“

”میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔“ ایم میکس نے اپنے دوست کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کا منطق و استدلال میرے دل میں آپ کی عزت وہ چند کر رہا ہے۔ اس عجیب مقدمہ کا حال آپ کو یاد ہوگا؟ کتنی زبردست سارشی تھی جس کا دام لندن سے ہونا سیریز اوپیکن سے پیڑ و گریڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ اوکسٹنا عجیب و حیرت خیز ان لوگوں کا انتظام تھا۔“ صاحب اسٹنٹ کشر کی طرف منہ کر کے یہ لوگ ناجائز ایڈون کی تجارت کرتے تھے۔“

”واقعہ مجھے یاد ہے۔“ صاحب کشر نے تسلیم کیا۔ ”گو اس زمانہ میں میں اس عہد پر نہیں تھا۔ میرا خیال ہے تقیتش میں کچھ خامیاں رہ گئی تھیں۔“

”جی ہاں رہ گئی تھیں۔“ میکس نے جواب دیا۔ ”ایک یہ کہ ہم لوگ نام نہاد ملہ“ کی شخصیت کا راز دم آخر تک حل نہ کر سکے۔ اور گو ہم نے اس جماعت کو منتشر کر

تاہم میں نے کئی بار محسوس کیا ہے کہ پولیس نے غیر معمولی جلد بازی سے کام لیا۔
 ”سچ ہے؟“ ڈنبر نے جلدی سے کہا۔ ”مگر یاد ہو گا ہمیں کسی طرح اس بھولی لڑکی کو ان
 لوگوں کے ہٹل سے بچانا تھا۔ زیادہ دقت کیسے صنایع کرتے؟“

”مجبوری تھی۔ مگر میرا پناہ خیال یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ اور زیادہ سوچ بچار کے
 بعد ہونا چاہیے تھا۔ آپ پچھیں گے کیوں؟... میں عرض کرتا ہوں۔ کیا آپ کو یاد
 ہے۔ انہی ایام میں ہیلی تار پیڈو کی ایجاد پاسرار طریق پر کم ہوئی تھی؟
 ”ہاں یاد ہے۔“ صاحب کشر نے جواب دیا۔ اور ڈنبر نے بھی صورت اثبات میں
 سر کو حرکت دی۔

”اچھا تو اسی قسم کا عظیم قومی نقصان کم و بیش انہی ایام میں گورنٹ فرانس کو بردار
 کرنا پڑا تھا۔ افسوس میں اس ساز کو آشکارا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بدنامی سے بچنے کے خیال
 سے اس نقصان کی بڑی احتیاط کے ساتھ چھپایا گیا تھا۔ بہر حال جس طرح ہیلی تار پیڈو کا
 نقشہ کم ہونے کے دنوں میں سربراہین مالپاس آسٹریائی وزارت برطانیہ کے اراکین میں
 منسلک تھے۔ اسی طرح جس دستاویز کا میں ذکر کرتا ہوں۔ اس کھال فرانسیسی وزارت کے
 صرف ایک شخص کو معلوم تھا جس کا نام افسوس میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم فرض کر
 لیں گے۔ کہ اس کا نام ایم۔ بلاٹاک تھا۔“

صاحب اسسٹنٹ کشر نے پورے پولیس کے چہرہ پر حیرت کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔
 بولے ”تین سربراہین کی دیانت و ایمانداری پر کبھی شک نہیں ہوا۔“

”نہیں ہوا۔“ میکس نے تسلیم کیا۔ ”اور نہ ایم۔ بلاٹاک پر ہوا ہے۔ بہر حال جوابات میں
 عرض کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ دونوں صاحب ایم۔ بلاٹاک اور سربراہین اس افیون پرست جماعت
 کا رشتہ ہے۔“

نمبر سر کو اثباتی حرکت دی۔

یقین فرمائے مجھے ایم۔ بلائک کا معاملہ دبانے میں بڑی جانکامی کرنی پڑی تھی۔
 ورنہ اس راز کا انکشاف ان کی سیاسی زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔
 صاحب اسسٹنٹ کشر کی حیرت اب بھی رفع نہ ہوئی تھی۔

بولے یہ بات عام طور پر سنہو رہتی۔ کہ سربراہن مالپاس ائین اور اس کے متعلقہ
 نشوں کے عادی ہیں۔ اور اس حالت میں ان کا سٹرکنگ کی جماعت کا سرپرست ہونا
 بھی تعجب انگیز نہیں۔ مگر... "وہ چپ ہو گئے۔ اور ان کے چہرہ پر وہی شیطانی تبسم
 نمودار ہوا۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگے۔ "آہ! میں سمجھا۔ سمجھا۔"

"اب آپ سمجھے؟" میکس نے کہا۔ "اب آپ کو معلوم ہوا کہ مجھے اس تعینش کی جلد باری
 کا کیوں انوس ہے؟ واقعہ میں وہ جماعت محض اہل مغرب میں چند نوٹھی کا پرچار کرنے
 کے لئے قائم نہ ہوئی تھی۔ ائین کی مدد سے اس نے ان بزرگان قوم کو اپنے جنگل میں لے
 لیا تھا۔ جو قومی اسرار کے محافظ سمجھے جاتے تھے۔ جو صاحب دماغ ہونے کے باوجود ایک
 خوفناک عادت کے غلام تھے۔ غور کیجئے کتنے راز ہوں گے۔ جو اس جماعت نے ائین کے
 نشہ میں ان لوگوں سے معلوم نہ کئے ہوں گے۔"

حاضرین پر سناٹا چھا گیا تھا۔ عدا تب اسسٹنٹ کشر اور ان کے ڈوئبر صورت نصیر
 چپ چاپ بیٹھے تھے۔

سوال یہ ہے ان ایجادات کے سر وقت نشتے کہاں گئے؟ ایم میکس نے بڑھتے
 ہوئے جوش سے پوچھا۔ اگر یہ دریافتیں کسی دوسری مغربی طاقت کے ماتھے فروخت کی گئی ہوتیں
 تو وہ طاقت، حال کی جنگ میں صزدوران سے کام لیتی۔ مگر نہیں۔ سربراہن مالپاس اور
 ایم۔ بلائک سے حاصل کئے ہوئے نشتوں سے کسی دوسری گورنمنٹ نے فائدہ نہیں اٹھایا
 جس کا مطلب یہ ہے؟ اس نے ڈرائنگ انداز سے انگلی ہلا کر کہا۔ "کوئی شخص ان
 دریافتوں کو درپردہ جمع کر رہا ہے... مگر کون؟ اس نے باری باری اپنے ہم جلسیوں

کے چہرہ کو نظر غور سے دیکھا۔ کون ہے جو ان بیش قیمت رازوں کو جمع کرتا ہے۔ اور اس کارروائی کا مدعا کیا ہے؟

فقور علی دیر پھر وہی خوفناک سناٹا رہا۔ اس کے بعد صاحب اسٹڈ کنٹر کی آواز سنائی دی۔

”فرمائے۔ آپ کی رائے کیا کہتی ہے؟“

”میری رائے کچھ نہیں۔ محض ایک قیاس ہے۔ جو ممکن ہے صحیح ہو یا نہ ہو۔ ایم میکس نے جواب دیا۔ مسٹر کنگ کی نسبت ہم کو معلوم ہے وہ چینی تھا۔ کیا عجب یہ شخص جو بھپو کہلاتا ہے یہ بھی چینی ہو۔ اس صورت میں دونوں کا تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ مسٹر کنگ نے عینی کارروائیاں کیں۔ ذاتی نفع کے لئے نہیں۔ گہرے سیاسی مقاصد کے لئے کی تھیں وہ اہل دماغ سے ان کی دماغی محنت کا ثمرہ چراتا اور اس مالِ سرودہ کو جمع کرتا جاتا تھا بھپو۔ اہل دماغ کو تحفہ کرنے پر تلمبا ہوا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ دو متضاد کارروائیاں ایک ہی سازش کی دو مختلف صورتیں ہوں؟“

باب ۲۔ سرخ حلقہ

غائبانہ چپ کا اشارہ اس بھولے ہوئے فرضی ڈور کی طرف نہیں ہے۔ جو کبھی زرد خطرہ کے نام سے مشہور تھا؟ سٹوارٹ نے سر اکر پوچھا۔

”جی نہیں“ میکس نے جواب دیا۔ ”معلوم ہوتا ہے آپ اب بھی میرا مطلب نہیں سمجھے جن لوگوں سے ہمارا سابقہ ہے۔ وہ کسی ایک قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ انہیں بین الاقوامی اہمیت حاصل ہے۔ یہی بات مسٹر کنگ کی جماعت پر صادق آتی تھی۔ دونوں تہذیبوں کے

سرخ نہ بھی کیسے خیال میں صینی میں۔ اس کے باوجود میں جس خطرہ کا ذکر کرتا ہوں۔ وہ کوئی فرضی زور و خطرہ نہیں۔ بلکہ "اس نے دفعتاً آواز دبا کر پر راز طریقہ پر کہنا شروع کیا۔ "ایک خوفناک مشرقی سوسائٹی ہے عظیم۔ پراسرار اور مہیب۔ اس اثر و خورخار سے مشابہ جو مشرق کے کسی گنجان جنگل میں چھپا ہوا ہو۔ آجکل جب ہر حصہ عالم میں ہائل مچی ہوئی ہے۔ قوموں کو اپنے لیڈروں کی حقیقت سے آگاہ ہونا لازم ہے۔ ورنہ کیا محجب کوئی عظیم خطرہ توپ و تفنگ کا نہیں۔ دماغ اور سرمایہ کار۔ دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کر دے۔ "تو کیا آپ کی رائے میں کچھ" ان لوگوں کو راہ سے ہٹا رہے۔ جو ممکن تھا۔ اس حملہ یا انقلاب میں اس کے مزاحم ہوتے؟" ڈبیر نے آہستہ سے پوچھا۔

مسٹر کنگ نے اس تحریک کے لئے سامان جمع کیا تھا۔ بھجھو فریق ثانی کا سامان اس سے چھین رہا ہے۔... کیا یہی آپ کا مطلب ہے؟" صاحب اسسٹنٹ کمشنر نے دریافت کیا۔ اور پھر خود ہی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے۔ "ایم یکس نظریہ عظیم ہے۔ اور اگر آپ کا اندازہ صحیح ہو تو یہ معاملہ معمولی جرموں کے دائرہ سے نکل کر بین الاقوامی اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔"

مختصر ڈیویر سکوت رہا۔ سٹارٹ۔ ڈبیر اور صاحب کمشنر بہادر فرانس کے اس نامی ہاسوس کو نظر حیرت سے دیکھ رہے تھے جس نے جدید ترین لندن فیشن کا لباس پہنا ہوا۔ اس کے باوجود اپنے ہر اشارہ اور انداز گفتگو سے پیرس نژاد ثابت ہوتا تھا۔ اس کی انگریزی فصیح اور سلیس تھی۔ اور اس کے خفیف امریکن لہجہ کو چھوڑ کر کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے سامع کو شبہ ہو کہ متکلم فرانسیسی ہے۔ پھر بھی دفعتاً کوئی اشارہ۔ کوئی نگاہ کہیں اس حقیقت کو ناں کر دیتا تھا۔

اس کے باوجود یہ اس واقعہ ہے کہ ایسی کمزوریاں ان اوقات میں ہر گز ظاہر نہ ہوتی تھیں۔ جب وہ تحقیقات جرائم کے سلسلہ میں اس نے طبقہ کے لوگوں کا بھیس بدل کر

وائس چیل کے نواح یا لائم ہوس کے مراکز خرافات میں جاتا۔ ایسے موقعوں پر اسکی صورت اور لہجہ کسی مشہور لندن کنڈے سے اتنا ہی مشابہ ہوتا تھا۔ جتنا پیرس کے طبقہ اسفل سے میل جول کے دنوں میں وہاں کے نامی بدعاشوں سے۔ وہ پرلے سرے کا نقال تھا۔ اور اس خوبی نے ہی اسکو زمانہ حال کا سبک کا بیاب سرخرو سا بننے میں مدد دی تھی۔ متھے کر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر اسے چھ ماہ تک چین کے تمدنی حالات کا مشاہدہ کرنے کا موقعہ دیا جاتا۔ تو وہ کسی چینی رئیس کا بھیس اس خوبی سے بدلتا۔ کہ اس کے منہ لگے نوکر بھی یہ معلوم نہ کر سکتے۔ وہ کوئی غیر ملکی وحشی ہے۔ جیسا کہ چینی تمام غیر چینی لوگوں کو سمجھتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو اس میں اور ڈنبر میں یہی فرق تھا کہ گیسٹن میکس کو اس طرح کی خوبیاں قدرت نے عطا کی تھیں۔ اور ڈنبر نے انہیں اپنی محنت سے حاصل کیا تھا۔ اسی لئے ڈنبر جس کی گیسٹن میکس نے ایک بار انگلستان کے جاسوسوں کو امر تاج کہہ کر عزت افزائی کی تھی۔ تہ دل سے اس کے اوصاف کا معترف اور مداح تھا۔

اپنے حلقہ میں ڈنبر بھی کچھ کم تجربہ کار جاسوس نہ تھا۔ اس کے زبردست قوت استدلال کی ایک ادنیٰ مثال ناظرین نے اس واقعہ کی صورت میں دیکھ لی ہے۔ جس میں اس نے محض اپنے ادراک سے معلوم کیا تھا۔ کہ گیسٹن میکس ہی موٹربان کی حیثیت میں ڈاکٹر سٹوارٹ کے پاس گیا۔ اور اسی نے وہ پراسرار رفاہ جسے حاصل کرنے کو نہ ہرۃ العین نے اپنی آئندہ خطرہ میں ڈالی۔ اس کے پاس رکھوایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے۔ کہ نیکے فیلڈس کی لاش پائی میں رہ کر اس قدر بگڑ گئی کہ اس کا چہرہ بالکل پہچانا نہ جاتا تھا۔ اس حالت میں جب گیسٹن میکس کا نمبری نشان اس کے پاس برآمد ہوا تو ہر شخص کو میکس کی لاش ہونے کا یقین ہو گیا۔ مگر ڈنبر کو پھر بھی نہیں ہوا۔ یہی شبہ اس نے ڈاکٹر سٹوارٹ کے روبرو ظاہر کیا تھا۔ اور اسی لئے اس نے لاش کے محافظ کا نشانہ بن کر ہدایت کرتی۔ کہ کسی آدمی کو صاحب کشتہ پولیس کی تحریری اجازت کے بغیر لاش دیکھنے

کا موقف نہ دینا۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میکس اس لاش کو دشمنوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے یہ واقعات تھے۔ جنہوں نے میکس کے دل میں ڈنبر کی عزت کو وہ چند تری دی تھی۔ اور وہ اس سے مل کر کام کرنے کو باعث ناز سمجھنے لگا تھا۔

آخر صاحب اسسٹنٹ کشر نے مہر خوشی کو ٹوڑا۔

تیسرے خیال میں کچھ اور واقعات ایسے ہیں "انہوں نے سوچے ہوئے کہا بیڑن سے اس جماعت یا سوسائٹی کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے جس کا ذکر ایم میکس نے کیا ہے۔ غالباً وہ واقعہ تمہیں یاد ہو گا۔" آپ نے ڈنبر کی طرف دیکھ کر کہا "جس میں اس محکمہ کے انسپکٹر دے متھ نے حصہ لیا تھا؟"

"جی ہاں ہے۔" ڈنبر نے جواب دیا۔ "بڑے معرکہ کا مقدمہ تھا۔ اور اس کامیابی کے صلہ میں ہی ویبجھ کو قاہرہ کا سپرٹنڈنٹ پولیس مقرر کیا گیا تھا۔"

"واقعی اسے بعد میں مصر تبدیل کر دیا گیا تھا۔" صاحب اسسٹنٹ کشر نے کہا۔ "یہ واقعہ بھی میرے موجودہ تقرر سے پہلے کا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں بعض خوفناک جرموں کا انکاب ہوا تھا۔ اور یہ بات فیصلہ کن طریق پر ثابت ہو گئی تھی۔ کہ ایک وسیع خفیہ سوسائٹی مشرق میں دوڑ تک پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا سرغنہ کوئی چینی تھا۔"

"آپ چین ہی اس جماعت کا صدر مقام تھا۔" ڈنبر نے کہا۔

"ہاں چین ہی اس جماعت کا صدر مقام تھا۔" پھر گیسٹن میکس سے مخاطب ہو کر صاحب کشر نے کہا۔ "ایم میکس۔ کیا یہ نیا معاملہ اسی قصہ پارینہ کی کوئی شاخ تو نہیں ہے؟ یہ تمام وارداتیں متفرق اور جدا گانہ میں یا ایک ہی خوفناک طاقت کے ظہورات جس کا آمدت دہانہ سے مشرق بعید میں پھیلا ہوا ہے؟"

گیسٹن میکس نے صاحب اسسٹنٹ کشر سے چار ہتھیار کیں۔ اور اس کے چہرہ پر خفی کی علامات پیدا ہو گئیں۔

”میرے خیال میں آخری لئے صحیح ہے۔“ اس نے جواب دیا۔ دو سال سے جب گریڈ ڈیوڈ کی ایٹون کی پراسرار موت کا واقعہ ظہور میں آیا۔ میرا یہی عقیدہ ہے۔ مگر آپ نے بعض یادداشتوں کا ذکر کرتے ہوئے ان پر عنقریب بحث کرنے کے لئے کہا تھا۔ فرمائیے کیا بات تھی؟“

”ایک معمولی نکتہ جو شاید آپ کی توجہ کے لائق ہو۔“ صاحب اسسٹنٹ کشر نے جواب دیا۔ اور پھر سٹوارٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”جس خوفناک شاع نے آپ کی نشست گاہ میں اس قدر نقصان برپا کیا۔ کیا ایسی کوئی چیز زمانہ حال کی دریا فٹوں میں آپ کی نظروں سے گزری ہے؟“

”اس قسم کی بعض دریافتیں ہنریک ایکنس انجمنی نے کی تو تھیں اور وہ زمانہ مرگ تک ان کی اصلاح و تکمیل میں مشغول بھی تھے۔ بہر حال ان کو مکمل نہ کر سکے۔ غالباً انہی دریافتوں کی ترمیم شدہ صورت یہ شاعریاں ہیں۔“

”صحیح ہے۔“ صاحب اسسٹنٹ کشر نے بوں پر وہی شیطانی قسم پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ”ہنریک ایکنس کی دریافتوں کی مکمل صورت ہی شاعریاں ہیں۔“

وہ خوشی دیدہ چہرہ رہ کر باری باری حاضرین کے چہروں کو دیکھے اور سرگٹ پتے پتے پھر کہنے لگے۔

”یہی میری یادداشت کا مضمون خاص تھا۔ باقی تفصیل ضمنی ہے۔“

”آہ۔ میں سمجھا۔“ ایکنس میکس نے جلدی سے کہا۔ ”آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایکنس نے موت سے پہلے اپنے تجزیوں کو مکمل کر لیا تھا۔ مگر انہیں جذب دنیا کو پیش نہ کر سکے۔“

صاحب اسسٹنٹ کشر نے داہنے ہاتھ کو اس انداز سے حرکت دی جس سے پہلی دو انگلیوں میں تنباکو کے دھوئیں کا درغ جفا دکھائی دیتا تھا۔ پھر بولے۔

”ایم میکس۔ ان باتوں کی تحقیق کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ میں فقط ان پر توجہ دلانا چاہتا تھا۔ مگر اب اس میں شک نہیں رہا۔ کہ یورپ بھر کے حکام پولیس کی نظروں کے

ساتھ مشاہیر عہد کے قتل کی وارداتیں عجیب و دیدہ دلیری کے ساتھ ہوئی ہیں۔ ذریعہ ہلاکت غالباً کوئی زہر ہے۔ کیا زہر جس کا راز شاید مغربی دنیا کو معلوم نہیں۔ بہر حال سب زیادہ حیرت مجھے سرفرنیکر نامہ کو کم کی ہلاکت پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا ان کی ذات اس مشرقی تحریک میں کیونکر مزاحم ہوتی جس کا ہم نے تصور قائم کیا ہے؟ اور وہ کیا ساز ہوگا۔ جو اس مجرم جماعت نے ان سے حاصل کر لیا۔ اگر زہر و خطرہ "واقعی کوئی چیز ہے تو ایک موجد۔ ایک مدبر۔ ایک سپہ سالار کی ہلاکت کا راز سمجھ میں آ سکتا ہے۔ مگر ایک جرح کی موت کا راز نہیں۔۔۔ خیر میں نے ان کی ناش اھڑوا۔ نے کی اجازت حاصل کی ہے۔ دیکھئے اس کے امتحان سے کیا معلوم ہوگا۔

گیشٹن میکس نے شانوں کو حرکت دی۔ اور اس کے منہ پر آثار تبسم پیدا ہوئے کہنے لگا۔

"ہم نے متعدد قیاسات سے ہمیں معلومات حاصل کی ہیں۔ ممکن ہے زیادہ کوشش سے کچھ اور حالات معلوم ہو جائیں۔"

"اجازت ہو تو سادربی کو حاضر کروں۔ اسکی رپورٹ ضرور سننی چاہیے۔" ڈبیر نے دیکھا کہ کہا۔

"ہاں بے شک" صاحب کشترنے جواب دیا۔ "کانسٹبل کو حکم دو۔ ساجبت سادربی کو بلائے۔"

لمحہ بھر سادربی داخل ہوا۔ اس کا چہرہ معمول سے بہت سرخ اور بالابہت زیادہ الجھے ہوئے تھے۔

"کیوں سادربی کیا خبر لائے؟" ڈبیر نے پوچھا۔

"جناب عالی کئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ پھر صاحب کشترن کی طرف منہ کر کے حکم ہو تو عرض کروں۔"

اس نے صاحب بہادر کا اشارہ پا کر جیب سے اس قسم کی نوٹ بک نکالی۔ جو ڈنبر کی نوٹ بک سے بالکل مشابہ تھی۔ اس کے بعد بڑی سنجیدگی سے ورق گردانی کرنے لگا۔ پہلی بات یہ ہے۔ اس نے دستور نوٹ بک پر نظر پڑھائے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اس موٹر کا سراغ لگا لیا۔ جو ایک شخص چارلس میلٹ کے ہاتھ قسطوں پر فروخت ہوئی تھی۔۔۔

”اے اے اے!“ میکس نے ہنسنے لگا۔ ”کیسے گا آپ کا سارجنٹ میرا نام بگاڑتا ہے۔ بھائی سادربی یہ لفظ میلٹ نہیں۔ میلٹ ہے۔ میلٹ تو موگر کی کہتے ہیں۔“
 ”اوہ!“ سادربی نے نوٹ بک سے نظر اٹھا کر کہا۔ ”معاف کیجئے۔ بہو ہوا۔ ای میلٹ ہی کہوں گا۔ پھر دستور نوٹ بک کی طرف دیکھتے ہوئے۔ ”موٹر کا مالک کہتا ہے۔ ابھی میرا کچھ روپیہ چارلس میلٹ پر باقی ہے۔۔۔“

یہ سن کر ہر شخص حیرت و تعجب میں کھنکھنایا۔
 ”سے حضرت“ انہوں نے مسکرا کر ایم میکس سے کہا۔ ”اپنے فرضوں کا چکوتہ جلد کیجئے۔ ورنہ سر ہمس ڈاشورنی کی سخت بدنامی ہوگی۔“ سارجنٹ نے آگے چلو۔
 ”یہ موٹر۔۔۔“

ڈنبر نے روک دیا

”سادربی اس موٹر کا قصہ جانے دو۔ اس کے حالات ایم میکس کی زبانی معلوم ہو جائے۔ البتہ زور موٹر کا کچھ حال معلوم ہوا ہو تو بیان کرو۔“

جی ہاں سادربی نے بیچنے کے بغیر دوسرا ورق اٹھتے ہوئے کہا۔ ”زرد موٹر کینگ ٹون میں مسز دکر کے گودام سے ہفتہ وار کرایہ پڑی گئی تھی۔ لینے والی ایک جوان لڑکی خدمت تھی۔۔۔ بس ڈوریاں۔۔۔ ڈنبر نے اس کا پتہ سیدھا ہٹل درج ہے۔ بس ڈوریاں۔۔۔ نے ضلالت کے طور پر موٹر کی نشاندہ تھیں جمع کرادی تھی۔ اور ایک سیاہ نام آدھی جو غالباً

اس بیڑی کا نوکر ہے اس کو چاہتا تھا۔
 ”یہ موٹر کیا اب بھی اس کے پاس ہے؟ ڈنبر نے پوچھا۔
 ”جی نہیں۔ آج صبح وہیں دے کر اس نے زر صناعت لے لیا۔ مناسب۔ لندن
 سے جانا چاہتی ہے۔“

”اور چیک کارڈ پیس؟“
 ”مالکان موٹر نے آؤٹ گھنٹہ لیا دھکیل کر لیا۔“
 ”کس بنک سے؟“

”کن۔ن کوئٹی اور برنگھم بنک کیننگ ٹون۔ سے عورت کا حساب بازار سٹریٹ
 میں ایک بنک سے تھا۔ کل اسکو بھی بند کر دیا گیا۔ چیک عام طور پر درزیوں۔ جوہریوں
 اور ہوٹل والوں کے نام جاری ہوئے تھے۔ ان میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ میں بیٹو
 ہوٹل بھی گیا تھا۔۔۔“
 ”پھر؟“

”معلوم ہو اڈوریاں نام کی ایک عورت قریباً ڈیڑھ ماہ وہاں ٹھہری کبھی کبھی
 ہوٹل میں کھانا کھاتی۔ مگر عام طور پر ہمارے کھانا یا کرتی تھی۔“
 ”کوئی علاقائی اس کے پاس آتا ہو؟“
 ”کوئی نہیں۔“

”کھانا کیسی کھاتی تھی؟“
 ”جی ہاں کیسی۔“
 ”ہوٹل کے پابک کمرہ میں؟“
 ”نہیں۔ اپنے کمرہ میں۔“

”وہی تھی۔“ سیس نے کہا۔ ”میں اسکی عادتیں پہچانتا ہوں؟“

”کب آئی؟“

”ایک ہفتہ گزرا“

اس نے نوٹ بک پر لکھ کر جیب میں رکھ لی۔

”میں اتنی ہی خبریں لاسکتے تھے؟“ صاحب اسٹنٹ کسٹرنے پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں“

”تو جادو؟“

”سادہ بنی گیا۔“

”آپ کی اجازت سے اب میں انیکسٹر کیسی کو بلاتا ہوں۔“ ڈیوینر نے کہا۔ ”وہ جیسی آبادی کی خاص خاصیت رکھتا ہے۔“

”ہاؤ؟“

”تھوڑی دیر بعد ایک موٹا مازہ ہنسٹو خوش مذاق اور سمجھدار عنصر کوہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے آستے ہی چاروں طرف تجسس نظروں سے دیکھا۔“

”انیکسٹر کیسی صاحب کسٹرنے اسکی طرف تبسم نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جیسی آبادی کے متعلق تمہاری اداوار کا رہے۔ غالباً تم اس حصہ شہر سے خوب واقف ہو؟“

”جی ہاں۔ اچھی طرح۔“

”اس نقشہ پر صاحب کسٹرنے اپنی داندار اچلی لن لن کے نقشہ پر کھتے ہوئے کہا۔ ”ایک سہ خراج کا پٹنی حلقہ کیا تم کو نظر آتا ہے؟“

”انیکسٹر کیسی میسر پر آگے کو جھکا۔“

”جی ہاں۔ آتا ہے۔“

”اس حلقہ سنج میں جو تم دیکھ رہے ہو۔ ایک شلنگ سے زیادہ فطر نہیں رکھتا۔“

ایک کان ہے جہاں ایک خاص جماعت کے آدمی غموں جلتے آتے ہیں۔ خیال ہے۔ وہ لوگ

یا چینی ہیں، یا چینیوں سے مل جل کر کھتے ہیں۔

انپکڑ کیلی کے سرخ پیرہ پر ملکا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا تم تقاضا کا لہذا کہتے ہوئے ایسا ہونا باعث حیرت نہیں۔ ان تین باندہوں میں جو اس سلقہ سرخ کے اندر واقع ہیں وہ یا شاید اسکی فیصدی شکان چینیوں سے آباد ہیں۔

”تہذیبی واقفیت کے لئے اتنا اور بیان کر دیتا ہوں کہ وہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ میں ان اقوامی مجوس کی ایک خطرناک جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ تہذیبی رائے میں کوئی مکان ایسا ہے، جہاں اس طرح کے لوگ عام طور پر جمع ہوتے ہوں؟“

انپکڑ کیلی باریک دیکھتے ہوئے بالوں میں اٹکی ڈال کر بھانسنے لگا۔

پھر میرے قلم چٹھا کر اس کی نوک تھری کوٹ سریت کی نگر پر رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ ایک سال گذرا۔ ایک عورت اس مقام پر قتل کی گئی تھی۔ پوسٹیں کو ایک چینی ملازم پر شک ہوا۔ اور اس کا سرخ اس مہاجر تک لٹکا گیا۔ اس نے پراگ پر ایک پافٹہ کو چھو کر تھپا۔ یہاں تک کہ اسنے درجہ کی دکان اور اس کے ساتھ کسی چھوٹے چھوٹے کو دام اور بانٹا نہ میں۔ ایک تھکانہ بھی۔ جہاں ہر کے وقت دیا کا پانی جبریا تھا۔ سخت سخت سے معلوم ہوا ہے۔ اس جا چینی لوگ انیور پیتے اور آتش کھیلے ہیں۔ گو میرے خیال میں شراب کا چلن بھی ضرور ہوتا ہے۔ لیکن محبوبی طور پر اس پر کچھ اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

”پر کیوں اس خرافات، غلط فہمی کو بند نہیں کر دیا جاتا؟“ صاحب سڈوٹ نے اس نے اکثر برٹس آدمیوں کی طرح اس قسم کے چھوٹے معاملات پر اپنی ناواقفیت کے اظہار کا نمونہ لاتا۔ یہ دیکھ کر کہتے ہوئے پچھا۔

انپکڑ کیلی کی آنکھیں چمک نکلیں۔ بولا۔ جناب عالی ایسے مقامات کو بند کر دیا جائے۔ تو جن کی ہم کو تلاش ہو۔ انہیں کہاں دھونڈیں؟ جیسا میں عرض کر رہا تھا

وہ چینی ملاج جس کی میں جستجو تھی۔ تین حصے نشہ میں ڈوبا ہوا۔ اسی مکان کے ایک کمرہ میں پایا گیا۔

”یہ گویا ایک طرح سڑے ہے؟“

”ایسا ہی سمجھئے۔ دوکان کے عتب میں ایک خاصہ بڑا کمرہ چنڈو پینے کے لئے مخصوص ہے۔ اور کچھ چھوٹے چھوٹے کمرے لوگوں کے رہنے کو اور نیچے واقع ہیں۔ میں نہیں کہتا جس مکان کا آپ نے ذکر کیا تھا یہ ہی ہے۔ بہر حال یہ جگہ چونکہ اسی حلقہ سرخ میں واقع ہے۔ اس لئے ممکن ہے وہی ہو۔“

”اس کا مالک کون ہے؟“

”ایک دقیا اوسے چینی جو کبھی ملاجی کیا کرتا تھا۔ آہ فنگ فو اس کا نام ہے۔ مگر عام لوگ اسے پکن کہتے ہیں۔ اور یہ جگہ بھی پکن ہوس کے نام سے مشہور ہے۔“

”آہ“ صاحب کمشنر نے ایک اور سگرٹ جلاتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری سڑے“

”میں اس قسم کا کوئی اور مکان اس حصہ شہر میں نہیں ہے جس پر شبہ ہو؟“

”جہاں تک میرا خیال ہے۔ نہیں۔“ انسپکٹر کیلی نے سوج کر جواب دیا۔ ”میں اس حصہ“

شہر سے اچھی واقفیت رکھتا ہوں۔ اور جہاں تک معلوم ہے۔ گذشتہ ایک سال

میں اس جگہ کے مکانوں کی ملکیت بھی بہت کم تبدیل ہوئی ہے۔ سچ پوچھئے تو آہ

فنگ فو اس حصہ شہر کا چودہری ہے۔ اور چینی آبادی کا کوئی واقعہ اس سے پوشیدہ

نہیں رہتا۔“

”میں سمجھا تب اس آدمی کی نگرانی کرنی چاہیے۔“

”جس کا بہترین طریقہ اس کے گاہکوں کی نگرانی کرنا ہوگا۔“

”انسپکٹر کیلی میں ان قیمتی معلومات کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں“ صاحب

کمشنر باور نے جو ماتحتوں تک سے بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ تھے۔ کہا ”آئندہ

جب ضرورت ہوگی۔ پھر تم سے مشورہ کروں گا۔ بس جاؤ۔ سلام“
 ”آداب عرض جناب“ انکے کمرے کہا۔ ”تعلیمات صدا بیان“۔

اد چلا گیا۔

گیسٹن میکس اس گفتار کے دوران میں تندرستی راہ سے چپ تھا۔ اب کہنے لگا۔
 ”میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ہے۔ ہر چہ جیسا یقین ہے۔ سمجھو یہ سمجھنا ہے۔
 کہ چارلس میٹ ہاک ہو گیا۔ گزشتہ تین روزہ کے کارٹ لینڈ یارڈ کی واقعیت کے لئے جو معلومات چارلس
 میڈل نے لغافہ میں بنا کر کے ڈاکٹر سٹوارٹ کے مکان پر رکھوائی تھیں۔ ان کا کچھ حصہ
 خفیہ پولیس کے کانوں تک پہنچ گیا ہے۔۔۔ ضرور ایسا ہو گا۔ ورنہ زرو سو ٹکی واپسی۔ بینک کا
 حساب بند کرنے اور سبوائے ہوٹل سے رخصت ہونے کے کیا سنی ہو سکتے ہیں؟“
 ”اس کارروائی کا مطلب فرار کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔“ ڈنبر نے جوش سے اسٹے
 ہوئے کہا۔ ”عین ممکن ہے۔“ اس نے صاحب اسسٹنٹ کشر کی طرف منہ کر کے اعتراض کیا
 ”وہ لوگ انگلستان سے رخصت ہو گئے ہوں۔“

صاحب کشر انذار کسل سے کرسی پر جھک گئے۔

”نہیں“ انہوں نے تھوڑے وقفے کے بعد کہا۔ ”مجھے ایم میکس پر کمال اعتماد ہے۔
 کبھی ممکن نہیں کہ وہ اس خطرناک جماعت کے لوگوں کو خود یہ بات بتلانے کے بعد کہ وہ
 پولیس کی نظروں میں آچکے ہیں۔ ہاتھ سے نکل جانے کا موقعہ دیں گے۔“
 گیسٹن میکس نے جھک کر سلام کیا۔

”آپ بجا فرماتے ہیں۔“ اس نے جیب سے ایک پرزہ کاغذ نکال کر دکھاتے ہوئے
 کہا۔ ”میں جب ہوٹل سے چلنے لگا تو پیرس سے خفیہ حروف میں اطلاع موصول ہوئی تھی کہ
 قہرہ خانہ کا مالک میگل کل مات پیرس سے روانہ ہو کر آج صبح لندن پہنچ گیا۔۔۔“
 ”آپ کا کوئی آدمی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا؟“ ڈنبر نے پوچھا۔

رے لایم ہوں تاک اس کا تقاب بھی کیا۔ یہاں پر میگل کو اس مکان میں
 دیکھا گیا جس کا حال انپکٹر کیسی نے بیان کیا ہے۔
 ”آہ۔ تب ان کا کوئی آدمی ضرور وہاں ہو گا۔“ ڈنبر نے کہا۔

”ضرور ہو گا۔“ میکس نے جواب دیا۔ ”مگر میرے خیال میں وہ بھی یہاں سے رخصت کی
 تیاریاں کر رہا ہے۔ اب یہ فرض آپ کا ہے۔ کہ آج سے اس علاقہ سرخ کی پورے طور پر نگرانی
 کریں۔ اور اب اس نظام کریں۔ کہ کوئی منتقلی۔ کوئی مخلوق۔ چھوٹی پھیلتک کوئی جاندار
 اس کی حدود سے باہر نہ جائے پائے۔ آج رات میرا رواد آہ فنگ فو کے مکان پر جائے
 کا ہے۔ اور بہتر ہو گا۔ کہ آپ لوگ میرے ساتھ ہوں۔“

باب ۳۳

مسک کی سرگذشت - ۱

سخت ہتھیری کی حالت میں سٹوٹ اپنے مکان کی طرف ٹوٹا۔ میڈیوائل ڈوریاں کو سر باز
 نہ دیں دیکھنے اور اس کا یہ کیا ہو اور قہ پلنے کے معاملہ میں آج تک اس نے سکوت کامل
 برقرار رکھا ہوا تھا۔ لیکن ہمیں اس فرد گذشت کے سے ہر وقت ملامت کرتا اور بار بار جلتا
 تھا کہ اس طرح کے راز کا افغا ایک جہم ہے جس نے میڈیوائل ڈوریاں کی وساطت سے
 تجھ کو پہنچائی پر اسرار سازش کا شریک بنا دیا۔ تو اب وسط اس خوفناک مرد سیاہ پوش کا
 آنکھوں میں چکا۔ جو عجیب پر راز طریقہ پر تیری جان لینا چاہتا تھا۔ مگر جرم کی ملامتوں کے
 باوجود اس نے اب تک اس راز کو سینہ میں چھپا رکھا تھا۔ تہ کے ہوتے قہ کا اس
 اپنے خفیہ پائیں سے بالکل دگر نہیں کیا۔ اور یہ خاموشی اس کے سینہ میں اب بھی ایک
 وحشیانہ مسرت پیدا کرتی تھی۔

مکان پر پہنچا تو ڈاک خانہ کا کاریگر میٹھاک میں نئی ٹیلیفون لگا رہا تھا۔ سڈارٹ کو دیکھ کر اس نے آلات کے ڈیسک سے نیم سوختہ ٹیلی فون نکالتے ہوئے کہا۔
 ”تکلیفات جناب۔ گستاخی صاف ہو تو پوچھیں یہ آدے کیسے بدل گیا؟“
 سڈارٹ بے چینی سے پہننے لگا۔

”میں دو اسداری کا تجربہ کر رہا تھا۔ اس نے بات بدلنے کے لئے کہا۔ اتفاقاً آگ لگ گئی۔“

کاریگر نے ٹوٹے ہوئے آلہ کو ہاتھ میں لیا۔ مشتبہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا
 ”یہ تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کسی نے اسکو تیز آگ کی بجائی میں ڈال دیا تھا۔ ایسے تجربے پیسہ پر مبنی ہے، باہر کے چائیں تو خطرناک ہوتے ہیں۔“

”سچ ہے سڈوارٹ نے جھینپ کر کہا۔ مگر میرے یہاں ہونکہ کوئی باقاعدہ لیسٹری ہے نہیں۔ اس لئے... ار... مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ مگر آئندہ نہ ہو گا۔“

”کرنے کی جیسا ہی چلیت کیجئے۔“ کاریگر نے ادھ جلی ٹیلیفون کو بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ”مگر ڈاک خانہ کے بل کا خیال رکھئے گا۔“

سڈوارٹ لاجواب ہو کر نکل آیا۔ رستہ میں سنسٹر میگر بھڑکی تھی

ایک بٹن لگا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے پیش کرتے ہوئے کہنے لگی ”مسٹر

کیپٹن ابھی ابھی ڈاکمیں یہ چھٹی آپ کے لئے دے گیا ہے۔“

لٹاف سے کروہ جلدی سے پیچھے مڑا۔ خود اسکو محسوس ہوا تھا کہ اس کو پہلے سے
 چہرہ کی رنگت بدل گئی ہے۔ میڈیوازل ڈوریاں کی تحریر ایسی نہ تھی جسے وہ پہچانتا ہے
 قاصر تھا۔

”شکریہ ادا کرنا ہوں۔“ اس نے سنسٹر میگر سے مختصر طور پر کہا۔ پھر ایک کمرہ میں چلا گیا۔
 سنسٹر میگر گھر کے درکاموں میں لگ گئی۔ آخر جب اس کے پاؤں کی چابی ملے

پر مدھم ہوئی۔ تو سٹوارٹ نے بے چینی سے لفافہ کھولا۔ عطر یا سمن کی وہ مدھی خوشبو جس نے ایک بار پہلے دماغ کو مس کر لیا تھا۔ خارج ہوئی۔ لفافہ میں دبیر نوٹ پیپر کا فقط ایک تھکنہ تھا۔ جس کے بالائی حصہ میں شاید کسی کا پتہ چھپا ہوا ہوگا۔ مگر اب اسے کاٹ دیا گیا تھا۔ حسب ذیل عجیب پیغام اس چٹھی میں درج تھا:-

رخصت ہونے سے پہلے میں ایک بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں۔ آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں۔ اور ایسا ہونا باعث حیرت بھی نہیں ہے۔ مگر میں قسم کھانے سے کہتی ہوں کہ آپ کو ایک بھاری خطرہ درپیش ہے۔ جس سے میں آپ کو بچا چاہتی ہوں۔ اگر آپ وعدہ کر سکیں کہ یہ معاملہ آپ ہی تک رہے گا۔ اور پولیس کو مطلق خبر نہ ہوگی۔ تو تھریانی سے وکٹوریہ میٹش کے برائنٹ پلیٹ فارم پر بک سال کے پاس شام کے چھ بجے ملے۔ اگر آپ اس ملاقات کو ہر طرح پوشیدہ رکھ کر جائے مقررہ پر آنا منظور کریں تو کوٹ کے بٹن ہول میں کوئی سپید رنگ کی چیز بطور نشان لگا لیجئے۔ کہ شناخت میں آسانی ہو۔ لیکن بالفرض آپ نے پولیس کو راز دار بنانے کی کوشش کی یا کسی دوسرے آدمی کو اپنے ساتھ لائے تو میں نہ ملوں گی۔ نہ آئندہ کبھی آپ ہی مجھ سے مل سکیں گے۔

خط کے نیچے راقم کا نام درج نہ تھا۔ نہ اس کی ضرورت ہی تھی۔ سٹوارٹ جان گیا۔ کہ وہ زہرہ انکھا کا لکھا ہوا ہے!

خط کو میز پر رکھ کر وہ بے چینی سے کمرہ میں ٹہلنے لگا۔ اس کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ اور سینہ میں زوردار کشمکش جاری تھی۔ اسے خود اپنے خیالات سے ایک طرح کی نفرت محسوس ہوتی تھی

خط کی نسبت اس کا فرض صاف اور واضح تھا۔ مگر اس کی ادائیگی میں ایک بار پہلے بھی کوتاہی ہو چکی تھی۔ اور اب جس وقت وہ کمرہ میں بے چینی سے ٹہلنا پھر رہا تھا تو محسوس ہوتا تھا کہ ویسی ہی کوتاہی اب پھر ہوگی۔ وہ جانتا تھا کہ صحیح یا غلط طور

اس خط کو حوالہ پولیس کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اور... کچھ ہو۔ شام کے چھ بجے ضرور وکٹوریہ سٹیٹن پر پہنچ جاؤں گا۔

افہ اعرات کا حسن آدمی کے خیالات میں کتنا انقلاب پیدا کرتا ہے۔ وہ سٹوارٹ جسے خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا کہ وہ کسی مجرم کا حامی و مددگار ہو۔ اب اس بات کو جانتے ہوئے کہ زہرہ مجرموں کی ایک خوفناک جماعت سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ صرف اس کی ہدایت پر عمل کرنے بلکہ اس کا راز چھپانے کی کوشش کر رہا تھا وہ سمجھتا تھا۔ میں نے کوئی کام جذبات کے بس ہو کر نہیں کیا۔ سگریٹ ہی کمزوری اس وقت اس سے ظاہر ہو رہی تھی! دل کو سمجھانے کی خاطر وہ محض اتنا عذر پیش کر سکتا تھا کہ زہرہ نے مجھے دشمن کے وار سے محفوظ رکھا۔ بس ایک بات اس پر راز حسد کے حق میں تھی... اور اس کے مقابلہ میں یہ واقعات کہ وہ مجرموں کی ایک خطرناک جماعت سے تعلق رکھتی اور اس سہتی پر خوف کی سرگرم کارکن ہے جس نے... اگر گیسٹن میکس کا اندازہ صحیح ہو۔ تو چھ شخصوں کو ہلاک کیا۔ سٹوارٹ کی جان لینے کی کوشش کی اور گیسٹن میکس کو نیکے ٹکے ہاتھوں مروانے سے دریغ نہ کیا۔ وہ اس نامعلوم المسم مجرم کی ریفیقہ ہی تو تھی جس سے اس نے شام کے چھ بجے سٹیٹن پر ملنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور جس کے پیغامات کو پولیس سے چھپا کر وہ اسے انصاف کی گرفت سے بچاتے ہوئے۔ حکام کی مشکلات کو ادھر پیچیدہ بنا رہا تھا۔

ان خیالات کی الجھن میں ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ بڑی دیر تک کمرہ میں بے چینی سے ہلستا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اتنا ان پر کھڑی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھنے لگا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے عمل کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہوئے بھی وہ اس کو ترک کر لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ٹھیک پونے چھ بجے تھے کہ وہ گھر سے نکلا۔ باغچے میں ایک جگہ پیپ۔

کتاب کے پھول اگے جوئے تھے۔ اس نے ایک کو توڑ کر بیٹن ہرل میں رکھ لیا۔

چھ بجے میں چند منٹ باقی تھے کہ وکٹوریہ سٹیشن کی شاندار عمارت میں داخل ہوا اور برائٹن پیٹ فارم پر پہنچ کر باب ٹال کے پاس مسافروں کے ہجوم کو نظر عورت سے دیکھنے لگا۔ ادھر ادھر ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ نگارن میں میڈ موڈل ڈوریاں کانٹننگر۔ نظر نہ آتا تھا!

وہ اس کی تلاش میں ٹاکٹ گھر کو ہولیا۔ اور اس کے بچار ویننگ روم میں بھی گیا مگر میڈ موڈل ڈوریاں کہیں نظر نہ آئی۔ ادھر سے فارغ ہو کر اس نے دوبارہ سٹیشن کی گھڑی دیکھی۔ تو پوسے چھ تھے۔ ابھی اس کی نگاہ گھڑی پر تھی کہ کسی نے آہستہ سے اس کے کندھے کو چھوا۔

مڑا کر دیکھا تو وہ گھڑی تھی!

اس نے پیرسی عورتوں کا سادہ مگر دلکش لباس پہنا ہوا تھا۔ ہیٹ کے ساتھ لگی ہوئی ہین نقاب پہرہ کے بڑے حصہ کو چھپاتے ہوئے تھی۔ کو خوشنما آتش ریزہ نکچیں اور نازک سرج ہونٹ اس پردہ میں بھی نظر آتے تھے۔ سٹوارٹ نے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔ "ایسا کتے جتنے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس وقت گیسٹن یکیس پاس ہوتا۔ تو میرا طرز عمل کیا یہی ہو سکتا؟"

ایک ہلکا تبسم اس ناہین کے لبوں پر نمودار ہوا۔

"شاید آپ اب تک مجھ سے خفا ہیں۔" اس نے ہلکے تھرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ اور ڈاکٹر سٹوارٹ کو اس کی لہجہ نہایت دلکش معلوم ہوا۔ "ناراضی کیا اس لئے تو نہیں ہے کہ میں نے آپ کو تکلیف دی؟"

"نہیں میری ناراضی محض اپنی ذات سے ہے۔ کہ میں اتنا کمزور ثابت ہوا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ نے جواب دیا۔

”آؤ! کسی عورت کا نظر ہر حالات سے اندازہ کرنا اور بیان سننے سے پہلے اس کو مجرم سمجھنا... کیا اس کا نام کمزوری ہے؟“ نازنین نے اس کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ کمزوری اگر آپ میں ہے۔ تو میں خوش ہوں۔ کیونکہ مرد کو ہمیشہ ایسا ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سٹوارٹ اس کے حسن و لنوا پر پہلے ہی فریفتہ ہو چکا تھا۔ اب انداز گفتگو نے بالکل بے بس کر دیا۔ مقابلہ کی جہر و جہم جو کچھ باقی تھی اسے بھی ترک کر کے تابی فرما ہونے کو تیار ہو گیا۔

”مید موازل ڈوریاں“ اس نے کہا۔ ”یہاں کھڑے کھڑے باتیں کرنا ٹھیک نہ ہوگا بہتر یہی ہوگی میں چل کر میڈ جاؤں۔ چاہیے ہوئے باتیں کریں گے۔“

”جو آپ پسند کریں“ اس نے بھولے پن سے جواب دیا۔ ”پر میرا پیسہ مجھے اس نام سے مخاطب نہ کیجئے۔“ ”مید موازل ڈوریاں“ میرا اصلی نام نہیں ہے۔“

”تو کیا زہرہ اخلا کہوں؟“ یہ الفاظ سٹوارٹ کے لبوں تک آچکے تھے۔ مگر وہ سن خیال سے ضبط کر گیا کہ اگر یہ عورت واقعی کچھ کی کارکن ہے۔ تو راز کا انکشاف نہ ہوا ہوگا۔ اس سے باتیں کرنے میں حرج نہ تھا۔ مگر رازوں کا انہماک مصداق سے جمید ہوتا۔

”میرا نام مکہ ہے۔“ اس نے خود ہی کہا۔ ”آپ مجھے اسی نام سے مخاطب کریں۔“ بہت اچھا۔ سٹوارٹ نے اس کے پہلو میں چلتے ہوئے کہا۔ اور خیال آیا اگر کبھی اتفاق سے اس عورت کو عدالت فوجاری میں کھڑا ہونا پڑا۔ اور میں اس قسم کی گواہی دیتے پے مجبور ہوا جس کی بنا پر شاید اسے موت یا حبس دوام کی سزا دی جائے۔ تو... بڑے میرا کیا صل ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا بدن زور زور سے کانپنے لگا۔

اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو سپید و ستانہ میں بیٹا ہوا ننھا ہاتھ اس کے بازو پر

لکھ کر کہنے لگی۔ ”کیا مجھ سے کوئی بات ایسی ہوگئی جس نے آپ کو ناراض کر دیا ہو۔ ایسا ہے تو میرا سوا بامعانی چاہتی ہوں۔۔۔“

”ہنیں۔ نہیں“ سٹوارٹ نے جلدی سے کہا۔ ”میں فقط سوچ رہا تھا۔۔۔“

”کیوں کتنی جھنجھل اور مشریموں؟“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہنیں۔ تم کیسی حسین ہو!“ اس نے گرجوشتی سے کہا۔ ”اور اس خیال سے دل کو کتنا بچھڑتا ہے کہ ایک مجرم جماعت سے تعلق رکھتی ہو۔“

”آہ!“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اور اپنا مائتہ جس کی لغزش کو ڈاکٹر سٹوارٹ نے بھی محسوس کیا تھا۔ پرے کھینچ لیا۔ آخر اس وقت جب دونوں ہٹل میں داخل ہوئے تھے۔ تو

کہنے لگی۔ ”مہربانی سے پورے حالات سننے کے بغیر میری نسبت کوئی رائے قائم نہ کیجئے۔“
سٹوارٹ نے فوری جوش سے متاثر ہو کر اس کا مائتہ کھینچا۔ اور بٹل میں دبا لیا پھر کہنے لگا۔

”تو کروں گا! مسکہ یہ میری بھول تھی کہ تمہاری نسبت برے خیالات کو دل میں جگہ دی۔۔۔ یہ نام شاید کستوری کے معنی رکھتا ہے؟“

”مسک کی تصنیف ہے“ اس نے جواب دیا۔ ”کیئے آپ کو پسند ہے؟“

”بہت!“ اس نے ہنس کر جواب دیا۔

مغربی لباس میں مشرقی حسن کی نازک ادائی اور جنوہ آرائی کا کیا کہنا! ماہ جبینان مشرق کی وہ تمام دلغیزی اور لہریالی جوان کے حسن شیریں کو دنیا میں بے مثال اور لاجواب بناتی ہے۔ مغرب کی بے باکی اور عجوبہ نمائی کے ساتھ ساتھ مسک کی ذات میں جمع تھی۔ اس لئے اس وقت جب وہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے ساتھ ساتھ ہٹل کی خالی میز کی طرف جباہی تھی۔ تو لاتعداد حریفیں نظریں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

سٹوارٹ نے ویٹر کو چالانے کا حکم دیا۔ پھر مسکہ سے کہنے لگا۔ ”اب بتاؤ کس

راز کا اظہار نہ تھا۔ میں سب حال سننے کو بے چین ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس گفتگو کا راز تب تک میرے سینہ میں محفوظ رہے گا جسے کہ اس کی وجہ سے میری یا کسی اور کی زندگی کو خطرہ نہ ہو۔“

”اتنا کافی ہے۔“ مسکے نے جواب دیا۔ اب میں بیان کرتی ہوں فوہی سے میرے کیا تعلقات ہیں۔“

”مگر فوہی کون ہے؟“

”فوہی!... میں نہیں جانتی...“

”کیا اسٹوارٹ نے چونک کر کہا؟ تم نہیں جانتی فوہی کون ہے؟“

”ٹھیکرو۔ میں فرانسیسی میں بات کروں تو سمجھ لوگے؟“

”ہاں۔ ہاں۔ کیا تم فرانسیسی اچھی بولتی ہو؟“

”ہاں۔“ مسکے نے اب فرانسیسی میں گفتگو کرتے ہوئے جواب دیا۔ میری ماں فرانس

کی بہنے والی تھی۔ اور گو میں خاصی اچھی انگریزی بول لیتی ہوں۔ مگر ابھی تک اس زبان میں سوچے کا مادہ پیدا نہیں ہوا۔ آپ سمجھے؟“

”سمجھ گیا۔ خیر اب بتاؤ کہ فوہی جس کا ابھی تم نے ذکر کیا تھا۔ کون ہے؟“

”مسکے نے ڈرتے ڈرتے چاروں طرف دیکھا۔ پھر میز پر آگے جھک کر دبی آواز سے کہنے لگی۔“

”میں سارا حال شروع سے بیان کرتی ہوں۔ اس میں بہت وقت صرف نہ ہوگا۔“

اور سارا حال جانے بغیر آپ میرا صحیح اندازہ قائم نہ کر سکیں گے۔ نہ مجھ پر نپڑہیں برس میں مصیبت نازل ہوتی۔ نہ آج آپ مجھے اس حالت میں دیکھتے۔“

”والے صلب آنکھانی بیسے والد تھے۔ اور میری ماں۔ ان کی تیسری بی بی

فرانس کی بہنے والی۔ کسی نامک گپنی میں ایکسٹریس کا کام کرتی تھی جن دنوں وہ گپنی

قاسم وہیں کھیل کتی تھی۔ والد نے پہلی بار میری ماں کو دیکھا۔ اور ایک نظر میں ہی اس پر فریفتہ ہو گئے۔ ماں کو بھی ضرور ان سے گہری محبت ہو گئی ہوگی۔ کیونکہ ان کی خاطر اس نے دنیا ترک کر دی۔ اور مسلمان ہو کر حرم میں داخل ہونا منظور کیا۔ ممکن ہے اس کشش کا باعث یہ ہو کہ والد کی رگوں میں بھی فرانسیسی خون تھا۔ کیونکہ یہ معلوم ہوا ہے ان کی ماں بھی ایک فرانسیسی عورت تھی۔

”پندرہ سال تک میری زندگی ہر قسم کے غیر معمولی واقعات سے خالی رہی میں حرم میں رہتی اور اپنی ماں سے فرانسیسی اور کسی حد تک انگریزی میں تعلیم حاصل کرتی تھی۔ والد چھوٹی عمر میں ہی میری شادی کر دینا چاہتے تھے۔ مگر ماں نے رد کیا اور مجھے یورپی عورتوں کے ادب معاشرت کی پوری تعلیم دی۔ پھر اس سے کئی اجاڑ رسالے اور کتابیں باقاعدہ ہمارے پاس آتی تھیں۔ رفتاً شہر حلب میں ایک خفاک و بالمود رہوئی۔ لوگ بکڑوں کی تعداد میں مسجدوں اور بازاروں میں مرنے لگے یہ حالت دیکھ کر والد سے ہمیں پہلے کو۔ چھے۔ میری ماں اور حرم سرے کی بعض اور عورتوں کو اپنے بھائی کے پاس دمشق بھیجے کا فیصلہ کر لیا۔

”شاید آپ سمجھیں کہ اس طرح کے عجیب واقعات جو میں آپ سے بیان کرتی ہوں زمانہ حال میں پیش نہیں آسکتے۔ خصوصاً ایک والی کا قبیلہ اس طرح کے حوادث سے محفوظ سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر خدا گواہ ہے۔ میں سارے حالات بے کم و کاست بیان کرنے کا ہر کوشش کرتی ہوں۔ اس سے یقین کیجئے۔ کوئی بات ایسی نہ کہوں گی جو غلط ہو۔ سطر کی دوسری سات بدوؤں کی ایک جماعت ہمارے قافلہ پر حملہ آور ہوئی بدرقہ کے سپاہی مغلوب ہوئے۔ قزاقوں نے ان سب کو ہٹاک کر دیا۔ اور ہمارے پاس جتنا قیمتی سامان تھا چھین لے گئے۔ اس پر اکتفا نہ کر کے۔ وہ مجھے اور میری ہم عمر ایک شامی بڑگی کو۔ جو میرے ہمراہ تھی ساتھ لے جانے کو تیار ہوئے۔ اور اُس نے زور سے کاپیتے

ہوئے کہا۔ ”اب بھی ماں کی جگر درد چنیں یاد آتی ہیں۔ تو بدن کا پٹھتا ہے۔ کس بیداری سے ان سنگدلوں نے اس کی چنیں بند کیں۔۔۔“

سٹارٹ نے چونک کر دیکھا۔ تو ویٹر چا کا سامان لئے کھڑا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ گویا آنکھوں کے سامنے سے پردہ سا ہٹ گیا ہے۔ مسکے کی ہو شربادستان سے شام کے نق ووق صحرا میں لے گئی تھی۔ مگر غور سے دیکھا۔ تو لندن کے ایک آباد ہول میں بیٹھا تھا۔ اور مسکے سامنے تھی !۔

نوکرا کا سامان رکھ کر چلا گیا۔ تو اس نازنین نے فضا جاری رکھتے ہوئے کہا۔ شاید آپ سمجھیں ان لوگوں نے ہم سے کسی طرح کی بدسلوکی کی۔ مگر شر ہے ایسا نہیں ہوا کسی نے ہم پر سختی نہیں کی۔ بلکہ صحرائی زندگی میں جو آسائشیں ممکن ہیں۔ وہ سب ہمارے لئے ہیما کی گئیں۔ نوکر۔ وقت خد شگداری کے لئے حاضر ہے۔ اور عمرہ سے عمدہ کھانا کافی مقدار میں جیا کیا جاتا۔ کئی ہفتوں کے سفر کے بعد ہم لوگ ایک بہت بڑے شہر میں وارد ہوئے جس کے گنب۔ و مینار چاند کی روشنی میں دور سے نظر آتے تھے۔ ہمارا قافلہ ہمیشہ رات کو سفر کرتا تھا۔ اس لئے رات ہی کو ہم اس شہر میں داخل ہوئے اس وقت کچھ معلوم نہ تھا۔ یہ کونسا شہر ہے۔ مگر بعد ازاں سنا۔ کہ ملک عرب کا کوئی ساحلی شہر تھا۔

”قافلہ بازاروں سے گزرتا تھا۔ تو میں اس شامی دھکی کے ساتھ شندف پر سوار یہ سوچ رہی تھی۔ کہ شاید کوئی آدمی ایسا نظر آئے جس سے مدد کی التجا کر سکیں مگر رات کے وقت شہر کے بازاروں میں سناٹا تھا۔ کہیں کہیں کھڑکیوں میں روشنی منور تھی۔ لیکن بہت کم آدمی بازاروں میں چل رہے تھے۔ اور جو تھے بھی وہ قصداً ہم سے پرے ہو کر گزر جاتے۔ فی الحقیقت میں نے دیکھا کہ کئی آدمی ہمارے اونٹوں کو دیکھ کر ادھر ادھر گلیوں میں داخل ہو گئے۔“

آخر کار ہم لوگ ایک دین مکان کے پھاٹک پر پھڑپھڑے پھاٹک کھلا۔ اور اونٹوں کی قطار صحن مکان میں داخل ہوئی۔ میں جب شغف سے اترتی۔ تو دیکھا کہ صحن مکان کے چاروں طرف بیٹھا چھوٹی چھوٹی گھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ خیال آیا شاید کوئی قاذلہ سر لٹے ہے۔ اس سر لٹے میں چند دن ہمارا قیام ہوا۔ اور اب بار اول یہ راز کھلا۔ کہ کیوں یہ لوگ رستہ میں ہم سے نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ ورنہ وہ لوگ جرن کے ہاتھوں میں گرفتار نہ ہوتے۔ ”اے اے اے سوٹاٹ نے چونک کر کہا۔ اس مدشن زمانہ میں غلاموں کی تجارت کرتے ہیں۔“

”کیا ممکن ہے؟“

”مجھے پہلے ہی ڈر تھا۔ کہ آپ کو شاید میرے بیان پر یقین نہ ہو۔“ مسکنے در ذرا احیہ میں کہنا شروع کیا۔ ”مگر میں قسم کھاتی ہوں کہ اس بیان کا ایک ایک حرف صحیح ہے۔ یہ لوگ عاقی لونڈی غلاموں کی تجارت کرتے تھے۔ محمد عبدالوالی ہمارے قاذلہ سال کا نام تھا جس نے قیام کے چھتے روز مجھے بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں چونکہ کئی زبانیں جانتی اور گلے بولنے کی اچھی مہارت رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اپنے مشرقی نیالان کے مطابق مجھے خوبصورت بھی تصور کرتے تھے۔“

یہ کہتے ہوئے مسکنے نے آنکھیں جھکا لیں۔ اور اس کے چہرہ پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔ ”کھڑکی دیر چپ رہ کر اس نے رکتے رکتے اس طرح بلین جاری رکھا۔

”ایک چھوٹے سے کمرہ میں جسے میں عمر بھر نہ بھولوں گی مجھے خریداروں کے پیش کیا گیا۔ اس وقت کے بیکر میں اپنی ماں سے جدا ہوئی۔ یہ ایک ذلت تھی۔ جو مجھے ان لوگوں کے ہاتھوں بدانت کرنی پڑی۔“

مسکنے کی آنکھوں میں غصہ کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور اس کے ہاتھ جو میز پر رکھے ہوئے تھے زور زور سے کانپنے لگے۔ سوٹاٹ نے اس کی تسکین کے لئے اپنا ہاتھ اس کے

ہاتھوں پر رکھ دیا۔ اور ملائم نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
 تیسری طرح ہیشمار روکیاں اوبھی تھیں۔ مسکے نے داستان جاری رکھتے ہوئے کہا۔
 گالی۔ گندمی اور سپید۔ بعض گاتی اور ناجیتی مگر بعض ایک کوٹنے میں بیٹھی ہوئی چپ چاپ
 رو رہی تھیں۔ چار آدمیوں نے غور سے مجھے دیکھا جن میں سے دو ولے شہر کے دلال
 تھے۔ اور دو مالدار رئیس مگر عبدالوالی چونکہ میری قیمت بہت گراں مانگتا تھا۔ اس لئے کسی
 کو خرید کی ہمت نہ ہوئی۔ بڑی رو دوکد کے بعد ایک آدمی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو گیا
 مگر سودا ہو ہی رہا تھا۔ کہ دفعتاً ایک آدمی داخل ہوا جس کے اتے ہی گانا ناچا رونا
 اور شور وغل مچا ناموقوف ہو گیا۔۔۔ یہ فوہی تھا؟

باب ۲ مسکے کی سرگزشت ۲

جیسا آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اس وقت تک مجھے اس آدمی کا نام معلوم نہ تھا۔ اتنا ہی دیکھا
 کہ ایک دراز قامت آدمی کمرہ میں داخل ہوا جس کا چہرہ سبز نقاب سے چھپا
 ہوا تھا۔

سٹوارٹ چونکا۔ مگر اس نے مسکے کی داستان کو نہیں روکا۔
 "نوردار اس نقاب کی وجہ سے بڑا خوفناک نظر آتا تھا۔ جب وہ کمرہ کے دروازہ
 میں کھڑا ہوا نقاب کے اندر میرے چہرہ کو دیکھ رہا تھا۔ تو اب معلوم ہوا۔ کہ اس کی تیز
 آنکھیں آگ کے شعلہ کی طرح میرے جسم میں گھسی جا رہی ہیں۔ ہر چند میں اس کی آنکھیں
 نہ دیکھ سکتی تھی۔ مگر احساس یہی تھا۔ قریباً ایک لمحہ وہ اسی طرح کھڑا ہوا میری طرف منسوب
 رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ میرے علاوہ اس کی موجودگی کا اثر بروہن زووش نمود پیدا ہوا

پر بھی بہت ہوا وہ صورت قصہ پر کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دھنسا اس پر اسرار نقاب پوش نے عربی زبان میں پوچھا۔
 ”اُس کی کیا قیمت ہے؟“

محمد عبدالوالی اور بھی زیادہ زور سے کانپنے لگا پھر اس نے رکتے رکتے کہا
 ”آقا۔ یہ لونڈی فروخت ہو چکی ہے۔ لیکن ...“

”میں پوچھتا ہوں اس کی قیمت کیا ہے؟“ نقاب پوش نے اسی درشت لہجہ میں پھر پوچھا۔

اس اجنبی میں خدا جانے کیا نوعیت تھی کہ جس دلال نے مجھے خریدا تھا۔ وہ بھی اس قسم کی کائناتی ہوتی، آقا میں جس کے الفاظ بشکل سنائی دیتے تھے۔ سوداگر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”یا محمد۔ میں اس کی خرید سے دست بردار ہوتا ہوں۔ مولائی کا اشارہ میرے لئے فرمان ہے۔“ اتنا کہہ کر اس نے جھج کر سلام کیا۔ اور رخصت ہو گیا۔

اس کے جانے پر محمد عبدالوالی جس کی ٹانگیں اس زور سے کانپ رہی تھیں کہ اس کے لئے کھڑے رہنا دشوار تھا۔ پراسرار اجنبی سے مخاطب ہوا۔

”سی بی“ اس نے ماتھے جوڑ کر کہا۔ ”میں اس لونڈی کا تحفہ ناچیر میں کرتا ہوں قبول فرمائیے۔“

”بتاؤ اس کی قیمت کیا ہے؟“ فوجی نے تیسری بار اس ہموار آواز سے کہا۔

محمد نے بدستور کانپتے ہوئے میری قیمت اس سے دو گنی بیان کی جو عربی دلال سے طے ہوئی تھی۔ مگر نقاب پوش نے کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجا لی۔ فوراً ایک سیاہ فام نوکر حاضر ہوا۔

ایک ایسی زبان میں مخاطب ہو کر جو اس وقت مجھے نہ آتی تھی۔ مگر باریاں

معلوم ہوا کہ ہندوستانی تھی۔ فوہی نے کچھ حکم دیا جس کے بعد نوکر نے مطلوبہ رقم نکال کر میز پر رکھ دی۔ فوہی نے مختصر لفظوں میں کچھ اور ہدایت کی۔ اور چلا گیا۔ اس دن کے بعد چار سال تک جتنے کہ میری عمر انیس سال کی ہو گئی۔ میں نے پھر فوہی کو نہیں دیکھا۔ ”آپ کو کئی ایک باتوں سے تعجب ہو گا۔ مگر میں ان سب کو رفتہ رفتہ واضح کر دوں گی۔ آپ یہ سوچ کر حیران ہوتے ہوں گے۔ کہ ترقی تہذیب کے اس زمانہ میں جب مغربی تمدن کے اثرات سائے عالم میں پھیل چکے ہیں۔ ایسی ناپاک تجارت کیسے جاری رہ سکتی ہے؟ مگر ٹھہریے۔ سیری سرگزشت میں کئی باتیں اس سے بھی حیرت خیز نظر آئیں گی آپ جانتے ہیں کہ جب فوہی کا خادم چند دلال مجھے عبدالوالی سے مول لے چکا۔ تو مجھے اپنے ساتھ کہاں لے گیا؟... مگر نہیں۔ آپ نہیں جان سکتے۔ میں اس کے ہمراہ مصر کے صدر مقام قاہرہ میں جا پہنچی۔“

قاہرہ میں اسٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ اور اس کے بعد یہ دیکھ کر کہ میری پرورش آواز سے بہتوں کی نظریں مجھ پر لگ گئی ہیں۔ اس نے ہجہ دبا کر کہا ”کیا یہ کہنا چاہتی ہو۔ کہ وہ لوگ تمہیں نوٹڈی بنا کر قاہرہ لے گئے؟“

وہ مسکرانے لگی۔ اس کے تبسم میں وہ توبہ شکن و لغیر بی تھی۔ جو حینان مشرق سے مخصوص ہے۔

”آپ سمجھتے ہوں گے قاہرہ میں غلامی نابود ہے۔“ اس نے آخر کار کہا۔ یہی خیال آپ کی طرح اور لوگوں کلیے۔ اور کبھی میرا بھی تھا۔ مگر تجربہ نے اس کی تردید کر دی۔ پرچہ مانسہ، قاہرہ کے محلات میں لاتعداد نوٹڈیاں اب بھی موجود ہیں۔ میں خود چار سال تک قاہرہ میں ہی۔ اور میری طرح کئی اور بد نصیب نوٹڈیاں وہاں موجود تھیں اس جگہ گئے انگریز یا فرانسیسی باشندے اپنے مشرقی ہمسایوں کے خانگی حالات کو اہمیت کیا جانتے ہیں؟ نہ ان کو حرم سررائے میں جانے کی اہمیت ہے۔ نہ بد نصیب نوٹڈیوں

کو چار دیواری سے ماہر بننے کی۔ اگر کبھی ان کو باہر آنا بھی ہو تو محاذِ فساد سے بچنے کے لیے۔ جیسا میں کہہ رہی تھی، ہم لوگ اونٹوں پر سفر کرتے بیٹا رنو کروں کے ساتھ جن کا سردار چند دلال تھا۔ قاہرہ پہنچے اور رات کے وقت شمال مشرق میں باب النصر کی راہ سے شہر میں داخل ہوئے یہ جہاں مجھے ایک عالی شان محل میں پہنچایا گیا۔ جس میں مجھے اپنی چار سالہ حراست کا عرصہ پورا کرنا تھا۔ چار سال کی یہ بیجا و طویل جن حالات میں بسر ہوئی، وہ محتاج تفصیل نہیں مختصر یہ کہ میری زندگی الف لیلہ کی روایتی شہزادیوں کی مانند عشرت و بیکاری میں صرف ہوتی تھی سبیری سب خواہشیں فوراً پوری کی جاتی تھیں۔ جسے کہ آزادی کے سوا کسی نعمت سے محروم نہ رکھا جاتا تھا۔

اُس کے بعد ایک دن ٹھیک اسی روز جب میں نے انیسویں برس میں قدم رکھا تھا۔ چند دلال میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ سرکار آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کا اشارہ فوجی کی طرف تھا۔ جب میں نے یہ الفاظ سنے۔ تو ایسا معلوم ہوا گویا غش کیا جا رہی ہوں۔ اس ناز و نعمت کی حراست میں بھی جب کبھی رات کو مجھے نقاب پوش صورت یاد آتی۔ تو میں بے اختیار کانپ اُٹھتی تھی۔

میں چونکہ چھٹی عمر سے ہی حرم سرے کی زندگی کی عادی ہو چکی تھی۔ اس لئے قاہرہ کے محل میں رہتے ہوئے کوئی اس طرح کی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ جو کسی آزاد مغربی عورت کو ہوتی۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی تکلیف دی بھی نہیں گئی۔ مگر اب مجھے نقاب اور ڈھاکر چند دلال کے ساتھ شہر کے مغربی حصوں کی سیر کرنے بھیج دیا جاتا تھا بعض اوقات مجھے ہانا سے متفرق سامان خریدنے کے لئے بھیجا جاتا۔ مگر تہا جانے کی کسی حال میں اجازت نہ تھی۔ پہلے اپنی ماں اور اس کے بعد والد کے انتقال کی خبر مجھے چند دلال کی زبانی معلوم ہو چکی تھی۔ مگر یہ صدے ایسے تھے جن کی شدت کو قہار زمانہ نے کند کر دیا تھا۔ اب صرف ایک خوف۔ فوجی کی پراسرار شخصیت کا شب و روز لگا

رہتا تھا۔

”اس روز چند دلال مجھے محل کے لیے حصہ میں لے گیا۔ جو ہر دقت بند رہتا تھا اور جیسے میں نے کبھی کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ یہاں ایک کمرہ میں وہی مرد نقاب پوش جسے چار سال پیش میں نے غلاموں کی منڈی میں دیکھا تھا سبک میز کے پاس جس پر بے شمار کاغذات بکھرے تھے بیٹھا تھا۔ میں اس کے سامنے لرزہ بر اندام چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ اس نے میری طرف دیکھا۔ پھر اپنے لمبے زرد ماتھے سے چند دلال کو حوصلہ دینے کا اشارہ کر کے بھیج دیا۔۔۔ اس کے جلنے پر باہر کا دروازہ بند ہوا۔ تو میری حالت ایسی تھی کہ خوف کی چیخ کو مشکل ضبط کر سکی۔

”وہ دیر تک چپ چاپ بیٹھا میری طرف گھورتا رہا۔ میں نظریں جھپکتے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ کب تک کہ اوپر دیکھنے کی جرات نہ کر سکتی تھی۔ اس حالت میں بھی اس کی نگاہ شعلہ تیز کی مانند میرے جسم کے ہر حصہ میں داخل ہو رہی تھی۔ آخر اس نے خراشیدہ زبان میں گفتگو شروع کی۔ اور میں نے دیکھا اس کی تقریر ہر طرح مکمل اور بے عیب تھی۔

”تمہاری بے کاری کی زندگی ختم ہو چکی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ ”اب تمہیں دنیا کے مختلف حصوں میں جانا اور کام کرنا ہو گا۔“ اس کا انداز نکلن بالکل صاف اور سادہ تھا۔ نہ اس کے لفظوں میں جوش اور نہ غصہ پایا جاتا تھا۔ ہر جملہ اتنا مختصر ہوتا۔ کہ ایک ہی غیر ضروری لفظ اس کے منہ سے ادا نہ ہوتا تھا۔ جسے کئی ایک نصیحتیں کہنے کے بعد اس نے میز کے ایک سرے پر لٹکا ہوا چھوٹا سا گھنٹہ بجایا جس کی آواز سننے ہی چند دلال حاضر ہوا۔

”فوری نے اس سے ہندوستانی میں کچھ کہا۔ اور وہ چلا گیا۔ مگر اس کے چند منٹ بعد ایک ادھیمی بڑی آہستگی سے چلتا کمرہ میں داخل ہوا۔

مسکرتھوری دیراس طرح چپ ہو گئی۔ گویا اپنے منتشر خیالات کو جمع کرنا چاہتی تھی

پھر کہنے لگی۔

”اس نے زرد رنگ کی سادہ عبا پہنی ہوئی اور سر پر کالے رنگ کی ٹوپی تھی۔ چہرہ نہایت مکروہ اور ہر طرح کے بے جذبات کائنات کا آئینہ تھا۔ میں اس چہرہ خصوصاً اس کی آنکھوں کو جو زرد کی طرح سبز اور پگھلی تھیں۔ غریبہ نہ بھولوں گی۔“

”اس نے آتے ہی میری طرف تیز تجسس نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ آخر جب تھوڑی دیر گھور کر دیکھ چکا۔ تو فہمی نے اس سے کہا۔

”یہ مسکے ہے۔“

”تو وار دیکھ بھی نظر جمائے میری طرف دیکھتا رہا۔ میں ان تیز آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لاکر سہمی جاتی تھی۔ اس نے اتنا ہی کہا۔ آپ کا انتخاب اچھا ہے۔“ اس کے بنیے پیچھے سر کر اسی آہستگی سے رخصت ہو گیا۔

”اس دن کے بعد اس بٹھے کا خوفناک چہرہ بار بار خواب میں نظر آتا رہا ہے لیکن شکر ہے پھر کبھی اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر مجھے بتایا گیا ہے کہ فہمی سے دوسرے درجہ پر یہ آدمی دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے کئی طرح کی بھیانک چیزیں سربریج تاثیر زہر اور ہولناک آئے تیار کئے ہیں۔ مگر میں ان کا حال اس لئے بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے ان چیزوں کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ گو میں ان میں سے بعض کا اثر دیکھ چکی ہوں۔“

”وہ چپ ہو گئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ ان باتوں کی یاد انتہا درجے پر خوف ہے۔“

”مگر اس دوسرے آدمی کا نام کیا ہے؟“ سٹوارٹ نے پوچھا

”مسکے نے اس پر تیز نظر ڈالی۔ پھر التجائی ہجیم میں کہنے لگی۔

”تھربانی سے اس طرح کے سوالات مجھ سے نہ پوچھئے۔ جو کچھ میں بیان کر سکتی

ہوں کہ وہ سن لے گی۔ مگر کئی باتیں ایسی ہیں جن کی تفصیل میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور

یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ سنتی ہوں یہ شخص چین کا کوئی نامی سائنس دان ہے۔ سچے کہ بیان کیا گیا ہے۔ دنیا کے عالموں میں کوئی اس کی مہارت نہیں کر سکتا۔ لیکن بس...
سردست میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔
”اور یہ شخص کیا اب تک زندہ ہے؟“

”یہ بھی معلوم نہیں۔ اگر وہ زندہ ہے تو غالباً چین ہی میں رہتا ہوگا۔ صوبہ ہونان میں ایک خفیہ مقام اس جماعت کا جسے چینی زبان میں طبقہ عالیہ کہتے ہیں۔ مرکز ہے خود بچے وہاں جلنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ نگہبست سے یورپین مرد اور عورتیں اور کئی مشرقی قوموں کے آدمی اس جگہ رہتے ہیں۔“
”کیا ان جمیٹوں کی ماتحتی ہیں؟“

”آپ بے فائدہ سوالات پوچھتے ہیں میرا اختیار ہوتا۔ تو آپ کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیتی۔ مگر افسوس میں نہیں دے سکتی۔“

”اب پھر اس دن کا ذکر کرتی ہوں جب فوہی نے مجھے قاہرہ لے مکان میں اپنے سامنے بلایا تھا۔ اس نے کہا۔ ہماری جماعت دنیا میں سب سے اعلیٰ اور قدیم ہے۔ اور آخر کار وہی سارے عالم پر فرمان روا ہوگی۔ وہ زمانہ جب ہر جگہ طبقہ عالیہ کی حکومت ہوگی۔ بہشتی کہلائے گا۔ یہ جماعت بعض وجوہ سے اب تک کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ مگر میرے دوست نے“ یہ اشارہ اسی بڑے چینی کی طرف عقاب کھانا بیوں کو پورا کر دیا ہے۔ اور اب ہمارا کامیاب ہونا یقینی ہے۔

اس نے یہ بھی کہا۔ کہ ساہا سال سے ہم لوگ یورپ و ایشیا میں حصول مدعا کی خفیہ کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا طریق کار بھی عجیب ہے۔ یعنی انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں چند ٹوٹو خائے قائم کر کے ان کے ذریعہ بہت سی قیمتی و اہمیت حاصل کی ہے۔ فوہی اور اس کے نائب ان چند ٹوٹو خائوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ تاکہ

فوہی کا دقت زیادہ تر چین میں بسر ہوتا تھا۔ مگر اب وہ گاہ بگاہ یورپ میں بھی آتا ہے لیکن معاملات یورپ کا بیشتر انصرام اسی بڑھے چینی کے سپرد ہے۔ جس نے کالی ٹوپی لوٹ رکھی تھی۔ اور جس کا حال میں بیشتر بیان کر چکی ہوں۔۔۔

مکہ نے ہر چند کئی بار سٹوارٹ کو سوالات پوچھنے سے روکا تھا۔ مگر وہ نہ رہ سکا اور اب پھر قطع کلام کر کے کہنے لگا۔ ”اچھا بتاؤ اس پہلی ملاقات میں یا اس کے بعد کبھی تم کو فوہی کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہو رہا ہے؟“

”کبھی نہیں۔ میں اتنا جانتی ہوں کہ اس کی آنکھیں نہایت زرد اور تیز ہیں۔ مگر ان کے سوا مجھے اس کے چہرہ کا کوئی حصہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر وہ کبھی بے نقاب میرے سامنے آئے۔ تو میں یقیناً اس کی پہچان سے قاصر رہوں۔ گو اس کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ وہ نفرت جو میرا دل اس کے لئے محسوس کرتا ہے۔ ضرور ظاہر ہو جائے۔۔۔ مگر مجھے اپنی داستان جلد ختم کرنی چاہیے۔ اگر آپ اسی طرح روکتے رہیں گے۔ تو میں کبھی پورا نہ کر سکو گی۔“

”قاہرہ کی اس ملاقات کے بعد۔۔۔ آف کیسے بیان کروں۔۔۔ خیر اس دن کے بعد میری زندگی ایک آزاد عورت کی طرح بسر ہوئی ہے۔ دنیا کا کون سا مقام ہے جہاں میں نہیں گئی؟ نیویارک لندن پیرس۔ پیٹرو گریڈ۔ ان سب میں مجھے فوہی کے زیرِ نگینا پڑا۔ اب میرے لئے بیش قیمت لباس اور عمدہ زیورات ہیا کئے جاتے تھے۔۔۔ یہ چیزیں اور وہ تعریف جس کے لئے مغرب کی عورتیں جان دیتی ہیں۔ مجھے ہر وقت مل رہی ہے۔ مگر ان کے باوجود میری زندگی بے حد تنہائی اور انتہائی علیحدگی اور بسر ہوئی ہے۔ جتنے کہ کسی راہبہ کی زندگی اس حالت میں بسر نہ ہوئی ہوگی۔۔۔

”آہ۔ آپ کی آنکھیں پھر آپ کے دل کا حال کہہ رہی ہیں۔ غالباً آپ یہ پوچھنا چاہتے تھے۔ کہ میں نے کیوں یہ زندگی اختیار کی؟ کیا وجہ تھی میں لوگوں کو بھگا کر فوہی

کی گزشت میں لانے کا موجب بنی۔ کیونکہ یہی کام تھا جو یہ شخص مجھ سے لیتا رہا ہے۔ اور جب کبھی مجھ سے کوتاہی ہوتی۔ تب مجھے اس کے لئے سزا بھی دی گئی...“

سٹوارٹ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

پھر گلوگیر اچھے میں بولا۔

”تم مانتی ہو کہ جان بوجھ کر لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ نہیں؟“

”آہ نہیں۔“ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ میں متم لھاتی ہوں۔ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا...“

”پھر اس بیان کا مطلب کیا ہے؟“ سٹوارٹ نے حیرت سے دیکھ کر پوچھا۔

”افسوس میں ان باتوں کو واضح نہیں کر سکتی۔ یہ وقت ایسا کرنے کا نہیں ہے مگر سچ جانو۔“ اس نے بہت نرم التجائی اچھے میں کہا۔ سچ جانو۔ میں بے خطا ہوں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا۔ میں نے یہ حالات بیان کرنے میں کن خطروں کا مقابلہ کیا ہے تو عرصہ مجھ سے رحم کا سلوک کرنے... ما! اگر کبھی اس کے دل میں شبہ پیدا ہو گیا۔“

اس نے زور سے کہتے ہوئے کہا۔ ”تب مجھے ان خطروں کا سامنا ہو گا جن کا خیال ہی روٹے کھڑے کرنے کو کافی ہے شاید تم سمجھتے ہو۔ یہ جہاں ہے۔ اس میں عہد شباب ماساری دلچسپیاں موجود ہیں۔ دنیا اس کے لئے جنت کی طرح خوشگوار ہوگی۔ مگر آہ! نہیں جانتے اصل حقیقت کیا ہے۔ ظاہر بین نظریں جسے زندہ سمجھتی ہیں وہ دراصل ایک بے جان لاش ہے۔ میں شباب میں داخل ہونے سے پہلے ہی مر چکی ہوں۔ میری زندگی بسا اعلیٰ مرضی کے تابع ہو کر بسر ہوتی ہے۔ کبھی میں سرس کے تھکڑ میں زفا صہ بنتی ہوں۔ کبھی روم میں پھول والی کا بھیس اختیار کرتی ہوں۔ کہیں میرے لئے آپسیرا جس ریزو دیا جاتا ہے۔ کہیں اپنے مانتوں چند بوزوں کی چلیں بھرنی پڑتی ہیں اس کے باوجود میں اپنے دل پر ماتھہ رکھ کر کہہ سکتی ہوں کہ اس تمام عرصہ میں کبھی

ایک مرتبہ بھی میں کسی کو ورغلا کر اس کی ہلاکت کا ذریعہ نہیں بنی۔ نہ کبھی میری چادر محترمہ داغدار ہوئی ہے۔ خدا شاہد ہے کبھی اتنا بھی نہیں ہوا۔ کہ کسی مرد نے میری انگلیوں کے سروں کو چھوا ہو۔

”اب میری جہاں نور دی کا یہ عالم ہے۔ کہ آج اگر مائٹی کار لو میں ہوں تو کل بونا سبرنچر اور پرسوں ٹوکیو میں۔ ان سیاحتوں میں چند رلال ہر وقت میری حفاظت کے لئے ساتھ رہتا ہے۔ میری نگرانی اسی سختی سے کی جاتی ہے جس طرح مشرق کے حرم ہر دور میں عورتوں کی اپنے طریق پر وہ میرا دراح اور وفادار بھی ہے۔ مگر میں چونکہ اس کی شہرت سے واقف ہوں۔ اس لئے جب میرے سامنے آتا ہے تو ڈر کر مہٹ جاتی ہوں۔ وہ میری اس سیٹی کی آواز سن کر فوراً حاضر ہو جاتا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے چاندی کی ایک خوشنما زیفیل دکھائی۔ اس دن سے لے کر جب میں نے پہلی بار اس کو بدوہ فروزش محمد عبدالوالی کے مکان پر دیکھا تھا۔ وہ ہر وقت مجھ سے اتنا قریب رہا ہے۔ کہ جب چاہوں۔ اسے سیٹی بجا کر حاضر کر سکتی ہوں۔ فقط آج... آج...”

اس کے خوشنما چہرہ پر سرخی پھیلنے لگی۔ انھیں ٹھک گئیں۔ اور اسی حالت میں اس نے وہ سیٹی دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لی۔ رسوٹ کا اپنا دل زور زور سے اچھل رہا تھا۔ مسکے کی عجیب و غریب داستان کی نسبت وہ کچھ ہی سائے قائم کرتا۔ بہر حال شرم کی اس سرخی پر جو اس کے روئے دل دہیز نے اختیار کی۔ ہرگز کسی تصنع کا گمان نہ ہو سکتا تھا۔

”اُن یہ حجاب مجھے دیوانہ بنا دے گا۔“ اس نے جوش کے جے ہوئے لہجہ میں کہا۔ ان حالات کو بیان کرتے ہوئے تم نے بہت سی باتیں روک لی ہیں۔ جن سے میری پریشانی اور بڑھ گئی ہے۔ مشرق کی حرم سرے میں ہے تے ہوئے میں ہمارے بے قابل یقین ہے۔ مگر لندن۔ نیویارک۔ پیرس ایسے شہروں میں رہ کر... کیا بات ہے؟

تم اس مرد نقاب پوش سے اتنا ڈرتی ہو؟
 مسک کر آنکھیں اب بھی فرش زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں۔
 ”میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ مگر میرے لئے اس کے حکم سے انکار
 کرنا غیر ممکن ہے۔“

”وہ!... آخر وہ کون ہے؟“

”کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ کبھی کسی کو اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا
 .. تم نہتے ہو۔ مگر میں خارا کو حاضر جان کر پہنچ گئی ہوں۔ گھر کے اندر وہ چینی لباس پر
 سفر نقاب پہنے رہتا ہے۔ مگر سفر میں جو وہ ہمیشہ رات کے وقت کیا کرتا ہے۔ وہ چھوٹے
 کپڑے ایک بسی نقاب پہن لیتا ہے۔ جو کندھوں سے نیچے تک لٹکتی ہے۔ اور جس کے
 اندر فقط اس کی آنکھیں نظر آتی ہیں۔“

”مگر... کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس طرح کے عجیب و غریب لباس میں سفر کرے اور
 کوئی اس کا مزاحم نہ ہو؟“

”خیر امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے سفر میں کبھی کوئی روکاٹ پیش نہیں آئی۔ وہ
 شکی پریل اور موٹر میں۔ اور سمندر پر۔ و خانی جہاز میں بڑی آسانی سے سفر کرتا ہے
 .. مگر کیا بات ہے آپ کو اب تک سیری باتوں پر یقین نہیں آیا؟ اس نے دفعتاً
 سوار کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ جس کی رنگت اس وقت زرد تھی۔ آپ کے لئے میں
 ، کسی موقعوں پر خطرہ کا سامنا کیا۔ مگر افسوس آپ کی بدگمانی رفع نہ ہوئی۔ جبراً
 وہ ہیمپٹن گورٹ سے آپ کو ہلاک کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ تو میں ہی تھی جس نے
 آپ کو ٹائیڈن کے ذریعہ متنبہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ کی طرف سے کچھ جواب نہ ملا
 ...“

”ٹھیک۔ سوار، نے جوش سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ کیا اس رات نہیں

نے مجھ کو ٹیلیفون پر بلایا تھا؟

”ہاں۔ مگر آپ نے کچھ جواب نہ دیا؟“

”غیر مصالحتہ نہیں“ سٹارٹ نے آہ بھر کر کہا۔ بہر حال، تنہا ہی کوششوں سے میری جان بچ گئی۔ پھر اس کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ آخر کیا سبب ہے کہ میری اتنی ہمدرد ہو کر بھی تم سارا حال بیان نہیں کرتی ہو؟ بتاؤ تو مجھ کو کس کا نام ہے؟ وہ پرے ہٹ گئی۔

”بھچو۔ اس نے کے ہوئے ابھی میں جواب دیا۔ آپس کے میل جول کا نشان ہے۔ دیکھو یہ کہتے ہوئے اس نے کوٹ کی جیب سے ایک سنہری بھچو نکال کر دکھایا۔ تیرے پاس بھی موجود ہے۔“ پھر سے دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور اتنا بھی صرف اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ میں جانتی تھی پھر آپ سے ملنے کا اتفاق نہ ہوگا۔“

”کیوں؟“

”ایک فرانسیسی نے جو بڑا ہوشیار جاسوس معلوم ہوتا ہے۔ ہماری نسبت بہت سے حالات معلوم کر لئے تھے۔ ہمارے ایک آدمی کے تعاقب میں فرانس سے انگلستان آیا۔ مگر اس آدمی نے اس کو ہلاک کر دیا۔ آہ میں خوب جانتی ہوں۔ ہماری جماعت کتنی خوفناک ہے۔ مگر۔۔۔ بے بس ہوں۔ بالکل بے بس ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے کبھی ایک کاموں میں مدد بھی نہیں دی۔ جو حالات اس فرانسیسی کو معلوم ہوئے تھے۔ وہ انہیں لفافہ میں بند کر کے آپ کے پاس چھڑ گیا تھا۔ اور گو میں نے اس لفافہ کو تلف کرنے کی کوشش کی۔ تاہم نہیں کہہ سکتی۔ اس میں کہان کا کیا بیانی حاصل ہوئی تھی میں اس کے متعلق کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتی۔ کیونکہ اب مجھے ان باتوں کی پروا نہیں رہی۔ آج ہی انگلستان سے رخصت ہوتی ہوں۔ الوداع!“

وہ کھڑی ہو گئی۔ سٹوارٹ بھی اٹھا۔ اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دفعتاً سکے کے چہرہ کی رنگت بدل گئی۔ اس سے خوف کا اظہار ہونے لگا۔ جلدی سے نقاب اڑھو کر چلی اور اس سے بہت پہلے کہ سٹوارٹ اسے روکنے کی کوشش کرتا۔ باہر نکل گئی۔

حاضرین کی تیز بخمس نظروں نے دروازہ تک اس کا پھینکا۔ اس کے بعد لوگ سٹوارٹ کی طرف دیکھنے لگے۔

سخت پریشانی کے عالم میں اس نے ہول کا بل ادا کیا۔ اس کے بعد تیز چلتا ہوا دروازہ پر گیا۔ پھر بازار میں نکل کر وہاں بائیں ہر طرف دیکھا۔
مگر وہ اتنے ہی میں غائب ہو چکی تھی !

باب ۵۔ چند لال کا عشق

رات کی سیاہی ایسٹ اینڈ کے تنگ و تاریک بازاروں پر قبل از وقت اپنا تسلط جما رہی تھی۔ کہ سکے اس کو ایک کی موڑ کو رخصت کر کے جس پر سوار ہو کر وکٹوریہ سٹیشن سے آئی تھی۔ بڑکی طرف جانے والی ایک اندھیری گلی میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئی۔ تھوڑی دیر میں وہ اس حد خاص سے گزر گئی جسے صاحب اسٹنٹ کسٹرنیو سکاٹ لینڈ پارو کی میز پر لٹے ہوئے نقشہ لندن پر سرخ پسلی نشان کے ذریعہ نمایاں کیا گیا تھا۔ اور جس کے اندر وہ لقمہ محمد دہ تھا جس میں ایم کیو ایس کی معلومات کے مطابق کچھ کامسن واقع تھا۔ اس خطہ سرخ میں داخل ہوتے ہی آٹھ آنکھیں سکے پر جم گئیں۔ کیونکہ لندن کی خفیہ پولیس چار منتخب جاسوس کھڑے ہوئے۔ اس کی ہر نقل و حرکت کو بغور دیکھتے رہتے تھے۔
آٹھ آنکھوں کے چارٹو خانہ سے تھوڑی دور ایک ادنیٰ قسم کا مکان واقع

تھا۔ اس مکان کے دروازہ پہنچ کر مسکن نے دروازہ کو اندر کی طرف دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ جاسوسوں کی نظروں کے سامنے۔ مگر ان کی موجودگی سے بے خبر وہ اس مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں داخل ہوئی تو مسکن کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ہوٹل سے رخصت ہوتے وقت اس نے شیشے کے بند دروازوں میں سے ایک کے ہاں چند دلال کو اندر کی طرف گھورتے ہوئے دیکھا!

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مکان نہایت اونے قسم کا تھا۔ بظاہر غیر ممکن تھا۔ کہ وہ بچھڑ اور اس کی جماعت کا مسکن ہو تا۔ اس حالت میں مسکن کا اس میں داخل ہونا ایک ایسا معمہ تھا جسے لندن کی جاسوسوں کا دماغ حل نہ کر سکا۔ مشرقی حسینہ کا روئے دلفریب ان کی نظروں کے سامنے ڈیوڑھی کے اندر ہی کے اندر اس طرح غائب ہو گیا۔ جیسے چاند پردہ ابر میں چھپ جاتا ہے۔ انتظار شدید کے باوجود وہ پھر اس مکان سے نہ نکلی۔ اور ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ آہ فنگ فو کے مکان کے دائیں بائیں تین گھروں کے تہ خانے خفیہ دروازوں کی راہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اور یہ پوشیدہ رستے کچھ ایسی احتیاط کے ساتھ تیار کئے گئے تھے۔ کہ انپکڑکیاں کو بھی جسے مینی آبادی کے حالات سے پوری طرح واقف ہونے پر ناز تھا۔ ان زمین دوز رستوں کا حال معلوم نہ تھا۔

مسکن کے اس بہ نامند بہرے مکان میں داخل ہونے کے آدھا گھنٹہ بعد آہ فنگ فو کے مرطوب تہ خانہ کا چور دروازہ کھلا۔ اور ایک سن رسیدہ عورت جس کے کپڑے پھٹے ہوئے۔ بال سپید اور بدن میں خم تھا۔ پر اسے چوٹی زینہ سے تابھنگی چڑھ کر اس کرد میں داخل ہوئی۔ جو آہ فنگ فو والے مکان میں چند ڈو خانہ کے بائیں طرف مکان کے عین نیچے واقع تھا۔ اس کمرہ میں کھڑکیاں نادر دھتیں۔ مادہ روشنی کا واحد ذریعہ تھیں۔ کابنا ہوا مٹی کے تیل کا وہ چراغ تھا۔ جو سیلی دیوار کے ساتھ لگا ہوا تار بج کو

رفع کرنے کی بجائے اسکو اونمایاں کرتا تھا۔ فرخ پر خشک گھاس۔ ردی کا غنہ اور کبیوں کے چوڑی تختے جھمرے نہایت تھے بھٹوڑی دور آگے ایک دروازہ تھا جس کے کوارٹر مضبوط لکڑی کے بنے تھے۔ بوڑھی عورت اس دروازہ کو کنبی کی مدد سے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر کسی نے اس کو اندر کی طرف سے دھکیلا اور کھل گیا۔

اس کے ساتھ ہی چند دلال نیچے دہلیز کی ٹکڑ سے بچے کو سر جھکائے مرہ میں داخل ہوا۔ اس نے یورپی وضع کا لباس پہنا ہوا اور سر پر پیپہ لگائی تھی۔ مجموعی طور پر وہ کسی جہاز کا خلاصی معلوم ہوتا تھا۔ مگر آنکھوں کی تیز چمک نے چہرہ میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ مگرہ میں آکر اس نے دروازہ پھیر دیا۔ عورت اسے دیکھ کر دو قدم ہٹ گئی۔ مگر چنچہ ولال نے فوراً اپنا گدڑی بازو پھیلا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کی طرف مگھور کر دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں مریض تپ کی سرفی پائی جاتی تھی۔

”غالباً ہم سب کو یہاں سے رخصت ہونا پڑے گا۔“ اس نے عورت سے کہا۔ پانچ چینی آج رات پنی اینڈ اوکینی کے جہاز پر روانہ ہو جائیں گے۔ علی خاں گل رخصت ہو گا۔ اور رمداس اور بیگل دوسرے دن جہاز انڈیمان پر روانہ ہونگے میں سنگاپور میں ان سے ملوں گا۔۔۔ مگر تم بتاؤ تمہاری نسبت کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟ عورت نے لبوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور رڑتے رڑتے اس کھلے دروازہ کی طرف دیکھا۔ جو اس کے پس پشت واقع تھا۔ مگر چنچہ ولال نے دو قدم آگے بڑھ کر جوش کے دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔

”ہلو۔ ہلو۔ تمہاری نسبت کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟“

”میں نہیں جانتی۔“ عورت نے پرسنور سے جھکائے اس دروازہ کی طرف چلائی۔
کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جدھر سے چند ولال داخل ہوا تھا۔
مگر چنچہ ولال نے فوراً اسے روک دیا۔

”ٹھیکرو۔ اس نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ میں ابھی نہ جانے دوں گا۔ مجھے آج تم سے بہت کچھ کہنا ہے۔“

”چپ! خاموش! عورت نے منہ پھیر کر انگلی سے عقبی دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

چند لمحوں کے چہرہ پر حقارت کے آثار پیدا ہو گئے۔ ”جائے بھی دو۔“ اس نے پر جوش آواز سے کہا۔ وہ لوگ چٹاٹوں کے نشہ میں بہت پڑے جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ گرد و نذرانہ کے حالات کے لئے تم انہیں اندھے بہرے اور بے جان سمجھ سکتی ہو۔“ اس نے آگے بڑھ کر عورت کی کلائی کو اور بھی ندر سے پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔ ”یہ لوگ فرضی تبسم اور خیالی راحت کے مزے لیتے ہیں۔ مگر چند دلال کے دل کو حقیقی راحت حاصل کیے بغیر اطمینان نہ ہوگا۔ وہ ان شکاری لبوں کا بوسہ لینا چاہتا ہے جو ان کمبلیوں سے زیادہ خوشگوار ہیں جن پر بھنڈے جمع ہوتے ہیں۔ وہ اس نوائے شیریں کا شیدا ہے جس کے آگے سخن داؤدی کوئی چیز نہیں...“

اس نے ایک ٹکڑے سے بوڑھی عورت کے سپید بالوں کو پکڑ کر زور سے کھینچا اور سب بال جو بند دی گئے۔ انہر کر اس کے ماتھے پر آ گئے۔ ان کے نیچے مسکے کے خوشنما بال پریشان اور بکھرے ہوئے اور چراغ کی مدھم روشنی میں تلبے کی مانند جھپکتے نظر آتے تھے چند دلال کی اس حرکت کے ساتھ ہی مسکے کا نمائشی صنف نابود ہو گیا۔ جن نے وہی شکوہ انداز اختیار کر لئے۔ آنکھوں میں وہی شاب کی چمک پیدا ہو گئی۔

”مسکے چند دلال نے تمہاری ہوئی آواز سے کہا۔ کیوں اس خوشنما جسم کو جو بیہ محسوس کی شاخ کی مانند بیدار اور بکھرا رہے۔ ٹیڑھا کرتی ہو؟ اس صبح پر درجن کو بڑھا پے کے صنف میں چھپانے کی کوشش نہ کرو۔“ اس کی آوازیں ایک عجیب طرح کا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ جب میں تمہاری خاطر دنیا کے ذیل تر کاموں کے لئے تیار

ہوں جب مجھ کو تنہا سے ملے جان پر کھیل جانے سے دریغ نہیں ہے۔ تو کیوں...؟
ایک دہائی ہوئی چیخ اس کمرہ سے سنائی دی۔ جو مسکے کے پس پشت واقع تھا۔ دونوں
اس آواز کو سن کر چونک گئے۔ مگر چند دلال نے فوراً ضبط سے کام لے کر مسکرتے ہوئے کہا
”مسکے دو وہیں کسی بدست چند ڈباز کی آواز تھی جسے نشہ میں دنیا داری نہا کی خبر
نہیں۔ ہم دونوں یہاں بالکل تنہا ہیں۔ کیونکہ ان بد نصیبوں کی ہستی جو چندو کی لئے منہ سے
لگائے بیہوش پڑے ہیں۔ قبرستان میں دبے ہوئے مروں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی“
”مگر آہ ننگ نو تو دو مکان میں ہو گا۔“ مسکے نے دہائی آواز نہ کہا۔
”ہونے دو۔ اسے اپنے کاموں سے کب فرصت ہے؟“
”اور... وہ؟“

مسکے نے کمرہ کی مشرقی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ چند دلال کے ہاتھ اندازہ سے
لگے گا اور نگاہ بے اختیار اس طرف مڑی۔
دبے ہوئے جوش کے ہجے میں بولا۔

”میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔“ پھر اپنا منہ مسکے کے کان کے پاس لے جا کر اس نے
”مکان کے نیچے دریا کی گھاٹی میں مڑ کر کتنی تیار ہے۔ آج رات اس پر سوار ہو کر وہ دوسرے
ان میں چلا جائے گا۔ کل مجھے بھی یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ گویا تم کیلی یہاں رہ جاؤ گی“
”مگر وہ بھی تو کل انگلستان سے رخصت ہو گا۔“
”اور تم؟“

”میں اس کے ساتھ چلی جاؤ گی“

چندو نے ڈٹے ڈٹتے کھلے دروازہ کی طرف دیکھا۔

”نہ جاؤ۔“ اس نے آگے بڑھ کر مسکے کو بازوؤں میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”نہ رنہ کی کی روشنی مجھ بد نصیب کو یاس کے اندھیرے میں چھوڑ کر اس لئے ساتھ نہ جاؤ۔“

مسکے نے آہستگی سے اس کو پسے ہٹایا۔ پھر کہنے لگی۔
 ”چند دلال کیسی باتیں کہتے ہو؟ میں ان ترغیبوں کو نہیں سن سکتی...“
 ”شاید ڈرتی ہو کہ وہ نہیں ڈھونڈ کر ہلاک کر دیگا۔“

”ہلاک کر دے گا! مجھے؟“ مسکے نے نفرت کے لہجے میں کہا۔ ”جو پہلے ہی مر چکا ہو۔ اسے
 اپنی ہلاکت کا کیا خوف ہو سکتا ہے؟ کیا میری زندگی اس کے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہے؟ کیا
 تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ اگر مجھے اپنی ریاست پر اختیار ہوتا۔ تو میں ایک دن۔ ایک گھنٹہ ایک
 لمحہ کو بھی اس کا آلہ کار بننا منظور کرتی؟“

چند دلال کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ اس نے پھر ایک بار مشرقی دیوار کی طرف
 دیکھا۔ اس کے بعد مسکے کی طرف منہ پھیر لیا۔ بظاہر اس کے سینہ میں عجیب کشمکش جاری تھی
 یکایک مستقل ارادہ کر کے کہنے لگا۔

”اچھا سید! مگر اس کی آواز میں شک ناپیڑی تھی۔“ اگر میں یہ بتا دوں کہ تمہاری زندگی
 تمہارے اختیار میں ہے۔ اگر میں وہ راز ظاہر کر دوں جو قاہرہ والے مکان میں مجھ کو معلوم
 ہوا تھا...“

مسکے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ ہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب وحیانہ
 چمک پیدا ہوئی تھی۔

”اگر میں تمہارے لئے موت کا نہیں زندگی کا میدان کھلا ہے۔ تو کیا میرے
 ساتھ چلنا منظور ہو گی؟ ہم دونوں ہندوستان چلے جائیں گے۔ میرے پاس روپیہ بے شمار
 ہے۔ اس سے بہت مالدار ہوں۔ جتنا تم سمجھتی ہو۔ میں تم کو رانی بنا کر رکھوں گا۔
 تمہارے پسینے کو اٹلس کوکب اور ان سپید بازوؤں کو ڈھکنے کے لئے بہر بہا زیور
 ہوں گے۔ اس جنت نشاں ملک میں رہ کر تم...“
 مسکے سہمی ہوئی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”یہ کچھ کچھ تم کہتے ہو۔ بیکار ہے۔ جس راز کا تم ذکر کرتے ہو۔ وہ بھی کچھ فائدہ نہیں
ہے سکتا۔ مجھ سے پہلے تمہاری اپنی زندگی کا فائدہ ہو جائے گا۔ جب ہماری روانگی کی خبر اس
کے کانوں تک پہنچی...“

”آہ۔ تم نہیں سنتی ہو۔“ چند دلال نے ہڑتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا ”تمہارے لئے
مجھے کسی کی کچھ پروا نہیں۔ میں تمہارے لئے زندگی کا دروازہ کھول دوں گا۔ دنیا کی کوئی آرزو
ایسی نہیں۔ جسے میں پورا نہیں کر سکتا۔ ہندوستان پہنچ کر تمہاری زندگی عیش و آرام میں بسر
ہوگی۔ ہماری روانگی کی خبر کبھی اس کے کانوں تک نہ پہنچے گی۔ کیونکہ وہ اس خبر کو سننے
کے لئے زندہ نہ رہے گا۔“
”مسکے چونک گئی۔“

”چند دلال۔ چند دلال ایسا نہ کہو۔ اس نے درزاں کے لہجے میں تحریک کی۔“ تم ہمیشہ
میرے دوست رہے ہو اور میں نے یہ بات ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے۔...“
”تمہارے لئے میں آئندہ کسی کو ایذا نہ دینے کا عہد کرتا ہوں۔“ ہندوستانی نے ہنستے
ہے جوش سے کہا ”تیری باقی زندگی تمہارے لئے سامان راحت فراہم کرنے میں بسر ہوگی
میں تمہارے لئے زندہ رہوں گا۔ اور تمہاری پرستش کو داخل ثواب سمجھوں گا۔“
”افسوس میں مجبور ہوں... کچھ نہیں کر سکتی۔“
”مسکے“ چند دلال کے لہجے میں اب ایک عجیب درد تھا۔

”نہیں۔ نہیں۔“ اس نے تقرائی ہوئی آواز میں جواب دیا ”میں ایسا نہیں کر سکتا۔“
خدا کے لئے بچے ترغیب نہ دو۔“

اس نے وہی سپید بالوں کی ڈپٹی اٹھا کر سر پر رکھ لی۔ اور سامنے دروازہ کی طرف
بلور چند دلال کی مٹھیاں جوش سے کسی ہوئی اور آنکھیں شلوار باندھیں۔

”آہ! اس نے بے تاب ہو کر کہا۔“ میں سمجھ گیا تھا اسے انکار میرا جو بھید ہے...“

مسکد رک کپہچے مڑی۔ اور اسکی طرف دیکھنے لگی۔

چند دلال کا ہوا جوش بڑا خوفناک تھا۔ کہنے لگا "تمہارے ماڑ کی اصلیت کچھ سمجھ میرے ذہن میں آنے لگی ہے۔ ایک رات اس نے پھر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ایک رات جب میں نے خطرہ کا اشارہ کیا۔ تو گوڈا کر اپنے مکان پر آ گیا تھا۔ مگر تم نہ آئیں۔ تم رپٹنگ اس کے پاس رہیں اور جب آئیں۔ تو تمہاری آنکھوں کا..."

"اوہ! مسکد نے اس کی طرف پر خوف نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آنکھوں کا انداز بالکل بدلا ہوا تھا۔ اس مکان میں جانے سے پہلے تمہاری یہ حالت نہ تھی۔ اور اس سے پہلے میں نے کبھی تم کو نظروں سے اوجھل ہی نہ ہونے دیا تھا۔ اس کے بعد دوبارہ مجھے شک تو ہوا ہے۔ مگر میں چونکہ اور کاموں میں مصروف تھا۔ اس لئے تصدیق کا موقعہ نہیں ملا۔ مگر آج رات" وہ اس کے چہرہ کو تہر آؤد نظروں سے دیکھ رہا تھا "آج رات میرا خیال ہے۔ تم پھر اس سے ملنے گئی تھیں..."

"اوہ۔ چند دلال! مسکد نے درناک لہجہ میں کہا۔ اور دونو ماڑو اس کی طرف پھیلنا لگے

"ایسا نہ کہہ۔ تمہارے لئے ایسا نہ کہہ۔"

"میں سمجھ گیا۔ اب سارا اھپہا بھپی طرح کھل گیا۔" ہندوستانی نے اسی پر جوش لہجہ میں کہا۔ "اس کے لئے تم ہر طرح کے خطروں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو۔ مگر میرے لئے نہیں۔ اگر ڈاکٹر کہے کہ میرے ساتھ چلو..."

"چند دلال! اس نے کیا سمجھ دینا میں کسی ایک دوست سے ملنے کی بھی اجازت نہیں ہے پہلی رات کو میں قائم ذکر کرتے ہو۔ بے شک میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ مگر میں ابھی نفاذ جملانے میں مشغول تھی کہ ڈاکٹر آ گیا۔ میرے لئے سخت مشکل کا سامنا تھا پچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تھی۔ تم جانتے ہو۔ اس دن کا واقعہ تم سے چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"میں اسی قدر صاف جانتا ہوں جتنا تم نے بیان کیا تھا۔ مگر فوجی کو چونکہ تمہارے

بات کا یقین نہ تھا۔ اس لئے ہم دونوں اجنبی میں اور وہ ڈاکٹر کے مکان پر گئے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ”چند دلال کے بازو اب ڈھیلے ہو کر شکنے لگے تھے۔ ”مسک“ اس نے کہا۔ ”میری سہجہ میں نہیں آتا۔ اصلی راز کیا ہے؟ ممکن ہے۔“ اس نے کسی قدر آگے جھک کر کہا ”ممکن ہے ہم لوگ وہاں فریب میں پھنسے ہوئے ہوں۔“

”کیا کہتے ہو؟“

”معلوم نہیں اس فرانسیسی کو کتنا حال معلوم تھا۔ جو باتیں ان نے لکھ کر ڈاکٹر کے پاس رکھی تھیں۔ نہ معلوم ان کا کس قدر خصل پڑھا جا چکا ہے۔ آخر انتظار کرنے سے کیا فائدہ؟“

”سنو چند دلال“ مسک نے پریشانی سے کہا۔ ”میرے خیال میں ضرور کوئی تجویز اس کے پیش نظر ہے۔ وہ آج تک کسی بات میں ناکام نہیں ہوا نہ ٹانگا آئندہ ہو گا۔“

اس کے لفظوں نے چند دلال کے جوش کو تیز کر دیا۔ اس کی آنکھیں جھٹک گئے۔

”میں اس کی تجویز اچھی طرح جانتا ہوں۔“ اس نے آواز دبا کر کہا۔ ”سنو جو میں کہتا ہوں یقیناً سنا ہو گا۔ اس نے بچپن سے اسی طرح تمہاری پرورش کی ہے۔ جیسے ان زہریلی کارڈیوں اور خونخوار کچھوروں کی جو اس کے پاس ہیں۔ اس نے ہمیں ہر لحاظ سے مکمل بنایا۔ اور تمہارے لئے کام مختصر کر دیا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ تم ایک بچان آئے نہیں۔ ذی حیات عورت ہو۔ تمہارے سینہ میں عورت کا دلی ہے۔ ساتھ ہی اس نے مدد کم کیا۔ کہ وہ بھی مرد ہے۔ اور وہ کا جوش نہ کھتا ہے۔ زندہ خون اور مردانہ آرزوئیں اس کے سینہ میں بھی موجود ہیں۔ یاد رکھو۔ یہ سب باتیں اسے ڈاکٹر سٹوارٹ کی وجہ سے سننے کو ملی ہیں۔“

اس نے پھر مسک کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ مگر وہ پیچ کر پڑے۔

”جائے دو۔“ اس نے التجائی لہجہ میں کہا۔ ”جو تم کہتے ہو محض دیوانگی ہے۔“
 ”شاید ہو۔ مگر کیا یہ امرواقع نہیں ہے کہ میں مدت دراز تک اس عہد شباب
 کا منتظر رہا؟ جن آنکھوں نے پہلے تم کو ایک بنا شگونہ کی مانند دیکھا تھا۔ اب ایک
 ”توشگفتہ“ کھلی کودیکھ رہی ہیں۔ آج رات جب میں یہاں ہوں۔ تم ہر طرح محفوظ رہو
 مگر کل جب یہاں سے چلا گیا۔ تو کون اس کا مزاحم ہوگا؟ کیا اس کی خاطر قصدِ ایہاں
 طعیر ناچاہتی ہو؟“

”چند دلال تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ ناممکن ہے۔“ اس نے پر خوف لہجہ
 میں کہا۔

”تو پھر کل جب میں چلا جاؤں گا۔ کون تمہاری حفاظت کرے گا؟“
 اس نے مسکے کو چھوڑ دیا۔ اور کوٹ کی اندر ولی حبیب سے ہندوستانی ساخت
 کا تیز خرد راجہ فونکا لالہ۔ مجنوب دیوانوں کی طرح اس نے اس چاقو کو مشرقی دیوار کی
 طرف ہلایا۔ پھر دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

”مگر کہ رشتہ زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھو یہی جتنی بے تاب ہو کر کہنے
 لگی۔ چند دلال خدا کے لئے مجھے نہ ڈراؤ۔ جاؤ۔ اب چلے جاؤ۔ کل۔۔۔“

”کل؟“ چند دلال نے اس طرح دیکھتے ہوئے کہ آنکھوں میں وحشت کی چمک
 پائی جاتی تھی کہا۔ ”کل میرے لئے کچھ چیز نہیں۔۔۔“

”میں التجا کرتی ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ وہ اس گفتگو کو سن لے۔ بس جاؤ۔ میں جانتی
 ہوں۔ تم میرے سچے محافظ ہو۔ اگر اس نے۔۔۔“

”اگر اس نے؟۔۔۔“

”پھر میں تم سے مدد مانگوں گی۔“

چند دلال کی آواز بہت دلی ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

”اور بالفرض سب مجھے کامیابی ہو گئی؟“

مسکے نے منہ پھیر لیا۔

”نہیں چند دلال ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں مجبور ہوں۔“

اور اس نے اپنا خوشامتا چہرہ دونوں ماتحتوں سے چھپا لیا۔

چند دلال ایک لمحہ چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہا۔ اس کے بعد پہلے تہ خانہ کے دروازہ کی طرف مڑا پھر مسکے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ذرا بعد اس کے سامنے دونوں نوکر اس نے اس کا ایک ہاتھ اپنے ماتحت میں لیا۔ اور اس کو آہستگی سے بوسہ دے کر کہنے لگا۔

”مسکے میں ہر وقت تیرا غلام ہوں۔“ اس کی آواز جوش سے نھرائی ہوئی تھی
میں تجھ سے رحم کے سوا کچھ نہیں مانگتا۔“

وہ اٹھا اور جدھر سے مسکے آئی تھی۔ اس دروازہ سے گزر کر تہ خانہ میں اتر
گئی۔ مسکے کی آتش ریز آنکھوں میں آنسوؤں کے دو قطرے نمودار ہوئے۔ وہ
تھوڑی دیر چپ چاپ رہی ہوئی نظروں سے اس طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہی مصنوعی
بالوں کی ٹوپی اوڑھ کر چوبی زینہ کی راہ سے چند خانہ میں داخل ہو گئی۔

باب - ۶

نکلتا شیطان منبر

ڈاکٹر سڈارٹ اپنے دفتر میں ایک مسلے بیٹھا تھا۔ چھ تختوں پر باریک حروف
میں لکھے ہوئے مضمون کو بذور پڑھ کر اس نے سب وقیعین سے ٹانگ دیے پھر
مسل کو تیر کے ایک لمبے لٹافہ میں بند کیا۔ لٹافہ ہاتھ میں لئے وہ مسکراتا

دواخانہ میں گید اور اس چینی سکر کی مدد سے جو کاک کے ساتھ جڑا ہوا تھا سیاہ لاکھ کی ہیریں لگا دیں۔

آج رات وہ خفیہ پولیس کے ساتھ ایک خطرناک مہم پر جانے کا فیصلہ کر چکا تھا مشرقی زبانوں سے گیسٹن میکس کی واقفیت چونکہ محدود تھی اور سٹوارٹ مشرق بعید میں اپنے قیام طویل کے باعث ان زبانوں کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس لئے میکس نے اس تجویز کو خوشی سے منظر رکھ لیا۔ کہ اس رات آہ فنگ فو کے مکان پر جاتے وقت وہ بھی ان کے ساتھ ہو۔ شام کو جو حالات ڈاکٹر سٹوارٹ نے مسک کی زبانی معلوم کئے تھے۔ ان پر غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ پولیس کو اپنی مہم میں ضرور کامیابی ہوگی۔ وہ ان حالات کو ظاہر کرنے کی قیادت نہ کر سکتا تھا۔ بہر حال ان سے فائدہ اٹھانے کی خاطر اس نے مہم کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

لفافہ پر ہیریں لگانے کے کام سے فاسخ ہو کر وہ اسے میز پر رکھنے ہی پایا تھا کہ ایک موٹر کے دروازہ پر کھڑے ہونے کی آواز سنائی دی جس کے ٹھوڑی دیر بعد منتر میگریگر یہ پیغام لیکر حاضر ہوئی۔ کہ الپ ٹر ڈنر آپ سے ملنے آئے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ ایک آدمی اد بھی ہے جس کے منہ پر جاجا پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ جن سے اس کا چہرہ بڑا خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ اخیر میں کہنے لگی۔ ”غالباً کسی مریض کو لے کر آئے ہیں۔“

”تم ان کو یہیں بھیج دو۔“ ڈاکٹر نے مختصر طور پر کہا۔ مگر وہ سخت حیران تھا کہ ڈنر اس مریض کو ساتھ لے کر آیا ہوگا۔

اس کے چند منٹ بعد ڈنر ایک بد نما ریٹائیٹل آدمی کو ساتھ لے کر اس کا چہرہ اس طرح ڈھکا ہوا تھا۔ کہ ایک آنکھ پٹیوں کے نیچے نظر نہ آتی تھی۔ جب ٹرے پر لبا رنٹ تھا جس سے اوپر کا ہونٹ کسی قدر اٹھا ہوا۔ اور ناک کی کوٹھی دبی ہوئی تھی۔

داخل ہوا۔

سٹوارٹ اس عجیب مریض کو نظر حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ ڈنبر کے منہ سے بے اختیار
مہنتی نکل گئی۔

”ثابت ہو گیا۔ کہ بناوٹ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میرا خیال تھا ابھیں
بدلنے کا زمانہ گزر گیا۔ مگر ایم میکس ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ خیال غلط تھا۔“
”میکس نے!“ سٹوارٹ نے بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ پوچھا۔

”جی ہاں خادم نے“ ڈنبر کے عجیب الوضع ساقفی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”مگر آج
رات میرا نام گیسٹن میکس نہیں۔ میں وہی نکلا شیطانی ہوں جس کی لاش میرے نام
سے دفن ہو چکی ہے۔“

گیسٹن میکس عجیب لاپرواہی سے اس بد مذہب کا ذکر کر رہا تھا جو اسی کے ہاتھوں
ہلاک ہو کر غرق دریا ہو چکا تھا۔ اور جس کی لاش غرمدہ دراز تک اس کے نام سے سرکاری
مردہ خانہ میں رکھی رہی تھی۔ مگر سچ پوچھتے تو یہ قتل اپنی جان کی حفاظت کے لئے کیا۔ اگر
میکس اس پر رحم کرتا تو نکلا یقیناً اس کو ہلاک کر دیتا۔ ایسے اہنسک خیالات کا آدمی
کم از کم خفیہ پولیس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

”آپ کی جزات حیرت خیز ہے۔“ سٹوارٹ نے انکار کیا۔ ”مگر کامیابی کی صورت
یہی ہے کہ تجھ کو اپنے نکلے ہو گار کی موت کا حال معلوم نہ ہو۔ یعنی وہ اب تک یہی
سمجھتا ہو کہ دیالے ٹیز میں جو لاش مینو در ہول سے برآمد ہوئی وہ گیسٹن میکس ہی
کی تھی!“

”میرے بیدار مغز ہم جلیں نے“ ایم میکس نے ڈنبر کے شانہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے
کہا۔ ”نکسے بھائی کی لاش دفن کر لے اور ان نشانات شناخت کو شائع کرے میں جو
اس کی لاش پر پائے گئے تھے اور جن سے اس کا گیسٹن میکس ہونا ثابت ہوتا تھا

جس مصلحت سے کام لیا۔ اس سے کامیابی کی پوری امید ہے۔ چارلس میلٹ عرف گیسٹن میکس کے قتل کے بعد وہ آج تک چھپا ہوا تھا۔ مگر آج دوبارہ اپنے دوستوں سے ملتا ہے۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟

سٹوارٹ کو جو حالات مسکائی زبان سے معلوم ہوئے تھے۔ ان کی بنا پر وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ گیسٹن میکس کا استدلال غلط نہیں۔ ڈسٹر ایکس کی طرف باری باری تفریق کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے وہ لفافہ جسے ہیرس لگا کر ڈسٹر پر رکھا تھا۔ اٹھایا۔ اور کہنے لگا۔

”اس کے اندر ایک دستاویز بند ہے۔ میں نے حفاظت کے لئے ہیرس لگا دی ہیں“ اس نے لفافہ پیش کیا۔ میکس اور ڈسٹر تھڑکی دیر اس کو بغور دیکھتے رہے پھر آخر ان کے ذہن سے لگا۔

”کیا بند لفافوں کا سلسلہ ابھی ختم نہ ہوگا؟“ اس نے کہا۔
 ”ایک نہایت اہم بیان اس لفافہ میں بنا کیا گیا ہے۔“ سٹوارٹ نے سنجیدگی سے کہا۔ جس کی نوعیت میں سر دست خیال نہیں کر سکتا۔ آج رات چونکہ ہم ایک خطرناک مہم پر جا رہے ہیں۔ اس لئے ڈسٹر کی طرف دیکھ کر میں اسے آپ کے پاس امانت رکھتا ہوں۔

”اگر ہماری آج رات کی مہم ناکام رہی۔“ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”تو آپ کو اختیار ہوگا کہ اس لفافہ کو کھول کر جو کچھ اس میں بند ہے۔ اسے پڑھیں۔ اور اس پر عمل کریں۔ لیکن اگر میں بچ کر آ گیا۔ تو پھر یہ لفافہ بند کا بنا میرے حوالہ کر دینا گا۔“

ایم میکس نے اُنکے سے سٹوارٹ کی طرف گھور کر دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ”میرا کہہ چکا ہوں کہ آپ کا راز سمجھ گیا۔“ اور یقین فرمائیے۔“ اس نے اپنا ماتھے ڈسٹر کے شانہ سے ہٹا کر سٹوارٹ

کے شانہ پر بندور رکھتے ہوئے کہا: ”مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔“
ڈاکٹر سٹوارٹ کسی مجرم کی طرح چونکا۔ مگر میکس نے گفتگو کا رخ فصداً بدل دیا۔ اور
اب اس بات کی تجویزوں پر بحث ہوئے لگی۔

”ایک بیگ میں جسے نپکڑ ڈنبر موڑ میں چھوڑ آئے ہیں، اس نے کہنا شروع کیا...
ڈنبر اس وقت باہر چلا گیا۔ اور میکس نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔
”اس بیگ میں دیسے کپڑوں کا ایک سوٹ ہے جیسے آہ فنگ فو کے چنڈو خانہ کے
سرپرست عموماً پہنا کرتے ہیں۔ وہ سوٹ آپ کو پہنایا جائے گا۔ اور یقین کیجئے میں ان کپڑوں
کی مدد سے آپ کو ٹھیک دیا بسنا۔ دل کا جیسے وہ لوگ جو عموماً اس مکان میں جلتے ہیں
یہ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ہم میں سے ایک آدمی کا آہ فنگ فو کے مکان میں موجود
رہنا لازم ہے۔ ورنہ عجیب نہیں وہ لوگ کسی خفیہ رستہ سے فرار ہو جائیں۔ میرا اندازہ
یہ کہتا ہے کہ اس جماعت کے لوگ اب رفتہ رفتہ رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ اور میگل کی
آمد بھی محض رخصتی ہدایات حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہے... یا ممکن ہے میگل سمجھے
شیطان کے عدم پتہ ہونے کی خبر لے کر آیا ہو۔“

”فرض کیجئے۔ آپ کا اس شخص میگل سے سامنا ہوا ہے؟“

”میرے دوست“ فرانسیسی جاسوس نے لاپرواہی سے کہا۔ ”میں ایسے انڈیشوں کا قاتل
نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ پولیس کی تنگ دود سے زیادہ مجرموں کی اپنی بدکاریاں
ان کی حراست اور تباہی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ میں نے یہ بھیس بھی محض ایک مصلحت سے
بدلا ہے۔ ورنہ شاید اس کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ یوں تو آہ فنگ فو کے چنڈو خانہ میں
ہر شخص کو آمد و رفت کی اجازت ہے۔ تاہم ممکن ہے۔ ان راتوں کو جب اس جماعت
کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔ عوام پر کچھ پابندیاں عاید کر دی جاتی ہوں۔ غالباً آپ میرا
مطلب سمجھ سکیں گے؟ موجودہ چشیت میں میں ہر طرح کی پابندیوں سے آزاد ہوں

سنہری بچھو میرے پاس ہے۔ اسے دکھا کر میں فوراً اندر جاسکتا ہوں۔“
 سٹوارٹ اس فوق الفطرت شخص کی طرف حیرت و تعریف کی نظروں سے لگے
 رہا تھا جس کا زبردست اتال شکل سے شکل معاملات میں آسانی سے صحیح نتیجہ اخذ کر
 سکتا تھا۔

اس نشان کی موجودگی ”میکس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ثابت کرتی ہے
 کہ اس جماعت کے آدمی ایک دوسرے سے ذاتی واقفیت نہیں رکھتے۔ مگر اس کے ساتھ
 ہی ممکن ہے۔ آنے والے ممبروں کو آہ فگ فو یا کوئی اور شخص پہچان کر داخل کرتا ہو
 بصورت آخر میرے لئے نیکے شیطاں کے بھیس میں داخل ہونا مشکل نہ ہوگا۔ رہا
 یہ سوال کہ میں نے پٹیاں کیوں باندھ رکھی ہیں۔ تو اس کی نسبت چارلس میڈل کے
 مقابلہ کا اندر موجود ہے۔ دیکھ لیجئے میری صورت زخمی نکتے سے ملتی ہے یا
 نہیں؟“
 ”اور میں؟“

”آپ کو میری سفارش پر داخل کیا جائے گا۔ غالباً میرا آپ کے ساتھ ہونا ہی
 کافی ہے۔ شاید مجھے فوراً اس جماعت کے سرکردہ کے سامنے جانا پڑے۔ اور یہ بھی
 ممکن ہے کہ میگل یا قہودہ خانہ کا البحرین مسلمان یا زہرہ اسخلا ہی بچھو“ ثابت ہو۔ اس
 بارہ میں سردست کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اگر میرا اندازہ سمجھ و فہم رکھتا
 ہے تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ بچھو دراصل اس مرد نقاب پوش کا نام ہے جسے آپ نے دوبار
 دیکھا تھا۔ وہ ضرور کوئی مرد ہے۔ اور اس کے عادات و اطوار سے یہ بھی پایا جاتا
 ہے کہ چین کا ہے والا ہے۔“

”فرض کرو وہ لوگ ہمیں اس کے رد بردے گئے۔ پھر؟“
 ”اس صورت میں جیسا مناسب آدم ہوگا۔ عمل کیا جائے گا۔ اگر ممکن ہو سکا

تو میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا نہیں تو وہ میری گولی کے نشانہ سے بہر حال نہ بچے گا۔ پولیس کی سیٹیاں ہمارے پاس ہوں گی۔ ان کے بجائے ہی انیکرن ڈنبرادر کیسی جو مکان کے باہر کھڑے ہوں گے۔ فوراً دھوا دیوں دینگے۔ اگر نہیں آؤ یہ ہے۔ کہ یہ کام بھگدیر میں نہ ہو سارا نطف آہنگی میں ہے۔ ان لوگوں کا چنڈو خانہ میں جمع ہونا ثابت کرتا ہے کہ ہمیں ان کے متعلق درہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ جو بنیاد کے مٹر کیڑ کی حالت میں برتا گیا تھا۔ اس نے بھی اپنا کرہ ملاقات چنڈو خانہ کے پہلو میں رکھا ہوا تھا۔ اس کے ملاقاتی بھی ظاہر میں چنڈو پینے وہاں جاتے تھے چنڈو خانہ ایک طرح کا کرہ انتظار تھا جہاں اس کے ملاقاتی طلب کئے جاتے مک پرٹے رہتے تھے۔“

اس وقت انیکرن ڈنبرادر ایک بڑا سا چرمی بیگ ہاتھ میں لیکر آگیا معلوم ہوتا ہے۔ میکس کا آخری فقرہ اس کے کانوں میں بھی پہنچ گیا تھا۔

”انیکرن ڈنبرادر نے جس مقدمہ کی تحقیقات کی تھی۔“ اس نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ ”اس کے حالات بھی بہت کچھ اس سے ملتے جلتے تھے۔“ پھر ڈاکٹر سٹوارٹ سے مخاطب ہو کر اگر آپ کو چنڈو خانہ میں انتظار کرنے کے لئے کہا گیا تو معلومات حاصل کرنے کا موقع خوب ہوگا۔ آپ اکثر زبانیں جانتے ہیں۔ اگر آپ نے نتیجہ سے نام لیا۔ تو حاضرین کی گفتگو سے بہت سی واقفیت حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح کی واقفیت حاصل کرنا ضروری بھی بہت ہے۔ کیونکہ جب ہم نے ان لوگوں کو گرفتار لیا تو سوال یہ ہوگا کہ ان کے خلاف ثبوت کیا پیش کیا جائے؟ کیونکہ آپ کی جان بچنے کی جو کوشش شارع نیلمین کے ذریعہ کی گئی تھی۔ اس کے سوا اب تک ان کا

”جی جرم ثابت بھی تو نہیں ہوا۔“

”واقعی یہ معاملہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے۔“ میکس نے تسلیم کیا۔ ”اور یہ بناوٹ

بھی سخت تکلیف نے رہی ہے؟ یہ کہتے ہوئے اس نے بڑی احتیاط سے ایک پی ٹی کو ٹھیک کیا۔

”ہم نے آہ فنگ فو کے مکان کا احتیاط سے محاصرہ کر لیا ہے“ ڈنبر نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ جو لوگ اندر ہوں گے۔ وہ سب اسی سائنٹی جماعت کے رکن سمجھے جائیں گے۔ سادربلی کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ سرشام ایک جوان عورت جس کا مدیہ میڈموائل ڈوریاں سے ملتا ہے۔ اس کے پاس دسے مکان میں داخل ہوئی تھی۔“

ڈاکٹر سٹوارٹ کو اپنا رنگ فق ہوتا محسوس ہوا۔ مگر اپنی گھبراہٹ چھپانے کو وہ جھک کر اس بیگ کی چیزیں دیکھنے لگا۔ جسے ڈنبر نے لا کر رکھا تھا۔
”دیکھ لیا۔ ہماری تیاریاں کس درجہ مکمل ہیں۔“ گیسٹن میکس نے کہا۔ مگر وقت گزر جاتا ہے۔ اب ڈاکٹر سٹوارٹ کا لباس تبدیل کرنا چاہیے۔“

باب - ۷

چند ڈوبازوں کی محفل

چند دن سے موسم گرم فوج شگوار تھا۔ مگر آج اس نے دفعتاً پلٹا کھایا۔ آند شب کے ساتھ آند ہی اور بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے وہ گندے اور تنگ بانا جن میں سٹوارٹ اور گیسٹن میکس موٹے اتر کر پیدل چل رہے تھے۔ خدان مہموال بھیا نک اور دیران نظر آتے تھے۔ تیز ہوا سائیں سائیں کرتی چلی رہی تھی۔ اور بارش کے قطرے دیواروں اور کھڑکیوں سے ٹکرا کر شور پیدا کرتے تھے۔ فاصلہ پر دریا میں کسی جہاز کے دسل کی آواز سنائی دیتی تھی۔

”ہم قریباً منزل پہنچ گئے ہیں“ میکس نے کہا۔ ”دیکھا۔ یہ لوگ کس احتیاط کے ساتھ چھپ کر رہتے ہیں۔ کیا بحال اب تک کسی کا سایہ نظر آیا ہو۔“
”نظر آ جاتا تو اچھا تھا“ سوٹارٹ نے بددلی سے جواب دیا۔

”مگر میں اسے کمال فن کے اعتبار سے محبوب سمجھتا ہوں۔ خیر اب بہت جلد ان کی زیارت کر سکیں گے۔ غالباً دروازہ کھٹکھٹانے کا کوئی خاص طریقہ نہ ہوگا۔“
وہ ایک انہیری اور بظاہر غیر آباد دوکان کے سامنے ٹھہر گئے تھے۔ گیسٹ میکس نے آگے بڑھ کر دروازے سے دنگ دی۔

خیال تھا دروازہ کھلوانے میں کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر انہیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کہ دروازہ فوراً کھل دیا گیا۔ اور کسی نے اس طرح کے گھٹپ اندھیرے سے جو کسی شار کی تاریکی سے ملتا تھا۔ آواز دی۔

”جواب دیر ہوگئی۔ دوکان کبھی کی بند ہو چکی ہے۔“
گیسٹ میکس اسی انہیریے میں گھس گیا۔ اور سوٹارٹ بھی اس کے پیچھے بچھے داخل ہوا۔

”آہ فنگ نو۔ دروازہ بند کر دو“ گیسٹ میکس نے کڑخت فرانسسی لہجہ میں کہا۔ ”ہم کچھ کے آ رہے ہیں۔“

اشارہ کار گر ہوا۔ نادیدہ چینی نے مزاحمت ترک کر کے دروازہ بند کر دیا۔ اندھیریے میں حرکت کی آواز سنائی دی۔ اور ایک دستی لالٹین نمودار ہوئی۔ جس کی مدد میں روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ دوکان اندر سے بہت سیلی اور غریب پر مختلف سامان بکھرا ہوا ہے لالٹین ایک بہت بڑھے چینی کے ماتھے میں تھی جس کے منہ پر جھریں پڑی ہوئی تھیں نیلے رنگ کا کوٹ اس کے گلے میں اور ایک گول ٹوپی سر پر تھی۔ مگر چہرہ لاش کی طرح نمودار ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ جب وہ دستی لالٹین کی مدد سے نو وارد

ملاقاتیں کے چہروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ تو میکس نے کوٹ کی جیب سے سنہری بھوپ نکال کر پیش کیا۔

”اُدھ! بڑھے چینی نے اُسے دیکھ کر کہا۔ معلوم ہوا انہی کے آدمی ہو۔ مگر ادھر لوگ تو اس سے بہت پہلے آگئے تھے۔“

میکس نے بے ہاتھ سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی ہنل میں ٹھوکا دیا۔ اور وہ بگڑی ہوئی انگریزی میں کہنے لگا۔ ”بھائی ہمارے نشہ کا انتظام کرو۔“

”بہت اچھا۔ بہت اچھا۔“ آہ ذنگ فونے کہا۔ ”فونہی سے ملنے تک ایک ایک نے پی لو۔“ اس نے لالین اٹھائی۔ اور دوکان کے عقبی دروازہ کی راہ سے ان کو اپنے ساتھ لے چلا۔ آگے ایک مختصر چوٹی زینہ تھا۔ اس سے اتر کر یہ لوگ چند وضائے میں پہنچ گئے۔

”جگہ پہلے ہی بھری ہوئی ہے۔ ذرا گھانس نہیں۔“ بڑھے چینی نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا۔

کمرہ کی چھت نشیب اور اس کے شہتیر مغرب سے مشرق کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ پچھلی طرف دیوار کا وسطی حصہ چٹائیوں سے ڈھکا ہوا اور دائیں جانب وہ دروازہ تھا جس کی راہ سے گاہک دوکان میں آتے تھے۔ بائیں طرف چند باڑوں کی نشستیں تھیں۔ کچھ اور نشستیں جنوبی دیوار کے ساتھ بھی نظر آئیں جن کے وسط میں ایک مضبوط دروازہ تھا۔ مگر اس کے آگے لکڑی کے خالی بکس پئے ہوئے تھے۔ اور کچھ تفرق سامان بھی پڑا تھا۔

کچھ چند باڑہ نشانی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے بھی نظر آئے جن کے پاس ایک چھوٹا سا چوٹی زینہ اس دروازہ کی طرف جانے کے لئے لگا ہوا تھا۔ جو دیوار میں قدرے اونچائی پر واقع تھا۔ کچھ اور چٹائیاں فرش زمین پر ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ سرخ

شید کا ایک لمب چھت سے ٹک رہا تھا۔ اور اس کی وضند لی روشنی میں یہ جگہ سخت گندری اور ناپاک نظر آتی تھی۔ زینہ کے قریب ایک مٹی کے تیل کا چرل چربی بکس پر رکھا ہوا جل رہا تھا۔ پاس ہی ٹوٹی ہوئی بید کی کسی پڑی تھی۔ چند ڈپٹیے کے پاس ٹین کے ڈبے اور ایک ماش کی گڈی اس بکس پر رکھی ہوئی تھی۔

لباس چنڈو پیسے کی سبشتیں پڑھیں۔ اکثر لوگ بے حرکت پڑے تھے مگر ایک دو اب بھی زور زور سے کس لگا رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا ابھی ان جیپروں نے مزدان کا درجہ حاصل نہیں کیا۔

یہ سب باتیں ٹیسٹن میکس نے جس کی قوت مشاہدہ تیز تھی۔ ایک ہی نظر میں دیکھ لیں۔ اتنے میں آہ ذنگ فوالتین سے کہ مختصر چوبی زینہ سے اترارہ اور کمرہ سے گزر کر دو چٹایاں اور تکیے خالی بکسوں کے پاس رکھنے لگا۔ سٹوارٹ ڈرگمیسٹن میکس اب تاک دروازہ کے پاس کھڑے تھے۔

جب بدٹھا پینی اپنے کام میں مصروف تھا تو میکس نے آواز دبا کر سٹوارٹ سے کہا۔ دیکھا اس نے مجھے پہچانا نہیں۔ فقط میرے دکھائے ہوئے نشان کو کافی سمجھا۔ میرا یہ خیال صحیح تھا۔ کہ اس گھر میں رفع شک کے لئے عام آدمیوں کو بھی آنے کی اجازت ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے آہ ذنگ فو کی چنڈو کی تجارت خوب چلی ہوئی ہے دکھائے کی خاطر ایک دو کسٹن ہم کو بھی لگانے پڑیں گے۔۔۔

اس وقت تک سٹوارٹ نے بے ہوئے لہجہ میں کہا۔ کہ فوہی سے شرف

ملاقات حاصل ہو۔

”آپ سمجھ گئے۔ کچھ کا ہی نام فوہی ہے۔“

”جی سمجھ گیا۔“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ کیونکہ اس سے پہلے جو حالات وہ مسک

کی زبان فی من چکا تھا۔ ان کی بنا پر بھی اس کو معلوم تھا۔ کہ کچھ اور فوہی ایک ہی آدمی

کے نام ہیں۔ مگر اُن! یہ جگہ کتنی گندی اور ناپاک ہے۔ میرا تو اس دھوئیں سے دم گھٹا جاتا ہے۔ خدا ان بے جان زرد چہروں کی طرف دیکھنا۔ کس طرح مردوں کے مانند پڑے ہیں۔ یہی گمان ہوتا ہے۔ مردہ خانہ میں لاشیں رکھی ہوئی ہیں۔“

”چپ! آہستہ۔ ایسی اونچی آواز میں گفتگو نہ کرو۔ کیا عجب ان میں بعض لوگ بچھو کی جماعت سے قفل نہ کھتے ہوں۔ کم از کم آہ فنگ فو کی باتوں سے یہی معلوم ہوتا تھا۔“

اس وقت بڑھا چینی دوست کیجے آراستہ کر کے واپس آگیا۔ اور ہاتھ کے اشارہ سے دن کو بلانے لگا۔

”دیکھ کیسی اچھی جگہ تیار کی ہے۔“ اس نے تکیے دکھاتے ہوئے کہا۔

”تہہ بانی۔“ ڈاکٹر سٹوارٹ نے مختصر طور پر کہا۔

دونوں ناپال چٹائیوں پر لیٹ گئے۔

”تم چونکہ خاص آدمی ہو۔ اس لئے میں نے خاص جگہ تیار کی ہے۔“ آہ فنگ فو نے خوش ہو کر کہا۔

وہ کمرہ کے مختلف حصوں کا دورہ کرنے لگا۔ چلتے چلتے ایک بیہوش چینی کے

پاس ٹھیرا جس کا دہانہ جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا۔ اور چنڈو کی نے ”نگرا“

جاستی تھی۔ آہ فنگ فو اس پائپ کو لیکر اس کبس کے پاس گیا۔ جس پڑمین کا چراغ

جل رہا تھا۔ اور اطمینان سے اس میں مصباحہ بھرنے لگا۔

”معلوم ہوتا ہے۔ خالی پائپ کافی نہیں ہیں۔“ سٹوارٹ نے بلی آواز سے کہا

”آف! بد بے میرا داغ پھٹا جاتا ہے۔“

آہ فنگ نے پائپ بھر کر علیحدہ رکہ دیا۔ پھر ایک اور جو شاید اس کے ذخیرہ

میں آخری تھا۔ نکال کر اس کو بھرا۔ دونوں کو سسکا کر وہ ان چٹائیوں کے پاس گیا

جہاں سٹوارٹ اور میکس بیٹھے ہوئے تھے۔

”دیکھ لو میں کس بھرتی سے خدمت کرتا ہوں؟ یہ کہتے ہوئے آہ فنگ فونے پیشانی اور سینہ کو چھو کر سلام کیا۔

”بڑے میاں تمہاری ہوشیاری کے کیا کہنے ہیں؟“ میکس نے جواب دیا اور کہنی کے ٹکڑے لپیٹ کر چند ڈکے لے لائے۔ ”گو اس بات کا خیال رکھا کہ اس کا دماغ منہ سے نکلنے پائے۔“

آہ فنگ فونے پر ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا جس سے اٹھ کر اس نے ان دونوں کو دروازہ کھولا تھا۔

بدست چنڈو باروں کے منہ سے نکلی ہوئی بے معنی آوازیں رات کے خوفناک سنائے قوتیں کرتی ہوئی سنائی دیتی تھیں۔ آہ فنگ فونے پر بیٹھا ہوا آدھرا تھا۔ تہ خانوں میں آب دریا کے پیلپائے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک دہ بارچہ ہوں کے دوڑنے کی آواز اس طرح سنائی دی۔ گویا اس گمزدے مکان میں ان کی مانتا اور فوج اترتی ہوئی تھی۔

”کیا پانی کے ٹکڑے کی آواز سنائی؟“ سٹوارٹ نے آواز دبا کر میکس سے کہا۔ ”میرے خیال میں یہ جگہ دریا کے اوپر بنی ہوئی ہے۔ اور دریا پانی تہ خانوں کے اندر آ جاتا ہے۔“

”گویا یہ لوگ اگچا ہیں تو کسی بد نصیب کا بڑی آسانی سے قصہ پاک کر سکتے ہیں... آہ یہ کیا آواز تھی؟“

باہر کے دروازہ پر در کی دھتک سنائی دی۔ آہ فنگ فونے کے منہ سے رات تھا۔ چونک کر اٹھا اور زمین پر گریں کے دروازہ کھولنے گیا۔ باہر کا دروازہ کھلا۔ اور آواز آئی۔

”جاؤ دوکان بند ہو گئی سب کل آنا“

جواب میں باہر سے کسی نے کھٹ لہجہ میں کہا: بس رہنے دو۔ میں تیری دوکان سے دوکش چنڈو کے سوا اور کیا لینا چاہتا ہوں؟ کیا بھول گئے؟ بل میں میرا نام ہے۔“

”بل میرے دوست بل“ بڑھے چینی نے نرم ہو کر کہا نہ تم جب آئے شراب سے بدست ہو کر آئے۔“

ایک رنج پیش تھیلے بدن کا سوٹا تازہ آدمی جو کسی جہان کا فایرین معلوم ہوتا تھا۔ بھاری بوٹ اور اس طرح کا نیلا کوٹ پہنے جمیا سٹوارٹ کے گلے میں تھا۔ سر پر اونچی ٹوپی لئے اور گلے میں منظر باز سے لٹکھڑاتا ہوا چوہی زمین کے سرے پر نمودار رہا۔

”پھر کہنا بدست! اس نے پیچھے منہ پھیر کر بڑھے چینی سے جو چنڈ قدم کے فاصلے سے آرا تھا۔ کہا: آدمی بدست جب ہوتا ہے کہ اسکو شراب ملے۔ اور یہاں دنگت بدلے ہوئے آتش جو کے سوا کچھ ملتا نہیں۔ اسے یہ کہاں ہو؟ کیا مر گئے؟“

آہ دنگت فاس کے پیچھے نمودار ہوا۔

”سب سنی دی باتیں نہیں کھی ہوش میں نہ دیکھا۔“ چینی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ”کس کی ہنسی باتیں؟“ نووارو نے لٹکھڑاتے ہوئے پاؤں سے اترنے کی کوشش کر کے کہا: ”نباور مجھ ایسے بٹے گئے ملارج کارنگے ہوئے پانی سے بدست ہونا کیونکر ہے؟ لاؤ ایک چمک کا انتظام کرو۔ اس وقت طبیعت بد مزہ ہو رہی ہے۔“

آہ دنگت فو پیچھے اتر آیا۔ اور بولا: اوہر آؤ اس طرف کی جگہ آج بھری

بل میں نے باٹھے چینی کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مارا اور میں کر کہنے لگا۔

”لاؤ۔ اب جلد ہی کرو۔ یہ وقت باتیں بنانے کا نہیں ہے۔“

وہ اسی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا۔ اور قریب تھا۔ کہ سٹوارٹ کی ٹانگوں سے انگ کر گرجانا۔ مگر شکل سنبھلا۔ اور آخر ایک کونے میں دھم سے بیٹھ گیا۔

”سبح کہنا بچن۔ میں کتنا پرانا خبریاد ہوں۔“ اس نے آہ فنگ فو سے کہا۔ ”بچہ سے دیرینہ کا کام شاید کوئی اور ہوگا۔“

”سبح ہے۔“ بڑھے چینی نے لا پرانی سے جواب دیا۔ ”اور تمہاری دہم سے کئی بار پولیس سے بھی سابقہ پڑا ہے۔“

”میری وجہ سے! شرنی ملاح نے غصہ میں بھر کر کہا۔ ”اے پولیس سے تو تمہارا آسے دن کا جھگڑا چلا جاتا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں۔ جب تک وہ لوگ تمہیں پھانسی پر نہ لٹکائیں گے یہ نصابہ یونہی چلا جائے گا۔“

آہ فنگ فو شانوں کو حرکت دے کر چپ ہو گیا۔ اس کے ہاں پھر ایک بار نے کی تلاش میں ہارست چند باندوں کا دورہ کرنے لگا۔ پتھوڑی تلاش سے ایک خانی نے مل گئی۔ وہ اسے کہہ رہا تھا۔ جہاں میں کچھ اور غلج رہا تھا۔ اور اس پر صاف جھرتے ہوئے کچھ بڑبڑا گیا۔

ادھر بل میں کونے میں بیٹھا ہوا نشہ میں ہنکاسے جا رہا تھا۔

”تو پہلے کے حالات سننا نہیں چاہتا۔ پاجی کہیں کا کیا وہ سن فراٹ کر... معاملہ بھول گیا ہے تب کتنی مشکل پیش آئی تھی۔ وہ وٹن یاد کر۔ جب تو مجھے واپس لکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور میرے ایسا بھاگیا کہ...“

”بس اب اسے دے۔ اپنی نظر لے۔ میں بہت کچھ لے باندھو۔“ بڑھے چینی نے چلم بھینے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”جھوٹ! ارے کیا جھوٹ! ملارج نے جوش سے گرچتے ہوئے جواب دیا۔ وہ تیرا دادا
میں ہی تو تھا جس نے اس واقعہ کو بندرگاہ کے ہر جہاز میں شہر در کیا تھا۔ ما۔ تم نہیں جانتے
ایک فائر مین کے کیا اختیارات ہوتے ہیں۔ میں جب کام پر ہوتا ہوں۔ تو کپتان کو
بھی کچھ چیز نہیں سمجھتا۔ ما! ما! ما! تیری اور تیرے کپتان کی ایسی تھی۔“

”اب خدا کے لئے چپ رہو۔ اور اس کا آرام حرام نہ کرو۔“ چینی نے جواب پھر
چکا تھا۔ کہا۔ ”جب آتے ہو۔ اسی طرح شور مچاتے ہوئے آتے ہو۔“

”بس چپ رہا پھر کہیں کا۔“ بل نے غراتے ہوئے کہا۔ ”تب تو تو نے میری جیبوں
سے تھپا کو تک کو اڑا لیا تھا۔ تیرا بس چلے تو آدمی کی بے استرے حجامت کر دے۔ لا
چلم بھری گئی یا نہیں؟“

دفننگسٹن میکس کے بائیں طرف ایک اگلی چیخ سنائی دی۔ اس کے ساتھ
کسی نے کہا۔

”ارے ارے! اس نے تو مجھے کاٹ کھایا!“

”ہجن! ہجن! مل نے آواز سن کر کہا۔ تو آج اپنے گاہکوں کو کیا دے رہا ہے؟
کس نے کاٹ کھایا؟ کیا چنڈو کے بدلے بچھو تعقیر کر رہا ہے؟“

”آہ فنگ! نو نے چپکے سے چنڈو کی سلگی ہوئی نے اس کے ماتھے میں ویدھی اور پرلا۔
”بس ایک ہی لیگی۔ زیادہ کا نوٹہ نہیں۔“

مل نے پاپے کے رشوق سے منہ کو دکھایا۔ آہ فنگ! فو پچھڑسی کرسی پر جا بیٹھا اور
دوہن میں سر ہڑتے خاموشی چھا گئی۔ نقطہ تہ خانوں میں پانی کے لپا پانے یا بدست چنڈا ہاروں
کے بڑھڑالے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

”کوئی اس دوکان کا پرانا کھا کھٹ معلوم ہوتا ہے۔“ میکس نے دبی آواز میں سٹوارٹ
سے کہا۔

اس وقت پھر وہی انکی آواز سنانی دی۔ "اے رے اس نے تو مجھے کاٹ کھایا۔"
اب کی بار آواز پہلے سے بہت مدھمکتی۔

"بچن کیا سنتے ہو؟ بل نے چند لمحوں کے کش لگانے ہوئے پوچھا۔ کون کجنت بار بار
بڑاتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی کرسی ہو۔ تو اس کے سر پر دے مارو۔"

سٹوارٹ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ ٹیبلٹ میکس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور آواز
رکھا۔ "چپ! حرکت کے بغیر زینہ کی طرف دیکھو۔"

سٹوارٹ نے آنکھیں پھریں۔ چوٹی زینہ کے بالائی سرے پر ایک آدمی کھڑا تھا۔
"چند دال ہے" میکس نے اسی طرح دہی آواز سے کہا۔ "خدا جانے اب کیا ہونے
ہے۔"

چند دال آہستگی سے اُترا۔ آہ ننگ نو بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا اذکھر رہا تھا۔ چند
پاؤں چلتا اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور مدھی پر جوش آواز سے کہنے لگا۔
"سنتے ہو! آج غیروں کو کیوں آنے دیا؟"

آہ ننگ نے میز پر رکھی ہوئی تاش کی گڈی اٹھالی۔ اور اس کے پتے درست
ہوئے کہنے لگا۔

"آخر میں اپنی روزی کی بھی تو فکر کرنی پڑتی ہے۔ نوہی میرے لئے کھانا ہیا نہیں کرتا۔
تو عطا دہیہ آدمی اس نے بل میں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ابھی آنکھیں بند کر کے سو جاؤ گا"
"آہ ننگ فوتم کو ہمیشہ محتاط رہنا چاہئے۔" چند دال نے کہا۔ پھر آواز دیا کہ
"نہ لگا۔ کیا بھول گئے کچھ ہفتہ کیا ہوا تھا؟"
"ہاں تو"

"کوئی آدمی چند لمحوں کے بہانہ یہاں آجائے۔ تو ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں وہ
کس سما آدمی ہے یا نہیں؟"

آہ فنگ فونے بے چینی سے حرکت کی پھر بولا۔

”یہ سمجھیں پولیس کے آدمیوں کو فوراً پہچان لیتی ہیں جس کے بعد ایسوں کا

صرف ایک ٹھکانا ہوتا ہے۔“

”یہ سچ ہے۔ اس آدمی کو ہلاک کر کے دریا میں پھینک دیا گیا تھا۔ لیکن فرض کرو جو باتیں وہ کچھ کر چھوڑ گیا۔ وہ کسی طرح پولیس کے ماتھے تک پہنچ جائیں؟ فرض کرو۔ ہس نے کچھ دیا ہو۔ کہہاری جماعت کے لوگ یہاں ملتے ہیں... پھر؟“

”تب تو بیشک مصیبت ہوگی۔“

”تم کہتے ہو فوری میرے لئے کھانا جیانا نہیں کرتا۔ مگر شاید تم بھول گئے کہ فوہی نے آج

تاک تم کو بھانسی سے بچایا ہوا ہے۔“

آہ فنگ فونے شانوں کو حرکت دی اور کہا۔

”ایک پوزی“ (بہت اچھا)

چند دلال نے انگلی سے اشارہ کیا اور بولا۔

”دیکھو۔ پوری طرح ٹمبر دار رہنا۔“

”میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔“

”کچھ ہو رہا ہے کہ بن، جینی لوگوں کو ہرگز مت آنے دیا کرو...“

”بہت اچھا۔ اس بار اس کا خیال رکھوں گا۔“

”کیونکہ تم اسی زندگی کا دار و مدار اسی احتیاط پر ہے۔“ چند دلال نے موثر بھیج

کہا۔ ”بتاؤ اس دفتر ہمارے آدمی کتنے ہیں؟“

آہ فنگ فونے جواب تاک ناش کے پتے ہلانے میں مصروف تھا۔ اب انہیں رکھ

انگلی سے تین آدمیوں کا طرف اشارہ کیا۔ اور سب سے آخر گیسٹن میکس کی طرف۔

”اے اے اے... نہ تو مجھ سے دھماکہ نہ کرو۔“

اس نے پاس جا کر ایک ایک آدمی کو غور سے دیکھا۔ اور آہستگی سے ان کے نام لیتا گیا۔ جب میکس کے پاس پہنچا۔ تو پہلے دیر تک اس کی طرف گھورتا رہا۔ پھر اس کی ایک ننگی آنکھ سے انھیں ملا کر کچھ اشارہ کیا۔

میکس نے اس کے اشارہ کی نقل کی۔ اور چند رولال مہٹ کر بڑھے چینی کے پاس چلا گیا۔ پھر مل بین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

”تم نے اس بدست سو کو داخل کرنے میں بڑی غلطی کی۔ اب انتظار کرنا پڑے گا۔“

لیکن خبردار کسی اور کو مت آنے دینا۔“

وہ آہستگی سے زین پر چڑھا۔ اور اوپر کا دروازہ کھول کر چلا گیا۔

باب - ۸

مبعکہ

آہ ننگ نو کے چند دھانے میں اب کامل خاموشی تھی۔ وہ خود اسی کرسی پر بیٹھا ماش کے پتوں کو انٹ پلٹ، کئے جاتا تھا۔

میکس نے سٹارٹ کیا ہاتھ دبایا۔ اور کہا: ”بظاہر وہ مجھے کھٹا شیعہ ہی سمجھتا ہے مگر یہ اخیال ہے اسے میری آمد پر حیرت ضرور ہوئی تھی۔“ خیر معلوم ہو گیا۔ میرے سوا اس جماعت کے تین آدمی اور اس جگہ موجود ہیں۔ کیا دیجھا۔ اس نے کس کس طرف اشارہ کیا تھا؟

ایک چندو باز نے غصت میں گانا شروع کیا۔

چیل کے گھوڑے میں ماس کہاں

.....

بے وقت نغمہ گنا عجیب اور بھیاںک معلوم ہوتا تھا۔

”کوئی نئے میں بڑبڑا رہا ہے“ سٹوارٹ نے آہستگی سے سمجھایا۔ ”ایک ہندوستانی راگ ہے جس کا مصرعہ شاید اسے یاد رہ گیا۔“

”اُف۔ کیسی بھیاںک جاگہ ہے!“ میکس نے دبی آواز سے کہا ”سننا چو ہے کس طرح دوڑ پھر رہے ہیں۔ خدا معلوم ہم چاروں کو کس ترتیب کے ساتھ بچھیر کے رو برو پیش کیا جائے گا۔ کیا عجب چاروں کو اکٹھا اس کے پاس جانا پڑے۔“

”یا ممکن ہے وہ خود یہاں آجائے۔“

”یہ اندرا اچھا ہو گا۔“

اتنے میں اس کونے سے جہاں بل بین بیٹھا ہوا تھا۔ آواز آئی۔

”بھجن اور بچن ایک چلم اور بھرنا۔“

”آہ فنگ فوٹاش کی گڈی ماتھ سے رکھ کر انداز کس سے اٹھا۔ اور فارمین کی ڈھبھیسی انگلیوں سے پاپ لے کر اس کو دوبارہ بھرا۔ میکس اور سٹوارٹ برابر بھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رہے تھے کہ ان کاموں سے فارغ ہو کر پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔“

”ہمیں پورا اعتماد رہنا چاہیے“ سٹوارٹ نے کہا۔ ”معلوم کون لوگ ان میں اصلی

چند دروازے ہیں۔ اور کون نہیں۔“

اتنے میں ایک اور آدمی نے رک رک کر گانا شروع کیا۔

چونگ... لیاؤ... پچے سے

اوم... مانی پرمی... اوم

”بوجھوں کا منتر ہے۔“ سٹوارٹ نے کہا۔ ”چنڈ کے نشہ میں کوئی چینی گار رہا ہے۔“

”مذہب! اس کمرہ کا ناپاک دھواں میرا گلا گھونٹ دے گا۔“

ایک بار پھر وہی الفاظ نہادہ لمبے وقفوں کے ساتھ سنائی دیے۔

آواز بڑی آہنگی سے مدھم مدھم گئی۔ آہ فنگ فوان باتوں سے لاپرواہی پر بیٹھا تاش کہتے
ملتان۔

یہ ایک بل مین کا پائپ بھی ہاتھ سے گر پڑا۔ اس نے گلو گبر آواز سے گانا شروع کیا۔

آئی م... اولڈ... بل... مین
آئی...

مگر دیا میں کسی جہاز کے بھاری مدھے دسل نے باقی الفاظ دبا دیئے۔

”کیسا بھیانک سماں ہے۔“ میکس نے کہا۔ خدا کرے کوئی واقعہ جلد پیش آئے۔

اش ش چپ!

آہ فنگ فونے آہنگی سے چاروں طرف دیکھا۔ پھر کھڑے ہو کر مین کا چراغ ہاتھ میں
لیا اور اس کی روشنی میں باری باری سب چند بازوں کو دیکھنے لگا۔ میکس پوری توجہ سے اکی
طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ شاید اس نیکے معلوم ہو جائے۔ سمجھو کے آدمی کہاں کہاں پڑے ہیں
مگر اس کو شش میں یا یوسی ہوئی۔ اوروں سے فارغ ہو کر بڑھا جینی اس مقام کی طرف آیا
ہاں سٹوارٹ امد میکس لیٹے ہوئے تھے۔ وہ اپنے منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ مگر الفاظ سمجھ
میں نہ آتے تھے۔

چراغ کو اسی جگہ رکھ کر اس نے ملکی سیٹی بجائی۔

”دیکھنا! میکس نے سٹوارٹ سے آواز دبا کر کہا۔ زینہ کی طرف دیکھنا۔“

سٹوارٹ نے جمعی نظروں سے چوٹی زینہ پر نظر ڈالی۔

دو پر کے تختہ پر ایک خم کمر عجزوہ کھڑی ہوئی مگر وہ کے چاروں طرف غور سے دیکھ
ی تھی۔ ہر چند کہ مین سال تھی۔ مگر جوانوں کی پھرتی سے اُترتی آواز فنگ فونے کے پیچھے
رٹے ہو کر چلے اس کی پیٹھ پر چھکی دی۔ پھر انگلی سے باہر کے دروازہ کی طرف اشارہ
رہا۔ چھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور چوٹی زینہ پر چڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

”ٹھیکرو میں دیکھتا ہوں۔“ اس نے بڑھیلے مخاطب ہو کر کہا۔

اس کے بعد دروازہ پھیر کر چلا گیا۔

”عزیز کوئی واقعہ پیش آنے والا ہے۔“ میکس نے کہا۔

فاصلہ پر گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی دی۔

”آہ!“

بوڑھی عورت نے دیوار پر لٹکی ہوئی چٹائی کے پاس جا کر اسے تھوڑا سر کیا۔ پھر اس کے اندر غائب ہو گئی۔

”دیکھا!“ سنوارٹ نے دبی ہوئی پُرجوش آواز سے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے اس کے اندر کچھ بڑا کاسکن ہے۔“

باہر آکر وہ کمرہ کے اس مقام پر گئی جہاں ایک چینی دیوار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے اسے چھوا تو جھپٹ اٹھ کر ساتھ ہو لیا۔ دونو چٹائی کے پیچھے غائب ہو گئے۔

”اگر آپ کو بلایا گیا تو کیا کرنا ہو گا؟“ سنوارٹ نے میکس سے پوچھا۔

”میں اس پردہ کے پاس جلتے ہی چٹائی اکھاڑ کر چینیک دوں گا۔ اور جو آدھی اندر بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے پتوں جہاں کھڑا ہو جاؤں گا۔“ اوہ آپ نے...

چپ چاپ!

بوڑھی عورت پھر آئی۔ اور چاروں طرف مبذور دیکھنے لگی۔ پھر پردہ کو ذرا سا اٹھا

کھڑی ہو گئی۔ وہی چینی باہر نکلا۔ اور اس نے داہنے ہاتھ سے سر چھپاتی اور لبوں کو چھپ

کر عورت کو سلام کیا۔ اس کے بعد زمینہ کی ماہ سے باہر چلا گیا۔

دروازہ کے پیچھے سے دبی ہوئی آواز سنائی دی۔

”فوفی!“

”فوفی!“ اس کے جواب میں آہ فنگ فونے کہا۔

دروازہ جو بازار کی طرف واقع تھا پہلے کھلا پھر بند ہوا۔ بوڑھی عورت نے زینہ پر بٹھ کر اندرونی دروازہ کے پٹ پھیر دیئے۔ پھر چٹائی کے پردہ کے پاس کھڑی ہو گئی۔ ہر طرف سناٹا اور سناٹا۔ دریا میں جہاز آنے سے بہتے ہوئے پانی کی آواز پر شور سنا دیتی تھی۔

”پہلی بھیلی۔ ڈنبر کے جال میں“ میکس نے کہا۔
گھنٹہ بچنے کی آواز پھر آئی۔

بوڑھی عورت نے ایک اونشت کے پاس جا کر ایک گندمی رنگ چمڈواز کو جگایا۔ اور اسے اپنے ساتھ اندرونی کمرہ میں لے گئی۔

ان کے جانے پر میکس نے سٹوارٹ سے کہا ”میرے ان پردوں کو ہٹاتے ہی زور سے دسل کرنا۔ اور زینہ پر چڑھ کر دروازہ کھول دینا۔“

دو نو اس گفتگو میں اتنے منہمک تھے کہ وہ ہلکی چٹک جو ان کے پیچھے ہوئی کسی کے کانوں تک نہیں پہنچی۔ آواز اس بھاری دروازہ کے کھلنے کی تھی۔ جو ان کے پس پشت سے خانوں کی طرف کھلتا تھا۔ بڑی آہستگی سے ایک ایک انچ کر کے دروازہ کھلا۔ اور آہ ننگ نو کا منڈا ہوا سر جس پر بہت لمبی چوٹی ملیبی ہوئی تھی۔ نمودار ہوا۔

میکس اس جاسوسی سے بے خبر برابر سٹوارٹ سے باتیں کئے جاتا تھا۔
”بڑھے چیلے نے مزاحمت کی تو اس سے پنٹ لینا۔ پھر جتنا جلد ممکن ہو پولیس کو داخل

کرنا۔۔۔ اور۔۔۔ یہ کیا!

کمرہ۔ کمرہ تاریک حصہ سے ایک بدست ہندوستانی خلاصی کی آواز آئی۔

مال وزر۔۔۔ مفلسوں کے۔۔۔ پاس کہاں

جیل کے گھونٹ۔۔۔ لے میں۔۔۔ ماس کہاں

”وہی ہندوستانی گارڈ ہے۔“ سٹوارٹ نے کہا۔ ”بکنے دو۔“

آہ فنگ فو کا تر بوز نما سر غائب ہو گیا۔ ایک لمحہ بعد وہی پردہ کھلا اور بوڑھی عورت گندم رنگ مشرقی کو ساتھ لئے باہر نکلی۔ اس نے بھی رخصتی سلام کیا۔ اور دروازہ کھول کر چلا گیا۔

بوڑھی سے مدھم آواز سنائی دے "فہی"
کوئی خاص جواب نہیں ملا۔ مگر گفتگو کی دلی ہوئی آواز آئی۔ دفعتاً وہ آدمی بوڑھی سے واپس ہوا۔ اور بوڑھی عورت سے اتنی ہلکی آواز میں کہ میکس اور سٹوارٹ بھی اس کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ کچھ کہا۔

"آہ! میکس نے گھبرا کر کہا۔" اس واپسی کا کیا مطلب ہو گا؟"
"کیا دوڑ کر پردہ ہٹا دیں؟" سٹوارٹ نے پوچھا۔

"نہیں" میکس نے اس کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ "بھڑو۔ صبر کرو۔ پھر باہر چلا ہے۔ شاید کچھ بھول گیا تھا۔ چلو دوسری مچھلی بھی ڈنبر کے جال میں۔"
گندم رنگ مشرقی زینہ پر چڑھ کر دروازہ سے گدڑا۔ بوڑھی عورت نے پھوڑو وارہ بند کر دیا۔ اس کے بن چٹائی کا پردہ ہٹا کر اندر چلی گئی۔
"میرا خیال صحیح نکلا۔" میکس نے کہا۔

مگر اپنی زندگی میں پہلی بار اس کا خیال غلط تھا!
بوڑھی عورت پھر بھی اور کمرہ سے گدڑ کر بائیں طرف ولے پھنڈو بانوں کے پاس گئی سایہ میں لیٹے ہوئے کسی آدمی سے تھوڑی دیر بھر پھر باتیں کرتی تھیں۔ مگر اس مرتبہ خلاف معمول وہ شخص اس کے ساتھ اندرونی کمرہ میں نہیں گیا۔
سٹوارٹ اور میکس نظر جاکے دیکھتے رہے۔

آہ فنگ فو کا گھٹنا ہوا سر پھر ان کے پیچھے دروازہ میں نمودا ہوا۔ مگر یہ دغا کل۔ لے فرماتے۔

”اب وقت ہے!“ میکس نے یکایک کہا تیر جب پردہ کی طرف جاؤں تو دو دھڑکنے پر چڑھ جانا۔ اور دروازہ کھول کے بیٹی بجانا۔ آواز سنتے ہی ڈنبر آدمیوں سیٹ آہٹے گا۔“
 آہ فنگ فوچپ چاپ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

”پستول ہاتھ میں رکھنا۔“ میکس نے تاکید کی۔ اور اٹھنے سے پہلے دسل دانٹوں میں دبا لینا۔“

آہ فنگ فوچپ چاپ کھول لی۔ اور دو قدم آگے بڑھا۔ اس کا سر کسی بہت لمبی سیل سے جڑے ہوئے کدو سے مشابہ نظر آتا تھا۔
 میں چلا! ”میکس نے یکایک کہا۔

دو نوایک ساتھ آٹھ کو کھڑے ہو گئے۔ اور میکس سیدھا پردہ کی طرف دوڑا۔ پس جا کر اس نے اسے پکڑا اور زور سے جھنجھوڑ کر کھینچ ڈالا۔ پس پشت دسل کی لمبی تیز آواز آئی۔ پھر تھم گئی۔

”آہ ایہ کیا؟“ میکس نے گھبرا کر کہا۔ ایک عجیب طرح کا کلدا دروازہ۔ جو ظاہر میں بچتہ دیوار کا حصہ معلوم ہوتا تھا۔ آہ تنگی اور مضبوطی کے ساتھ اس چوڑے شگاف میں حائل ہونے لگا۔ جس کے باہر لگتا ہوا پٹائی کا پردہ اس نے آتے ہی پوچ ڈالا تھا۔ عمل نہایت مختصر تھا۔ مگر اس عرصہ قلیل میں ہی اس نے دیکھا کہ کمرہ بہت چھوٹا اور بیش قیمت سامان سے آراستہ ہے۔ چاند طرف چینی۔ تخت کے پیرے جن پر اندھوں کی تصویریں مقیس ٹکے ہوئے ایک طرف جہاں سند پر بیش بہا قالین بچھے ہوئے۔ کسی گاڑتیکے لگے ہوئے اور وسط میں چھوٹی میز اور اس کے پاس ایک تخت نما کرسی ایک مرو نقاب پوش اس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا!

وہ اتنا ہی ریچھ پایا تھا کہ دروازہ بند ہو گیا۔ اب اس کے سامنے ٹھوڑا خشت دیوار اور اس کے طاقتور میں ایک رنگ کا چھوٹا گت تھا۔ لب کھٹے۔ آنکھیں ہر اور

چہرہ پر آثارِ اطمینان لئے ہوئے۔

ایک لمحہ تک گیسٹ سیکس تصویر حیرت بنا ہوا اس عجیب ایذا کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد چونکا۔

پس پشت ہلکی مڑھی چھینیں اور اس قسم کی آوازیں جو دم بند ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ سنائی دیتی تھیں۔

باہر گلی سے ڈاکٹر سٹوارٹ کی ناقص سیٹی کے جواب میں افسران پولیس کے تیز وں سنائی دے رہے تھے۔ مگر مکان کے اندر سے کچھ جواب نہ ملتا تھا۔

بانتا یہ تھی کہ ڈاکٹر سٹوارٹ کے اٹھتے ہی آہ فشگ نے جو اسکی لاعلمی میں سمجھے کھڑا ہوا تھا۔ آگے جھبک کر چپک سے اس کا پاؤں پکڑ لیا۔ سٹوارٹ نے دوڑنے کی کوشش کی تو منہ کے بل گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی سیٹی کی آواز بند ہو گئی۔

سٹوارٹ کے گرتے ہی عجیب چینی نے اس پر زانو ٹیک کر لمبی چوٹی اس کی گردن میں پھندے کی طرح کسی شروع کر دی۔ سٹوارٹ نے اس جہلک گردن سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔

سیکس نے بھرا ہوا ہپتول اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی میگل نے جو پیرس سے شریک اجلاس ہونے کو آیا ہوا تھا۔ ریت کا بھرا ہوا اقصیلا اس پر نور سے دے مارا۔ چوٹ سخت تھی۔ اس کے لگتے ہی فرانسیسی جاسوس کٹے ہوئے درخت کی مانند فرش زمین پر گر پڑا۔

باہر دکان میں شیشہ ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

بڑھی عورت ان واقعات کو دیکھتی صورت تصویر چپ چاپ لٹھری تھی۔ اب وہ دیکر آہ فشگ فو کے پاس گئی۔

”کیا اسے مدد دے؟ جان ہی سے مار دو گے؟“ اس نے اچھا اضطراب میں پوچھا

جیل کے ... گھونٹیں ... ماں کہاں
پولیس کے آدمی ایک ایک کر کے سب چنڑو بانوں کو دیکھتے تھے بعض انگوٹھی
یا کرپٹ لینے اور پھر سو جاتے۔

ڈنبر وحشت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتا اور جوش سے منجیاں کستا تھا۔
"سچ میں نہیں آتا۔ ڈاکٹر سٹوارٹ کہاں ہے ... اور بچہ" کہاں بچہ؟
بکا ایک اس کی نظر اس دیوار پر پڑی جو گیلیس میں اس کے سامنے اندرونی کمرہ کے
دروازہ میں عائل ہوئی تھی۔ ٹھوس خشتی دیوار جس کے طاقچے میں زرد دیوتا کی صورت بن کر نکلا
سے ڈنبر کی طرف دیکھتی۔ اور شرارت سے مسکراتی تھی۔

پھر اسی اہمیت والے ڈنبر نے اس پر سر مار ماریٹ کو تھراؤ
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

The author does not need your appreciation
جلد سوم ختم ہوئی

I understand that Mr. T. Ram Das
translated the English novels in Urdu
in such a way that there are very few
translators who can translate so
intelligibly in a simple but sweet
language.

A. Stewart
A.U.C
univ

جلد چہارم

نیش عرت

باب - ۱

طبقة عالیہ

جب سٹارٹ کی آنکھ کھلی تو دیکھا ایک عجیب کرہ میں جس کا سامن مشرقی نفاست اور
سربی ترول کا دلکش اشتراک رکھتا تھا۔ نیشب صوفے پر لیٹا ہوا ہے۔ کرہ کی ہر جنبش
اور غیر معمولی محو۔ وہ بہت دیر تک حیرت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتا رہا
پھر اس شک کو فراموش کرنے کے لئے کہ جو کچھ نظر آتا ہے محض ایک خواب پر دنیا کی
خیالی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ مین بارمنہ پر ماتہ پھیر کر آنکھوں کو ملا۔ مگر نہ مارہ فریضی
نہیں باقی تھا۔ اسے اپنے گلے میں شدت کی تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اور گردن کو
ماتہ لگانے سے معلوم ہوا وہ بھی سوچی ہوئی ہے۔ پھر جب اس کی نظر پاؤں کی طرف
گئی تو دیکھا کسی نے ان کو اوپے کی بیڑیاں ڈال کر چھوٹی ڈبچہ کی روتے فریضی
میں بٹھے ہوئے آہنی حلقہ سے کس دیا ہے۔ اسی لئے ٹخنوں کے مقام پر مدھی نہیں
پیدا ہو رہی تھی۔

گدے دار صوفے پر پدتیوں کی کھاہیں بکھی ہوئی تھیں۔ کرہ کے ہر حصہ کو بونو

دیکھنے کے بعد وہ اٹھا مگر سیدھا بیٹھنے سے سر میں زور کا چکر آنے لگا۔ اس کمزوری کو اس نے بڑی دقت سے دبایا۔ اور چٹھہ کر اس کمرہ کے عجیب و غریب سامان کو جبریت آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

جیسا بیان کیا گیا ہے۔ سامان آرائش بیش قیمت اور نفیس تھا۔ اور کمرہ کے دروازوں پر جالی کے دو سہارے کو اڑانگے ہوئے تھے چھت سے ٹک جو پچینی تختوں کی روشنی اور خوش پیدا کرتی تھی۔ اور روشنی قالین پر جا بجا ریشمی گاؤں کی پڑے تھے۔ رطلہا پر دے بیش بہا غایبچے۔ خوشنما چوبی الماریاں اور مشرقی ساخت کے اسیپے صندریق نما خانے ہر طرف بکثرت تھے۔ اور ان کے اندر بہت سی بڑی اور عجیب قسم کی مجلد کتابیں۔ علی تجربات کا سامان اور متفرق عجائبات رکھے ہوئے تھے۔

ایک سرے پر مغربی ساخت کا گہرا آتش دان تھا جس پر خوش رنگ ٹانلیں لگی ہوئی تھیں۔ اور اندر عجیب وضع کی کیمیائی انگلیکٹی شور پیدا کرتی ہوئی جھل رہی تھی۔ چھوٹی میزوں اور استادوں پر نگدان رکھے ہوئے تھے جن کے اندر کئی طرح کے پھول کھلے ہوئے نظر آتے تھے۔

ایک ٹیبلہ کی الماری میں کپڑے کے مرتبانوں کے اندر سپرٹ ڈاکٹر مرد چھپ چکیاں۔ سانپ اور کچھ اور جانور رکھے ہوئے تھے۔ اور پاس ہی بعض چھوٹے چھوٹے عجیب انوں کے ڈھلپٹے بھی موجود تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک انسانی پیچر رکھا ہوا تھا۔ اور کمرہ کے وسط میں چھوٹی مندر پر عجیب و غریب چینی ساخت کی تخت نما کرسی جس پر چتر شاہی کی مانند ایک سائبان تھا رکھی ہوئی تھی پیتل کا بنا ہوا چھوٹا سا گھنٹہ کرسی کے ایک طرف لٹکا ہوا اور باس دان میز پر کچھ پرانی کتابیں اور سائنس کے آلات جمع تھے۔ میز سے پرے ایک چٹائی پر کس دان۔ غالباً پلاٹینم کا بنا ہوا برتن رکھا تھا۔ اور متفرق کتابیں اس کے آس پاس فرش زمین پر بکھری ہوئی تھیں۔ چاندی کے دیپک میں گرمی انڈیا۔ چو

سنگرم ہی تھی جس کے وجود میں کی تھی لکیر عصمت کی طرف اٹھتی نظر آتی تھی۔

دو روزہ کھلا اور ایک مرد نقاب پوش داخل ہوا۔ سٹوارٹ نے اسے دیکھتے ہی جوش سے مٹھیاں کس میں اسکا سامن نیز ترچلے لگا۔

نونا روئے سیاہی مائل کپڑے کا ایک برفقہ سر سے پاؤں تک سا لپیا پہنا ہوا تھا اور اس کے اندر فقط آنکھوں کے مقام پر دو سوراخ تھے جن کے پیچھے تیز شعلہ بار ہتکیمیں بیشکل کسی انسان کی آنکھوں سے مشابہ نہایت تیز چمک رہی تھیں۔ رنگت زرد۔ چوہ کی آنکھوں سے بنتی ہوئی اور اس قلال کی طاقت اڑھسے کی آنکھوں سے مشابہ تھی۔ ان کی تیز تجسس نظر آدمی کے جسم کو برہاتی ہوئی روح تک پہنچتی تھی۔ اور ان کے اثر چالو کا بہت دیر مقابلہ کرنا غیر ممکن تھا۔

اس لباس اور ان آنکھوں کو دیکھ کر سٹوارٹ سمجھ گیا کہ نونا رو فوجی کے سوا کوئی اور نہ ہوگا۔

انے نے اس نے کمرہ میں داخل ہو کر دروازہ احتیاط سے بند کیا۔ پھر انداز وقار سے جلتا یئر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ سٹوارٹ کی مٹھیاں جوش تشنج سے کس گئیں۔ ان خوشام آکھوں کی ناقابل برداشت نظریں سینہ میں نفرت و خوف کا وہ احساس پیدا کر دیا جو اس نے کبھی کسی انسان کی طرف سے محسوس نہ کیا تھا۔ وہ احساس جو نسبتاً یا کچھ کے قریب پیدا ہوتا ہے۔

فوجی میز کے پاس بیٹھ گیا۔

جھلکتی ہوئی آنکھیں کسی آواز کے سوا کمرہ میں ہر طرف خاموشی تھی۔ باہر کی دنیا کی کوئی آواز کمرہ کے سکوت عظیم میں عائل نہ ہوتی تھی۔ سٹوارٹ کے پاس چونکہ اس بات کا اندازہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ کہ میں کتنی مدت بے ہوش رہا۔ اس سے یہ جی معلوم نہ تھا کہ آہ فنگ فو کے چند خانہ کے واقعات کب پیش آئے۔ کیا صرف چند گھنٹے

بیشتر زبان کو کھڑے میں آئے دنوں اور ہفتوں گزر چکے تھے۔

فہمی نے مینر کے ایک لڑکے ٹیوب لی۔ اس میں کسی بے رنگ سیال کے چند قطرے تھے جن کا اس نے لپ کی روشنی میں غور سے مشاہدہ کیا۔ پھر ان بوندوں کو ایک لمبی گدن کی زد و بول میں ڈال دیا۔ اس کے بعد سٹوارٹ پر نظر ڈالے بغیر کہنے لگا کہ اس کا ہجسم چال کی مانند انداز و قارے ہوئے تھا۔ انگریزی نہایت صحیح اور ہر نقطہ جو اس کی زبان سے ادا ہوتا صاف واضح اور چھاپہ تھا۔ آواز بہت تیز اور سخت۔ اور جب کبھی اس کے الفاظ اپنے اند کوئی خاص ہیئت رکھتے ہوں تو وہ ان کو چندینوں کے مخصوص ملحقہ لہجہ میں ادا کرتا تھا۔ صورت تو خیر چھپی ہوئی تھی۔ مگر اس کی گفتگو سے صاف ظاہر تھا کہ بڑا ذہین و دراندیش اور صاحب شک و دوجی ہے۔

”ڈاکٹر سٹوارٹ“ اس نے کہا۔ ”آپ کے کل سات کے حملہ لاکام میں شریک ہونے کا مجھے عجیب اندیش ہے۔“

سٹوارٹ نے چونک گیا۔ معلوم ہوا اس کی یہ ہوشی تو کسی گھنٹے گزر چکی تھی۔

”کچھ عرصہ پیشتر“ فہمی نے اسی بے جوش آواز میں تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا

”میں نے محض آپ کی طبی قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو اپنی راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر خوشی کی بات ہے۔ اس کو سشش میں ناکامی ہوئی۔ میں ناتواں طبیعہ فیصلہ کی غلطی تھی۔ آپ کا اس موقع پر زندہ رہ جانا خود میرے حق میں مفید تھا۔ قابل آدمیوں کی زندگی ان کی موت سے بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔ میں آپ سے اپنے فاضل پیش رو کی دینے خیرہ نگاہ میں کام لیتا چاہتا ہوں۔“

”سمجھتی ہیں“ سٹوارٹ نے پرجوش لہجہ میں جواب دیا۔ مگر اس جوش کا اس کے پراسرار ماقاتی پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

اس نے لاپرواہی اتنی مکمل تھی کہ دیکھ کر ہیبت ہوتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا

یہ آدمی ہر طرح کی انسانی کمزوریوں سے بالاتر ہے۔

”آپ کا مقصد قدرتی ہے“ اس نے پرسکون لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ آپ ان اپنے مقاصد کے بے خبر میں جن کے لئے ہم بگ کام کر رہے ہیں۔ مگر کچھ ہو آپ سے اس ذہنی بیداری میں یقیناً مدد ملی جائے گی۔ جو زمانہ آئینہ کی واحد قوت ثابت ہوئی ہے۔ قابل تعلیم آہ ننگ فونے جب آپ کی نگہداری دیکھ کر اپنی چوٹی آپ کی گردن میں لپیٹی تھی۔ اس وقت سے لے کر اس کمرہ میں آنکھیں کھولنے تک دریا کی عرصہ کے واقعات کا نااہل آپ کو کچھ علم نہیں۔ مگر میں آپ کی واقفیت کے لئے بیان کرتا ہوں کہ آپ کو بیہوش ہوئے چوبیس گھنٹے پہلے تھے۔“

”میں نہیں مانتا“ سٹوارٹ نے چونک کر کہا۔ اور اسے خود اپنی آواز عجیب اور خلاف حقیقت معلوم ہوئی۔ ”اگر میں اس سے پہلے بیہوش میں نہ آتا۔ تو شاید بیہوشی میں ہی ہلاک ہو جاتا۔ چوبیس گھنٹے کی طویل بے حرکتی کے بعد انسان کا زندہ رہنا عملی طور پر ناممکن ہے۔“

یہ کہتے ہوئے اس کا ہاتھ بے اختیار سوجی ہوئی گردن کی طرف اٹھا۔
 فوہی ایک چینی خروں میں لکھی ہوئی کتاب سامنے رکھ اس کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا
 ”کچھ ہے مگر آپ کی بیہوشی کو انجکشن کے ذریعہ نقصاً طول دیا گیا تھا۔ ورنہ جیسا آپ کا خیال
 ہے۔ وہ بیہوشی موت ہی کی مترادف ہوتی۔۔۔ ہاں پر آپ کا بیباک ساتھی آپ سے
 کم خوش نصیب رہا۔“

”کیا۔ مریگا“ سٹوارٹ نے چونک کر پوچھا۔ پھر غیر معمولی جوش کی حالت میں کہنے لگا
 ”اوشیطان۔ اوشیطان۔ اوشیطان۔“ لیکن اس کے آگے نہ کہہ سکا۔ و فوراً بات سے
 زبان بند ہو گئی۔ وہ دو نامتھوں سے چیتے کی کھال کو بزور کمرے ہوئے ۵۰ پڑا۔ مریضی
 کی فضا۔ بوش صورت کو دیوانوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔

مگر فہمی پر اس کے غصہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اسی پر سکون لہجہ میں بولا۔
 ”خوش نصیبی سے میرے آدمی ایک کے سوا سب بچ کر بچ گئے تھے۔ اس ایک
 بد نصیب کی گرفتاری پر مجھے پولیس کے جوانوں نے دروازہ سے نہ نکلتے ہی گرفتار کر لیا تھا۔
 جو شور و شر پیدا ہوا۔ اس سے فوراً معلوم ہو گیا تھا کہ آپ اس مکان کے اندر موجود
 ہیں۔ بہر حال باقی آدمی سب بہ حفاظت رخصت ہو گئے۔ میں خود بھی روانہ ہونے کی
 فکر میں ہوں۔ صرف بعض ضروری کاموں کی وجہ سے ٹھہر گیا تھا۔ دیکھ لیجئے میں کوئی
 بات چھپا کر نہیں رکھتا۔“

”کیا اس لئے کہ مجھے مار کر ہمیشہ کو چپ کر دینا چاہتے ہو؟“
 ”انگلستان میں رہ کر موت یا جین میں رہ کر زندگی ان کے سوا آپ کے لئے
 تیسری کوئی صورت ممکن نہیں۔“

”اور اپنے متعلق تم کو یقین ہے کہ محفوظ روانہ ہو جاؤ گے؟ کیا زندگی کے سوا
 تمہارے لئے کوئی صورت ہے؟“ سٹوارٹ نے گلوگیر لہجہ میں پوچھا۔

”میرے لئے! زندگی کے سوا... کیا آپ کی صورت بتا سکتے ہیں؟“
 ”بھانسی! سٹوارٹ نے پر عجز لہجہ میں کہا۔ ”تمہارے اور ان ناپاک سہیتوں
 کے لئے جو تمہاری پیروی کرتی ہیں۔“

فہمی نے جواب دینے کی پروا نہ کرتے ہوئے اطمینان کے ساتھ گیس کی گنگھی
 روشن کی۔ پھر کہا: ”تمہاری جگہ یہ خبریں جا کے لئے نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کے سوا میرے
 آدمی انگلستان سے رخصت ہو گئے ہیں۔“

وہ کے سوا! سٹوارٹ کا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا ممکن
 دو میں شامل ہے یا نہیں؟

بشکل غصہ ضبط کر کے اس نے لہجہ سکون میں گفتگو کی کوشش کی۔ ”دیکھنا۔“

تھا میں اس مرد شیطان سیرت کے ہاتھ میں سسر سبے بس ہوں۔ اور تو میرا زندہ بچا کر جانا محال ہے۔ بالفرض کسی طرح بچ کر چلا گیا۔ تو سب کے بغیر جینا بے کام ہوگا۔

”مگر تم اس نے آخر کار کہا۔ تم بہر حال لندن میں ہو۔“

”ڈاکٹر سٹوارٹ“ فوہی نے جواب دیا۔ ایسے موقعوں پر میں اپنے آپ کو سبک دیتا

محفوظ سمجھتا ہوں میرے لئے کسی طرح کا خطرہ نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگا۔ اس شہر کا خوشنما دریا ٹیمز میری آمد و رفت کے لئے ہر وقت کھلا ہے کبھی ان لوگوں نے جو اس سرکان کے آس پاس رہتے ہیں مجھے یا میرے ساتھیوں کو خوشی کی راہ سے یہاں آتے نہیں دیکھا۔ اس نے ایک خالی ٹسٹ ٹیوب ہاتھ میں لی۔ پھر فقرہ ختم کرتے ہوئے کہا: ”نہ کبھی مجھ کو یہاں سے رخصت ہوتے دیکھیں گے۔“

سٹوارٹ کا دل بے طرہ گھبرانے لگا۔ مشکل ضبط قائم رکھ کر اس نے کہا۔

”تمہارا فرار اسی صورت میں ممکن ہے کہ کوئی جہاز تمہارے انتظار میں تیار رکھنا ہو۔ مگر کیا تم ایک لمحہ کے لئے خیال کر سکتے ہو کہ اگر تم نے مجھے اپنی حراست میں چین لے جانے کی کوشش کی۔ تو برطانیہ کے خلیجی جہاز تمہیں پکڑ کر کالے جالے دیں گے؟“

فوہی اب تک اس بہت بڑی کتاب کو جس پر زرد رنگ کے پتے چسپائی کر رہا تھا۔ دیکھ رہا تھا۔ اسی حالت میں اس نے سٹوارٹ کی طرف منہ کر کے بغیر جواب دیا۔

”گرینڈ ڈیوک آئیون کی موت کا واقعہ آپ کو یاد ہے؟ ضرور ہوگا۔ اور دان پرورد کا نام بھی شاید آپ نہ بھولے ہوں گے۔ یہ لوگ اب کہاں ہیں؟ تمہارے مکتات اینڈ یارڈ والوں نے سرزنیک نارکوم کی موت کے بارے میں اپنے شکوک مثالیے یا نہیں؟ اور ایرک بن کی موت کے قدرتی ہونے میں بھی آپ کسی کو شک و شبہ نہیں ہے۔ میں آپ کو اپنی مغزین کی صحبت میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم پاگل ہو! آخر کس لئے مجھے مار کر ان لوگوں میں شامل کرنا چاہتے ہو؟“

وہ دم۔ دک کر فوس کے چاب کا انتظار کرنے لگا۔

عنفرب وہ راز سل ہوا چاہتا تھا جس کی دریافت کے لئے بد نصیب ٹیکسٹن میکس نے جان دیدی۔

فوس نے ایک لمحہ تامل کیا۔ اور اس ایک لمحہ کے عرصہ میں ڈاکٹر سٹوارٹ نے افسوس کے ساتھ محسوس کیا کہ میں نے اس راز کو بعد از وقت معلوم کیا ہے۔ اس کے بعد فوس بولا۔

”آپ کا گمان غلط ہے میں آپ کو مردوں کی فہرست میں نہیں زندوں کی فہرست میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ گرینڈ ڈیوک آئیون درجہ اول کے سپہ سالار تھے۔ اور اگر کچھ عرصہ اور یورپ میں رہتے تو اپنے ملک کی حد بندی درست کرنے میں بہت مدد دیتے اسی طرح وان سمبولڈ معدنی انجنیری میں۔ ہنریک ایرکسن برقیات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ سرفرنیک مارکوم فن جراحی میں بنیغیر تھے میں جانتا ہوں جس طرح وہ لوگ اپنے اپنے فن کے مالک سمجھے گئے ہیں۔ اسی طرح نہروں پر آپ کی معلومات مستند خیال کی جاتی ہے۔ لہذا میری خواہش ہے کہ آپ کو چین۔ لے جا کر ان کی صحبت میں شریک کروں۔“

”ہاں میں!“

”مارکوم چین میں۔ جہاں لائنہ نامہ ان علم شب و روز ہمارے تحریک کی ترقی میں مدد دے سکتے ہیں۔ افسوس ہے۔ آپ اس تحریک کا منشا اب تک نہیں سمجھ سکتے۔ ہم لوگ فقط موجودہ انتظامات کو دیکھ رہے ہیں۔ چاہتے۔ گو مجھے اس سے انکار نہیں۔ اگر کوئی رکاوٹ ہمارے راہ میں حال ہوئی۔ تو میں نے یا میرے پیروں نے اسے رفع کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ بہر حال ہمارا پروگرام محض انہدامی نہیں تعمیراتی بھی ہے۔ خیال کیجئے دنیا کی کونسی طاقت یا طاقتوں کا کون سا مجموعہ اس تحریک کا مزاحم ہو سکتا

ہے جس کی امداد و اعانت کیلئے دنیا کے بہترین دماغ کام کرتے ہوں؟ وہ طبقہ عالیہ جس کا میں ایک بے چیز فرد ہوں۔ واقعہ میں اس تحریک کا حامی ہے۔

”اطمینان رکھو۔ بہت جلد اسے کچل دیا جائے گا۔“

مگر فوہی نے اس فقرہ کو ان سنا کر کے اس طرح بیان جاری رکھا۔

”دان دہولڈ جو چین کے صوبہ ہونان کی معدنیات سے غیر معمولی مقدار میں ریڈیم تیار کرنے میں مشغول ہے۔ سادہ کفن بہن کرواں گیا تھا۔ گو اس سفر کے لئے ایک نہایت خوشنامہ مصری تابوت سوئسی کی دکان سے خرید کر استعمال کیا گیا تھا۔“

وہ کھڑا ہو گیا۔ اور چلتی ہوئی انگیٹھی کے پاس جا کر جس کا شور کمرہ میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ کوئی نامعلوم تجربہ کرنے لگا۔ اس کے بعد اسی حالت میں کھڑے کھڑے کہا۔

”مگر آپ کی سواہی اس کے مقابلہ میں بہت سادہ ہو گی۔ غالباً ایک معمولی چوبی عنصر ذوق تابوت کا کام دے جائیگا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اس عالم جیہ کے رفیع الشان دماغ نے جو مجھ سے پہلے اس تحریک کا منتظم تھا۔ اور جس نے طبقہ عالیہ کی ترقی کے لئے لائنہا کوششیں کیں۔ وہ طریقہ ایجاد کیا تھا جس کی مدد سے آدمی کو عارضی طور پر مردہ بنا کر۔ پھر زندہ کیا جاسکتا ہے۔“

”اٹ میرے خدا! سٹوڈنٹ نے جس کی آنکھوں سے ان لفظوں نے پردہ ہٹا دیا تھا۔ چونک کر کہا۔“

”آپ کے معاملہ میں محض اس تجربہ کی وجہ سے دیہہ پر ہی ہے۔“ فوہی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اس کی تکمیل پر آپ کو بھی چین کی رہداری مل جائے گی۔“

ایک چوہنی لسی کٹھالی ہاتھ میں لے کر وہ پھر میز کے پاس آ گیا

ٹارٹ کا مضبوط جواب دیتا جا رہا تھا۔ جنوں کی وحشت دماغ پہ طاری ہو

ہی تھی۔ بڑی کوشش کو کام لے کر کہا۔

”تم مجھے بے بس سمجھ کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ ورنہ کیسے مانا جاسکتا ہے۔ کہ یہ لوگ چین میں زندہ اور صحیح سلامت موجود ہیں۔ ہوتے بھی تو مر جاتے۔ مگر میری طرح تہداری اس ناپاک تحریک میں حصہ لینے کو آمادہ نہ ہوتے۔“

فونہی نے وہ چیز جو کھٹالی میں لٹکی ہوئی تھی۔ پلائیم کے بنے ہوئے چھلے پینڈے کے کھوڑے میں ڈال دی۔ پھر بولا۔

”ڈاکٹر سٹوارٹ مشرق میں ہم لوگ وہ طے جلتے ہیں جن سے ہر آدمی کو کام پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ خود میں نے اس مصلوب کے لئے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں جن کی انتہائی صورت وہ ہے۔ جسے ہزار چیٹیوں کی دعوت کہا جاتا ہے۔ اس کے لئے ملک افریقہ کی بڑی چوٹیاں۔ شہد کا ذرا سا برتن اور ایک تیز تیغی اس تین چیزیں دے گا ہوتی ہیں جس کے کھوڑے دیر بعد آدمی کا وہ انجام ہوتا ہے جس کا اندازہ آپ اس انسانی پنجر کو دیکھ کر کر سکتے ہیں یہ ہیرے ایک حبشی کارکن کی ہڈیاں ہیں جس کی موت حال میں واقع ہوئی تھی۔ آپ جبران ہوں گے۔ کہ تازہ مرے ہوئے آدمی کا اتنا صاف پنجر اس قدر جلد کیسے حاصل کر لیا؟ میں عرض کرتا ہوں۔ میری ٹی ہئی بیڈنٹیں نے جن کے تین بچس اس کمرہ کے نیچے خانہ میں رکھے ہیں۔ ۶۹ منٹ کے عرصہ میں یہ کام کر دیا تھا۔“

سٹوارٹ نے اپنے بندھے ہوئے پاؤں کی طرف وحشت آمیز نظروں سے دیکھا
”میرے خدا! اس نے کرہتے ہوئے کہا۔ کیا وہ حالات جو آج تک میں نے
میں مروجیت کی نسبت سے اصلیت کے مقابلہ میں اتنے ہی سچے تھے؟ تم ضرور کوئی
ریڈ شیڈل یا باگل خانہ سے چھٹے ہوئے دیوانے ہو۔“

”ڈاکٹر سٹوارٹ“ فونہی نے اس پر نرم لہجہ میں کہا۔ ”یقین فرماتے۔ ایک بار طبقہ“

کی رکنیت حاصل کرنے کے بعد جب آپ میں پہنچ گئے۔ تو بے تامل کام شروع کر دیجئے گا
ہمارے آدمیوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ جو شوقِ تن دہی سے کام نہ کرتا ہو۔
”خدا کے لئے بک بک چھوڑو“ سٹوارٹ نے اکتا کر کہا۔ ”میں بہت سنا نہیں
چاہتا۔“

مگر فوہی کی تقریر اسی تیز آوازیں جاری تھی۔

”میں سمجھتا ہوں آپ اس تحریک کی صحیح اہمیت ذہن نشین کرنے سے معذور ہیں
آپ سوچے ہوں گے کہ جب عظیم الشان قویں۔ سامن کی بہترین ایجادوں سے مدد لے کر
میدانِ جنگ میں مہینوں کیا۔ برسوں دست و گریبان ہونے کے بعد مسئلہ امن کا فیصلہ
نہ کر سکیں۔ تو مٹھی بھر شرقی فلیسوف اس بارہ میں کیا کر سکیں گے؟ مگر آپ کی رائے
غلط ہے۔ ہماری تحریک کی فوقیت کا زبردست پہلو یہ ہے کہ دنیا بھر کے منتخب دانشور
ہماری امداد اور اتنا عظیم سرمایہ ہماری تعزیت کے لئے موجود ہے جس سے اقوامِ عالم
کے قرضے آسانی سے باقی کئے جاسکتے ہیں۔ روپیہ کی مشرق میں نہ پہلے گئی تھی۔ نہ آئندہ
ہوگی۔ رہا دماغی قابلیت کا سوال۔ تو اس کی تصدیق ان اکابرِ یورپ کی قریب کھودنے
سے ہو سکتی ہے جنہوں نے گذشتہ دو سال کے عرصہ میں انتقال کیا ہے۔ آپ نہیں
کھودیں تو خالی پائیں گے؟“

”میں سن چکا۔ بہت سن چکا۔“ سٹوارٹ نے پریشان ہو کر کہا۔ ”تم چاہے مجھے
بیہوش کر دو۔ چاہے مار دو۔ مگر خدا کے لئے ان باقوں سے میرا دماغ پراگندہ نہ کرو۔“
”تیرے کارکن دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔“ فوہی نے بیان جاری رکھتے
ہوئے کہا۔ ”ہوٹل کے پرچوم ہال میں۔ تھیٹر کے بکس یا جلسہِ قصص میں حتیٰ کہ مکانوں
کے اندر بھی جہاں موقعہ ہو۔ میں ان لوگوں کے بدن میں جن پر میری نظر انتخاب ہو۔
اس قسم کی پوری سو فی کی نوک سے ہلکی خراش پیدا کر دیتا ہوں۔“

اس نے ایک چوٹی انجکشن کی سوئی اٹھ میں لے کر دکھائی۔

”ایک قسم کا عرق جسے میں اس وقت تیار کر رہا ہوں۔ اور جس کی ایجاد کا سہرا اس عالم جمید... میرے پیٹروں کے سر پر ہے گا۔ اس کے ذریعہ بدن میں داخل ہو کر موت کے سائے آثار پیدا کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس عمل سے حقیقتاً موت واقع نہیں ہوتی۔ فقط قوت کا تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر علامات اتنی مل جاتی ہیں کہ یورپ یا امریکہ کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر طبیب بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ موت واقع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد جب ان لوگوں کی لاشیں دفن کر دی گئیں۔ تو میرے چھ آدمی جو مردے اکھاڑنے کے فن میں خالق ہیں۔ قبریں کھود کر لاشیں اکھاڑ لائے۔ بد قسمتی سے ایک کی لاش اس کے رشتہ داروں نے جلادی تھی۔ جس سے میری جماعت کو سخت نقصان پہنچا۔ مگر باقی سب آدمی صد درخام چین میں کام کرتے ہیں۔ اور ان کی دن رات یہ کوشش ہے کہ جنگوں سے اکتائی ہوئی دنیا کو ایک مشرقی شہنشاہ کے زیر حکومت لاکر اسن حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے۔“

”بس! بس! رہنے دو“ سٹوارٹ نے نفرت سے کہا۔ ”یہی جنگوں سے اکتائی ہوئی دنیا کی بھان ہو کر تمہاری ناپاک تحریک کا مقابلہ کرے گی۔“

”ہو سکتا ہے کچھ نادان لوگ ایسا کریں۔“ فوہی نے جواب دیا۔ ”مگر ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ مار دے۔ جسے سائنسدان ہنزیک ایکس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ اس سے ہم نے حفاظتی اسلحہ کی تیاری میں کافی مدد ملی ہے۔“

اس نے اپنا لباس نہ دنا تھا ایک آلہ کی طرف بڑھایا اور کہا۔

”میں نے اپنی بھول سے آپ کو اس آلہ کی مدد سے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

لیکن شکر ہے کامیاب نہ ہوا۔ وہ واقعہ غالباً آپ کو یاد ہو گا۔ یہ ایک سن کی شعاع تحلیلی کوارٹر ہے۔ اصل آلہ ساڑھے سات میل کا دائرہ اثر رکھتا اور اس قدر

نفاصلہ سے آسانی ہلاکت پیدا کر سکتا ہے۔ اس آلہ کو اگر ہوائی جہاز پر رکھ کر اس جہاز کو سیز سے بندر جمہد تک لے جائیں۔ تو نہر میں جتنے جہاز ہیں ان سب کو بھسم کر کے علاوہ دونوں کناروں کے قلعوں میں مبتلا بارود جمع ہے۔ وہ اس کو بھی تباہ کر دے گا میں چونکہ آج رات انگلستان سے جارہا ہوں۔ اس لئے کئی اور قیمتی چیزیں کی طرح اس ایجاد کو بھی ضائع کرنا پڑتا ہے ؟

اس نے آلہ مذکور کو اندازہ وقار سے اٹھایا۔ اور دو ایوارڈز کے ہاؤن میں رکھ دیا۔ سٹوارٹ جیرن وشنڈہ اس عجیب عمل کو دیکھ رہا تھا۔ فوہی نے المدی سے ایک بوتل نکالی اور عرق کی قسم سے کوئی چیز جو اس کے اندر بھری ہوئی تھی۔ ڈال دی کرہ کی خوفناک خاموشی میں اس قسم کا شور۔ جیسا چونا بجھانے سے ہوتا ہے۔ پیدا ہوا۔ اس کے بعد ہونیں کا نہایت کٹین بادل اٹھا۔

”دیکھئے مٹ گیا۔“ رونقاپ پوش نے کہا۔ ”یہ دو اجیرری اپنی ایجاد ہے۔ ایک خاص سٹی کے سوا دنیا کی ہر جگہ اس طرح گلا دیتی ہے۔ جیسے شورے کا تیزاب کا غذا کو غور کیجئے۔ چوروں کے ہاتھ میں یہ چیز کتنی مفید ثابت ہوتی۔“

”مگر ایک قاتل کے ہاتھ میں بھی کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔“ سٹوارٹ نے طنز

سے کہا۔

”قاتل! میں؟ ہرگز نہیں“ فوہی نے وقار سے جواب دیا۔ ”ڈاکٹر سٹوارٹ ہیں ان ادنیٰ طریقوں کا بالطبع قائل نہیں ہوں۔ گو کبھی کبھی ضرورت کے سامنے مجبوراً جھجک جانا پڑتا ہے۔ آپ کو جب طبقہ عالیہ کے سامنے سلحہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو معاہدہ کیجئے گا کہ ہلکے یہاں ہر کام علمی رلیف کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے مجھے افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ اندر تجسس دوست ایچ۔ جی۔ بیڈن میکس کی شاہدہ رزوسی سے تنگ آکر میں انگلستان میں اپنا کام مکمل کے بغیر رخصت ہونے پر مجبور ہوا۔“

”خدا کرے تم کبھی اس ملک سے رخصت نہ ہو۔ سوڑاٹ نے کہا۔

فوجی نے چوڑے پیمڈے کے گھوڑے میں ڈالے ہوئے عرق میں ایک شوخ سبز رنگ کی مایع چیز شامل کی۔ اور اس مرکب کو ایک سٹٹیب میں داخل کر کے اسے گیس کی اینگیمٹی پر رکھا۔ جب یہ محلول ابل کر بے رنگ ہو گیا۔ تو اسے عرق کھینچنے کی آتشیشی لٹالما جس کے سرے پر بخارات منجمد کرنے کا سامان تھا۔ اس کے بعد کھڑا ہو گیا۔

جہاں ڈاکٹر سوڑاٹ بیٹھا تھا۔ اس کے نزدیک میز پر شیشہ کا مرتبان رکھا ہوا تھا اس کے پاس جا کر فوجی نے اسے ایک ہاتھ سے حرکت دی۔ مرتبان میں بظاہر مٹی اور بت کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر فوجی کے حرکت دینے سے سیاہ رنگ کے حشرات الارض مٹی سے نکل کر مرتبان کے اندر چلنے لگے۔

ان کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا۔ ”یہ ہندوستان کے مشہور پہاڑی بھجپو ہیں۔ لے رنگ کے وہ خوفناک حیوان جن کا زہر سانپ کے زہر سے کم تیز نہیں ہوتا۔ اس ہر کی بنا پر ہی وہ دو تیار کی گئی ہے جس کی مدد سے موت کے آنا پیدا کرنے کے بد انسان کو دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے بکچھو کو ہم نے اپنی جماعت کا نشان لیا ہے۔“

اس نے ایک لمبی نازک شیشی ہاتھ میں لی۔

”یہ عرق بھی جو چین کے دلائی لاما کے زہر سے تیار کیا جاتا ہے۔ کچھ کم کارآمد نہیں ہے۔ اس سے استاد پر سکھ ہوئے گلدان میں جو تین کھلے اور دو بن پھول ہیں۔ یہ صرف ملک برہما کے بعض جنگلوں میں شادوؤں اور پائے جلتے ہیں۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ پھول ۸۰ سال کے بعد اگتا ہے۔ اس کی انومیوں میں پھر بھی بیان کر دیا جا رہا ہے کہ یہ پھول کے کھل جانے پر انچوں پھولوں سے چند ہونے سے تیل کی طرح کی جڑیں جس سے خواص اکثر ظاہر کئے جاتے ہیں تو دنیا کی تمام متمدن قومیں

ان چند قطروں کے عوض اپنا خزانہ پیش کرنے کو تیار ہو جائیں۔ سر دست میں اس نگہدان کو اپنے ساتھ لے گیا جہاں تک...

ابھی تم انگلستان میں ہو، اسٹورٹ نے گلوگیر جمع میں کہا: ”اور خدا نے چاہا۔ تو اس کی حد سے زندہ باہر نہ جاؤ گے۔ تمہارا اور ان تمام شیطانی منصوبوں کا خاتمہ تختہ دار پر ہو گا۔“

”نہیں ڈاکٹر اسٹورٹ“ فوہی نے اطمینان سے جواب دیا۔ پھر اس کی تختہ چھو دیں۔ یہ لے نہیں ہے۔ اس نئی ذخیرہ نہ نہیں آگئی کہ جان بے بند کے اس وحیانہ طریقہ کی موجودگی۔ ایک ایسا اور شہ دست ہے جیسے پہاڑ والوں کو جلد دور کرنا چاہئے۔ ہریک نے تختہ برقی کے استعمال کے پھر برقی ضرورت کی۔ مگر اسلی سبب کہ وہ بھی نہ پہنچے۔ دیکھتے دو کرسی جو آپ کو نظر آتی ہے۔ اس میں کرسی کے ایک منہواں گیلیاں نے ایرکس کی شعلہ تخلیلی کا اصول اس خوبی سے داخل کیا ہے کہ فاکت کی تمام ایجادیں اس کے آگے سرج ہیں۔ کرسی کے پاس چھوٹا انگلہ جو آپ کو نظر آتا ہے۔ یہ کوئی کو فنا کی سرن سے گذارنے میں ہر تھوڑے دیر سے۔ فرض کیجئے آپ اس کرسی پر بیٹھیں اور میں آپ کی مہتی بیکار ہو کر اس کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔ پس ایک بار اس گھنٹہ کو بھانا کافی ہے۔ اس کی آواز ابھی ہمارے رشتہ کی ہوگی۔ کو آپ اسٹورٹ کی بدحواسی کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس کا نام دیو نادول کا گھنٹہ ہے۔ (ماتھے ایسی موت شادمانہ بن جائیں؟)

دوبارہ سیر کے پاس جا کر اس نے آگے نشیمن سے بے رنگ و قی کے چند قمرے نکالے۔ اور انہیں کھٹے لہجہ سے ڈال دیا۔ پھر اس ڈالی کو لے کے پاس کے جا کر اس کا بغور موازنہ کیا۔ اچھی طرح دیکھنے کے بعد اس نے دوبارہ اس ڈالی کو عجیب وضع کی نذر بوتلی میں ڈالا۔ اور اس سے بھلا کا خاکہ پیدا ہوا۔

”شاید آپ کو معلوم نہیں“ اس نے پھر ایک بار تفریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وہ کھڑکی ایک بالکونی کی طرف کھلتی ہے جس پر عشق پیچے کی سیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کے سامنے خاندان یوڈر کی وکٹس یادگار ہیمنگ کورٹ واقع ہے۔ جگہ محفوظ تھی مگر آپ کے دوست ایم ٹیٹن میکس آنجانی کی سعی و تحقیق سے مجھ کو احتمال ہے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کے آدمی بہت جلد اس کا پتہ لگالیں گے۔ اور گو مسکان کی ظاہری صورت سے کمبزن کا حال نہیں جانا جاسکتا۔ نہ میرے زمانہ قیام میں کوئی بات ایسی پیش آئی ہے جسے قابل اعتراض سمجھا جائے۔ تاہم ...“

”نمودی شیطان۔ تو نہیں جانتا کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کے آدمی اب بھی اس مکان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔“ سٹوارٹ نے جوش سے کہا۔

”تمیرا ایک آدمی دروازہ کے اندر پہرہ دیتا ہے۔“ فوجی نے جواب دیا اور اگر کوئی بیوقوف دروازہ چھوڑ کر کسی اور راہ یعنی ساحل دریا سے یا دیوار بچھا کر آنے کی کوشش کرے۔ تو سچی کی گھنٹیاں جو اس کمرہ میں لگی ہوئی ہیں فوراً بجنے لگیں گی۔ اس آواز کے آتے ہی میں جو حفاظت یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا کیونکہ مسکان کا ایک خلیہ دروازہ ساحل دریا کے پاس کھلتا ہے۔ یہاں ایک کھادڑی ہیں تیز رفتار موٹر کشتی میرے انتظام میں کھڑی ہے۔“

اس نے ایک تقریباً سٹرکوزر بوتل کے منہ میں داخل کر کے۔ بوتل کو اٹھارہ بیس زکھ دیا۔ پھر اپنی نوٹس آگ انگوٹوں کی ناقابل برداشت نظر کو اس بد نصیب کی طرف پھیر جو بے بسی کے عالم میں نشیب صوفے پر بیٹھا تھا۔ جس کے رات شدت جوش سے بچے ہوئے اور انگوٹیں مریض تپ کی مانند سرخ تھیں۔

”ڈائٹر سٹوارٹ“ فوجی نے اس سے کہا۔ انگلستان میں آپ کی زندگی دس منٹے اور سچے دور کے عرصہ میں اس عرق کی حرارت ۹۹ درجہ پر آجائے گی جس کے

بد میں لے پونی سوئی کی مدد سے آپ کے بدن میں داخل کروں گا۔ دوسرا جہنم چین کے
صوبہ کیا نگسویں ہو گا۔۔۔"

وہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازہ کی طرف گیا جس کی راہ سے داخل ہوا تھا۔ اور اسے
کھول کر باہر چلا گیا۔

باب ۲۔

محبت کا ایثار

دروازہ بند ہونے پر کہہ دیں وہی خاموشی چھا گئی۔ فقط انگلیٹی کی سنسناتی ہوئی آواز اس کو
قطع کرتی سالی دیتی تھی۔ ایک طرف دیپک میں لوبان جل رہا تھا۔ اور سٹوارٹ جس کے
پاؤں فرش زمین کے آہنی محقق سے بندھے ہوئے تھے۔ حالت یاس میں دونوں ہاتھ گھٹنوں
میں دے صوفے پر بیٹھا تھا۔

اب بھی اس کو یقین نہ آتا تھا کہ میں ایک مرد سفاک۔ ایک مجسم نشیان کے
قابو میں۔ برب گور بیٹھا ہوں۔ عقل باور نہ کرتی تھی کہ وہی نام کا کوئی لہو می۔ دنیا
کے سب سے مشہور اور تمدن شہر میں اس طرح کی خوفناک کارروائیاں کر رہا ہے۔ انگلیٹی کی
آواز یا حرکت بدن کے ساتھ زنجیروں کی جھنجھٹا ہٹ کے سوا کمرہ میں اہم مصر کے
حجرہ شاہی کا سکوت طاری تھا۔

اس کی نگاہ بے اختیار زردیشی کی طرف گئی۔ اور منہ سے کہتے ہوئے
نکلے۔

"اٹ۔ خداوند!"

وہی سے گفتگو کے دوران میں اس نے غیر معمولی ضبط۔ یہ تھا۔ مگر

اب خوف - انتہائی خوف کا احساس دل پر طاری ہونے لگا۔ دیدار کی اپنا خوفناک استہزائی
 ہانپنے اس کی طرف پھیلا رہی تھی۔ اور وہ اس مجرم کی طرح جس کی زندگی کے فقط چند لمحے باقی
 ہوں۔ اس بات کو نہ جانتے ہوئے کہ بچے کیا کرنا چاہیے کچھ کرنے کو بے تاب تھا۔
 گالیاں۔ التماسیں۔ دھمکیاں۔ کچھ ہو۔ اس خوفناک انتقام سے بہتر تھا۔

اس نے زور سے منہ بند کر کے سوچنے کی کوشش کی۔

دس منٹ کے عرصہ قلیل میں اس کے لئے مدد کے صرف دو موقع رہ گئے تھے

یادہ بیان جسے اس نے نفاذ میں بند کر کے اپنے ڈائریکٹ کے پاس امانت رکھوایا

تھا۔ اور جس میں ہیمنڈ کو ریل کے پاس اس مکان کا حال درج تھا۔ یا... مسک!

فوسی نے کہا تھا کہ دو کے سوا اس کے سب آدمی رخصت ہو گئے۔ یقیناً ان

دو میں ایک وہ ہوگی۔ مگر مسک! کیا اس وقت یہاں اس مکان کے اندر ہے؟ کیا

اسکو میری موجودگی کا علم ہو چکا ہے؟ اور ہو بھی تو وہ اس خوفناک پرہیزگارہ تک پہنچ سکتی ہے

اور دوسرا آدمی جس کا فوسی نے ذکر کیا۔ کون تھا؟ یقیناً چند دلاں ہوگا۔ جو

مسک کی ذات سے بندھا ہوا۔ اس کانگراں اور محافظ اور اس کے ساتھ ہی خوفناک بیچے

کی حیثیت رکھتا تھا۔ مسک کو میرا حال معلوم بھی ہو۔ وہ میری مدد کرنا بھی چاہے۔ تو

چند دلاں نہ کرنے دیگا!

آخری امید ڈنبر رہتی۔ کیونکہ گیسٹن میکس مرہی چکا تھا۔

اس جرارد بے خوف فرامیدی کی ہلاکت کا خیال آتے ہی سٹوٹ کے دل کو

سخت صدمہ ہوا۔ فرط جوش سے دانت بھج گئے۔ اور اس نے اپنے ہنر سے ہوئے پاؤں

کو چھڑانے کی اس زور سے کوشش کی کہ شدت تکلیف سے پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

اس نے تھک کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اور حالت یاس میں پیشانی کے

بالوں کو

ایک ہلکی بہت ہلکی آواز نے دروازہ کھلنے کی خبر دی۔ اس نے گھبرا کر سر اٹھایا۔
 اُف۔ کیا دس منٹ کی مہلت پوری ہو گئی؟ کیا فوہی سامان ہلاکت مکمل کر کے
 واپس آ گیا؟

مگر نہیں۔ دروازہ کھلا رہا۔ داخل ہوئی

قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس منظر و لغیب کی صحیح کیفیت بیان کر سکے۔ جو اس
 وقت سٹوارٹ کے پیش نظر ہوا۔ ایک کافر جمال حسینہ جس کے چہرہ کو خون نے سیب
 کی شگفتہ رنگت سے رکھی تھی جس کی نگاہ میں آہوئے دم کردہ کاہر اس پایا جاتا تھا بیش
 بہا چمکے ریٹم کا مشرقی لباس پہنے۔ سامنے کمرٹی تھی۔ نئے پاؤں میں اونچی ایڑی کے
 کا مدار ترکی سلیمپر۔ بایں سپر میں سونے کی باریک کرٹولی اور دونوں ہاتھوں میں بے شمار
 قیمتی زیورات۔ اس پر اسرار مکان میں اسکی موجودگی کسی ہستی موہوم کی مانند دلکش و راحت
 بخیز تھی۔ اسے دیکھ کر سٹوارٹ اتنا محو ہوا کہ اپنی حراست بھول گئی۔ بندھے ہوئے پاؤں
 کی تکلیف اور بے بسی کا خیال جاتا رہا۔ خوفناک زردیشی کا بھیانک تصور بھی ٹوٹ گیا
 حتیٰ کہ اپنی زندگی کا انجام جو دس منٹ کے عرصہ قبیل میں پیش آنے والا تھا۔ وہ بھی یاد
 نہیں رہا۔

”سکے“ اس نے دبے ہوئے پیار کے لہجے میں کہا۔ ”سکے“

پر راز حسینہ کے احوال سے دبے ہوئے جوش اور خوف کا اظہار ہوتا تھا۔ اترتے دروازہ
 کے پاس جا کر جس سے فوہی باہر گیا تھا۔ کان لگا کر سننے لگی۔ پھر میزے پاس آ کر کچھیں کا
 گچھا مانتھیں لیا۔ اور فرش پر دوڑا تو ہر کردہ زنجیریں جھسٹوارٹ کے پاؤں میں بندھی
 ہوئی تھیں کھیل دیں۔

یہ قرب... آہ کتنا راحت خیز تھا۔ عطر یا عین کی مٹی خوشبو سٹوارٹ کے دل و دماغ
 تک پہنچی اور اسے مست کرتی ہوئی کمرہ کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔

”مسک۔ خدا نہیں برکت دے۔“ اس نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔
 وہ کھڑی ہو گئی۔ سر جھکا ہوا اور دونوں ہاتھ ذرا اوڑا کاپ بیٹے کے۔ سوارٹ بھی
 اٹھا۔ مگر ٹانگیں ٹھکی ہوئی اور پاؤں میں شدت کی تکلیف تھی۔ مسک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس
 نے اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کیا۔

”مشرقی حسینہ نے ایک نظر ڈالی۔ اس کے بعد پھر انھیں جھک گئیں۔
 ”جاؤ۔ ابھی وقت ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں نہیں رستہ دکھا دیتی ہوں۔ دیر خطرناک
 ہوگی۔“

”مسک!“

اس نے پھر نظر ادبھی کی۔

”تم بھی ساتھ آؤ۔ تمہارے بغیر میں نہ جاؤں گا۔“

”آہ!“ اس نے دہلی ہوئی آواز سے جواب دیا۔ ”یہ ناممکن ہے۔ کیا میں سب حال پہلے

نہیں کہہ چکی؟“

”بے شک کہہ چکی ہو۔ مگر تمہارا اعتراض سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں انگلستان میں تم طرح
 آزاد ہو۔ پھر اس نقاب پوش کے پاس پہننے کی کیا حاجت؟“

”بتا دوں؟“ اس نے شرمیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”پھر کیا میرا کہا مان کر
 چلے جاؤ گے؟“

”ایسا؟ کبھی نہیں۔“

”افسوس تم نہیں جانتے ہو۔ کہ میری سلامتی۔ میری زندگی یہاں پہننے میں ہے۔ اگر
 پہننے لے نہیں تو میرے لئے چلے جاؤ۔“

سوارٹ نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے آہستہ سے اپنی
 طرف کھینچا۔

”اچھا کہو۔ تم جو کہو گی مان لوں گا۔ میری وجہ سے تمہارے رنج و الم میں ذرا تخفیف ممکن ہو تو میں تمہیں شکریہ ادا کر دوں گا۔“

مسک نے سہمی ہوئی نظروں سے بندھواڑہ کی طرف دیکھا۔ پھر بولی۔

”فوجی کے پاس ایک چیز ہے جس سے لوگوں کو مار کر زندہ کر لیتا ہے۔ کیا جانتے ہو؟“
اس نے سٹوارٹ کی طرف دیکھا۔ اب ان خوشنما آنکھوں میں خون کی چمک نظر آتی تھی
”جانتا ہوں۔ آگے کہو۔“ اس نے سر ہلا کر جواب دیا۔

”آہ۔ جانتے ہو! اچھا تو اس روز جب مجھے قاہرہ میں اس کے سامنے لگے گئے تھے۔

... بہتیں یاد ہے؟ اس روز... اوہ!“

وہ زور سے کالہ بننے لگی۔ اور اپنا خوشنما سر سٹوارٹ کی چھاتی سے لگا دیا۔ اس نے
پیرایہ حفاظت میں دونوں بازو اس کے گرد ڈال دیے اور بولا۔

”آگے کہو۔ اس روز...“

”سب ٹی لیکر اس نے... میرے بدن میں...“

”مسک!“

سٹوارٹ کو اپنا دل مٹھتا معلوم ہوا۔ ایک لمحہ میں اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

”ایک چیز اس کے پاس اور ہے۔“ مسک نے ہلکی مری ہوئی آواز سے تقریر جاری رکھتے
ہوئے کہا۔ ”اس سے وہ ان لوگوں کو زندہ کرتا ہے جنہیں اس نے زہر سے ہلاک کیا ہو
ایک ہلکے سبز رنگ کا عرق جس کا ذائقہ کرڈے سیبوں کے ذائقہ سے ملتا ہے۔ موت
نے بعد زندہ ہو کر متواتر چھ ماہ اس عرق کو ہفتہ میں ایک بار پینا لازم ہے۔ ناعمل ہو جاتا
تو موت کے آثار پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں خود اس عرق کو برابر ہفتہ وار پیتی۔ یہ بعض
اوقات عرصہ دراز تک فوجی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر ایک بار ہٹیشی جس میں اس
عرق کی ایک خوراک بند ہوئی تھی برابر ہفتہ مجھے پہنچی تھی ہے۔“

سوئی کا اثر نازل ہو جاتا ہے تو وہ پھر... اسی طرح...
 اس کی آواز تھر تھر کر گئی۔ وہ قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اپنا بازو منگا کر کے دکھایا
 اس پر سوئی کھونچنے کے بے شمار چھوٹے چھوٹے نشان بن گئے!
 سٹوارٹ کے منہ سے مدہی گرا ہٹ نکلی۔
 ”دیکھا! سکھ نے کانپتے ہوئے ہجے میں کہا۔ میں اگر جاؤں تو موت کے سوا چارہ
 نہیں...“

”آف میرے خدا! سٹوارٹ نے بے قرار ہو کر کہا۔ کیا اس شیطان کی بے رحمیوں
 سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے؟“

”صرف ایک“ سکھ نے نظر اٹھا کر جواب دیا۔ ”اگر وہ سبز رنگ کا عرق کافی مقدار
 میں مل جائے اور ہم اسے اپنے ساتھ لے جا سکیں... مگر ایک بار امریکیوں نے بتایا
 تھا کہ میں اس عرق کو اتنا ہی تیار کرتا ہوں جتنا درکار ہو اس لئے... جاؤ میں یہاں رہنے
 پر مجبور ہوں۔ جاؤ میں منت کرتی ہوں...“

اس کے ففتوں سے حسرت برتی تھی۔ سٹوارٹ نے ہنرور اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔
 بے بسی اس کے سوا کچھ کرنے نہ دیتی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کے بغیر میراجینا بیکار
 ہے۔ وہ اسے چھوڑنے پر مجبور تھا۔

”عامہ وقت کم ہے“ اس نے دوبارہ تحریک کی۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں
 وہ دروازہ جس کی راہ سے میں آئی تھی کھلا ہے۔ ایک راہ اور تھی۔ یعنی اس سبز رنگ کی
 جو ساحل دریا پر لے جاتی ہے۔ مگر میں اس کا دروازہ نہیں کھول سکتی۔ اس کی کنجی اسی
 کے پاس ہوتی ہے۔ دروازہ کے آگے چھتا ہوا راستہ آئے گا۔ اس کے سرے پر ایک
 آدمی ہے...“

”کیہ؟“

مسکے نے گھبرا کر دیکھا۔ پھر فوراً آنکھیں جھپکالیں۔

”غریب چند دلال اس نے کہا۔ ”وہ میرا حریف ہے۔ یہ نشانی سے دینا...“
اس نے ایک چٹلی سونے کی زنجیر لگنے سے آنکھیں دھپکی۔

”تم بے شک اسے عجیب سمجھو گے۔ مگر وہ مشرقی ہے اور مشرق کے لوگ اپنے کئے
ہونے وعدہ کو نہیں توڑتے۔ اس نے جو وعدہ کیا ہے۔ ضرور پورا کرے گا۔ بس جاؤ وقت
گزر جاتا ہے۔ ایزر کو فوجی کو معلوم نہیں۔ مگر پولیس کا انسپکٹر اور اس کے آدمی گھنٹوں
سے اس مکان کی تلاش میں ساحل دریا کو کھندہ ہے میں رہیں نے ایک کھڑکی سے انہیں
دیکھا تھا...“

”کیا! ڈنبر کو خبر ہو گئی؟“ سٹوارٹ نے گھبرا کر پوچھا۔

”چپ! چپ! مسکے نے اس کے ہاتھوں کو جوش سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ”وہ اب
بہت دور نہیں ہے۔ یقیناً ہے جلدی آجائے گا... نہ۔ بس میری فکر جانے دو۔ میں ان
کتبچوں کو وہیں بند رکھ دوں گی۔ اور وہ سمجھے گا تم نے آپ ہی کسی طرح زنجیریں کھول
لی ہیں...“

”پڑمسکے...“

”جاؤ۔ جاؤ۔“

وہ اس سے چھٹ کر دروازہ کے پاس گئی۔ اور اسے کھراں دیا۔ اس نے لمبو غلام
گردش میں ملکی روشنی نظر آتی تھی۔ سٹوارٹ نے دروازہ میں کھڑے ہو کر دیکھا۔
”اسے طے کر کے زینہ آئے گا۔“ مسکے نے کہا۔ ”اس سے اتر جانا۔ چند دلال کی نسبت
تم جانتے ہو۔ کیا کرنا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے سٹوارٹ کے ہاتھ میں لی جوتی طے
زنجیر کی طرف اشارہ کیا۔

مگر وہ اب بھی متاثر تھا۔ مسکے نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھ کر اس کی طرف کھینچا۔

مگر سٹارٹ نے آگے جانے کی بجائے پیچھے مڑ کر اسے بنور اپنے بازوؤں میں لے لیا۔
 ”مسکے مسکے“ اس نے پردشت اشارے سے کہا ”بہتیں چھوڑ کر جانا محال ہے میں
 کسی حال میں اکیلا نہیں جا سکتا۔“
 ”مان لو۔ اسی میں بہتری ہے۔“

اس کے لفظوں میں گہری منتجا پائی جاتی تھی۔
 سٹارٹ نے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ دیے اور تھوڑی دیر غور سے اس
 کی خوشنما آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ پھر جھک کر اس کے لبوں کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد دونوں
 کی طرح ہٹ کر تیز چلتا باہر کو ہلایا۔

جب تک ان فردوں کے سامنے تھا۔ وہ اسے حسرت بھری آنکھوں سے دیکھتی
 رہی۔ پھر ایک آہ سرد بھر کر واپس ہوئی۔ اور اندر آکر دروازہ بند کر دیا۔
 ”خداوند! تیرا شکر ہے۔۔۔“ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ اور پھر گئی۔
 دوسرے دروازہ میں چھپا ہوا نوہی بنور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

باب سوم انکشاف

شریت خوف سے لڑکھڑاہے مسکے دروازہ کے ساتھ لگ گئی اور کبجیاں جواب تک اس کے
 ہاتھ میں خفیں فرش زمین پر گر پڑیں۔ فوجی نے اس وقت چھوٹی ہلن نقاب پہنی ہوئی تھی جو تھا
 اور اس کے گلے میں امرائے چین کا بیش قیمت لباس تھا۔ ہری نقاب کے اندر سے
 اس کی تیز آنکھیں بلی کی آنکھوں کی مانند چمک رہی تھیں۔

”ہاں۔۔۔“
 ”دیکھا۔ تم کو مہمان نوازی خوب آتی ہے۔“ اس نے معمولی ہموار لہجہ میں

کہا۔ ”تہاے پاک نہختی سلام کی آواز میرے کانوں میں بھی پہنچی تھی۔۔۔“
سکڑی آنکھوں سے وحشت برستی تھی۔ زبان کو بارائے تکلم نہ تھا۔

”تم نے یہ بھی سمجھا دیا کہ اسے چند دلال کی نسبت کیا کرنا چاہئے؟“ فوہی نے تقریر جاری رکھے ہوئے کہا۔ ”مگر کیا محب چند دلال اس کی نسبت اپنا فرض اچھی طرح جانتا ہو یہ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر کیپل سٹوارٹ اپنی حسین مریضہ میں خلاف اصول لٹپسی لے رہے ہیں۔ جب تم اس کی بیٹھکیوں میں دراز گھولنے سے قاصر رہیں۔ تو میرے دل میں شک پیدا ہوا تھا۔ مگر وہ اس وقت رخ ہو گیا۔ جب بچے خود اپنی کوشش میں ناکامی ہوئی۔ بعد ازاں یہ شک پھر تازہ ہوا۔ اور اب اس شبہ کا آخری فیصلہ کرنے کو ہی میں نے تمہیں اس سے تنہا بننے کا موقعہ دیا تھا۔ ورنہ میں کیا ایسا نادان تھا کہ اس ملاقات سے بے خبر رہتا ہوں مگر اس کی عیاری اور تنہا ہی ذہانت نے مل کر کوئی بھی ترکیب سوچی ہو۔ اور چند دلال کے متعلق تہاے انما زے چاہے کچھ ہوں۔ نامکن ہے کہ ڈاکٹر سٹوارٹ اس کی نظروں کے سامنے بچکر چلا جائے۔ میں نے اس کو پہلے سے خبردار کر رکھا ہے۔ کہ ڈاکٹر سٹوارٹ فرار کی کوشش کیسے گا۔ اسے روکنا میرے حکم سے اس کا فرض ہے؟“

”سکڑا اب تک خوف سے چپ تھی۔ اب غصہ نے خوف کو غلوب کر دیا۔
بے تاب ہونے لگی۔ ”کیا چند دلال اس کو مار دے گا؟“
فوہی نے اطمینان سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر بولا۔

”اس کے برعکس وہ اس کی دوری حفاظت کرے گا۔ وہ اندھے طوفانی جذبات جو عہدت کو زیادہ مرغوب بناتے ہیں۔ کسی فلسفی یا عالم کے سینہ پر سکون میں جگہ نہیں دیتے۔ اگر ڈاکٹر سٹوارٹ میرا سب سے قیمتی خزانہ چھین لینا چاہتا ہے تو اس سے اس کی ملی قابلیت میں فرق نہیں آتا۔ میری کونسل کے لئے وہ دونوں حاسمو ایکساں ہیں۔“

مسکے اب بھی اسی دروازہ سے لگی ہوئی کھڑی تھی جس کی راہ سے سوارٹ گیا تھا۔
تھوڑی دیر اس طرف کان لگا کے سنتی رہی۔ آخر جب ادھر سے جدوجہد یا شور کی آواز
سنائی دی۔ تو چند دلال کی دفا پر اس کا یقین بچتہ ہو گیا۔ اسکی حیرت خیز آنکھوں میں
اسید نے بیم و رجاء کی جگہ لے لی۔ اس بھولے پن سے جو مشرق کی عورتوں کو بناوٹ
کا ماہر کال بنا تا ہے۔ کہنے لگی۔

”تیرا اس آدمی۔ ڈاکٹر سوارٹ سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر... آپ کیوں اس کے
درپے آ رہی ہیں؟ اس نے آپ کو کیا نقصان پہنچایا ہے...؟“
”اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ میری گرفتاری اور ہلاکت کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کچھ
ہو۔ فوجی نے سبز نقاب کے سوراخوں سے بغور مسک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تیرا دل
بعض دیکھنے سے صاف ہے۔“

”اس کے باوجود آپ، اور لوگوں کی مچ اسے بھی اپنے ساتھ چھیننے کے جانا چاہتے ہیں؟“
”یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ میں اسے طبقہ عالیہ میں شریک کر کے تجدیہ عالم کی
تحریک میں حصہ دینا چاہتا ہوں۔ اس انقلابی طوفان میں جو دنیا کو تہ و بالا کرنے والا ہے
اس کی جگہ کشتی فوج میں ہوگی۔ یہ عزت کیا کہ ہے؟“
”بے شک نہیں۔ مگر وہ اس سے محروم اچھلے۔ وہ میرے خیال میں گنہگار کو
اس عظمت پر ترجیح دیتا ہے۔“

”اس لئے کہ اپنی کوتاہ فہمی کے باعث وہ اس منزلت کی صحیح قدر و قیمت نہیں
سمجھتا۔“ فوجی نے جواب دیا۔ ”مگر سوال اس کے انکار یا منظوری کا نہیں۔ وہ اگر قدر و عزت
کا مستحق ہے۔ تو ضرور عزت پائے گا۔ جہالت کی پٹی جب تک آنکھوں پر بند ہی ہوتی ہے
انسان نیک۔ بد میں تمیز نہیں کر سکتا۔ مگر اس جہالت کو دور کرنا ہمارا کام ہے۔ وہاں ہم پہونے
کی نسبت یا ادب۔ ہونا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ یہ تعلیم تیار کرے کہ کام پر درگیا گیا

تو پہلے اس نے انکار کیا تھا۔ مگر میرے طریقوں نے جن کا عمل تم جانتی ہو چند گھنٹوں میں سارے
تقصبات مٹا دیئے اور اب دیکھ لو وہ اس کام کو کس تندہی سے کر رہا ہے۔

فوجی کا اہم جزو تھا مگر مکہ جو اس جھپے ہوئے اہلیس کے خصال سے پوری فقیئت
رکھتی تھی۔ اس کے انفاطس کرکانپ گئی، بٹکل اپنے خوف پر غائب آکر کیونکہ وہ جاتی تھی
میری کامیابی کا انحصار بحالی اوسان پر ہے۔ اس نے پرے ہٹتے ہوئے کہا۔

”خیر اس ایک کو جانے دو۔ جہاں دنیا کے بے شمار قابل لوگ آپ کے خدمتگذار
ہیں۔ تو ایک ہستی گناہ کو آسانی سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس
کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ یقین ہے آپ اس خطا کو معاف کریں گے۔“

وہ دروازہ کی طرف جا رہی تھی کہ فوجی نے آہستہ چل کر رستہ روک دیا۔
مکہ کی آنکھیں اندازہ شہت سے کھل گئیں۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ اس شخص نے
سٹوارٹ سے اسکی گفتگو کا کس قدر حصہ سنا۔ اور کیا کیا واقعہ دیکھا ہے۔

”آہ“ اس نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔ آپ پھر مجھے سزا دینا چاہتے ہیں مگر کس لئے؟
میری خطا محض اتنی ہے کہ عورت ہوں اور عورت ہمیشہ بے رحم نہیں ہو سکتی؟

فوجی نے دیوار سے چابک اٹھا لیا، مکہ خوف سے دو ٹوٹتے پھیلے پیچھے ہٹی
اس کے چہرہ کی رنگت لاش کی طرح نہ رہ گئی۔

”انہیں نہیں۔ اتنا ظلم نہ کرو۔“ اس نے التجائی لہجہ میں کہا، میں پوری شرقی عورت
نہیں ہوں۔ یہ سختی برداشت نہیں کر سکتی۔ انصاف کرو۔ جب تم مجھے انگلستان کی عورتوں
کے برابر آنا دے دیتے ہو تو عورتوں کے مانند غلام کیوں سمجھتے ہو؟ میں نے جیت تک
مغرب نہ دیکھا تھا۔ کچھ نہ جانتی تھی۔ تب میرا خیال تھا کہ اس طرح کا سلوک عورت کا حصہ
ہے۔ مگر اب اسے برداشت نہیں کر سکتی۔“ اس نے جوش سے اپنا سیدھا پاؤں فرش
زیرین پر مارا، میں نے برداشت نہ کر دی گئی۔“

چابک ہاتھیں لئے فوجی کرہ کے وسط میں ساکت وصامت کھڑا تھا۔
 ”تم اس آدمی کو جس سے تمہارا کچھ تعلق نہیں ہے“ میری حراست سے آزاد کرتی ہو
 تمہاری خواہش ہے کہ وہ مجھے دشمنوں کے فرغ میں پھنسا کر انگلستان کے وحشیانہ قانون کے
 حوالہ کر دے۔ اور اس شرارت کے بدلے چابک کی ذرا سی مار سے گھبراتا ہو۔ اس سے
 پایا جاتا ہے کہ یہاں اگر تمہاری طبیعت میں بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے، میرے ملک کی
 عورتیں کبھی ایسی جرات نہیں کرتیں۔ اور کہیں بھی تو ان کی پروا نہیں کی جاتی۔“
 ”مگر تم نے مجھے آمادی کی ہوا میں رکھا۔ تم نے تعلیم دی کہ مساوات عورت کا قدرتی
 حق ہے۔۔۔“

”ہا۔ یہ میرے احسان کا اجر ہے، ہمسایہ حالات یاد کرنا چھوٹے غلاموں کی منڈی میں فرض
 فروخت پیش کیا گیا تھا۔ تم جو پوری مشرقی“ نہیں ہو۔ غالباً اس بات کا اندازہ کر سکو گی کہ
 اگر میں اس وقت تمہاری مدد کو نہ آتا تو آج کہاں ہوتیں۔ وہ نظارہ غالباً تم کو نہ بھولا
 ہو گا۔ جب تم گمرہ فروخت میں بیٹھی ہوئی کا منہ رہی تھیں۔ اور ہر طبقہ کے وحشی لوگ
 عرب۔ سرکینین۔ ایرانی۔ گرجستانی اور جیٹھی تمہارے حسن کو حریص آنکھوں سے دیکھتے تھے
 سوچ میں نے تمہیں کن ذلتوں سے بچایا۔۔۔“

”اور اس کے بعد مجھ سے کیا کام لیا؟“ مسکرنے تلخ لہجہ میں جواب دیا۔ ”مجھے طعنہ بنا کر
 اور دن کو اپنے نام میں بھنسنے لگا۔ اور اگر ناکام رہوں تو مارا کھانا۔۔۔“

فوجی چپ چاپ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اور مسکرا کر اس رنگہ آتش ریز کی تاب
 سے مقابلہ نہ کر سکی ہوئی ایک ایک قدم ہٹنے لگی۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹا۔ وہیں کھڑا!
 مستقل نظروں سے اس کی طرف دیکھے جاتا تھا۔ دفعتاً اس نے چابک اٹھا کر گھسنے کی
 ٹیک سے ڈکریے کر دیا۔ اور وہ مکرے لاپرواہی سے فرش زمین پر ڈال بیٹے۔

مسکراہٹ اور بڑھا۔ اس نے کانپتے ہوئے دونوں ہاتھ اپنے سر کو آگے

پھیلا دیے۔

”جانے دو۔ جانے دو۔“ اس نے خوف زدہ لہجہ میں کہا ”میں ہاتھ جوڑ کر منت کرتی ہوں اب میں آپ کے کارآمد نہیں ہو سکتی۔ میری زندگی بچے دے دو۔ اور... جانے دو۔ میں کسی دور مقام میں جا کر اپنی زندگی علیحدہ گزار دوں گی۔ اور وعدہ کرتی ہوں۔ یہ حال کسی سے نہ کہوں گی...“

اس کا فقرہ ایک دردناک آہ پر ناتمام رہ گیا کسی منتقم دیوی کی مانند چپ چاپ کھڑا فوہی باہر اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

”آہ۔ تم ایسے بے رحم کیوں ہو؟“ اس نے کانپتے ہوئے ایک صوفہ پر بٹھیکہ کہا ”کیوں میری طرف ان تیز نظروں سے دیکھتے ہو؟“

”اس لئے“ فوہی نے معمول سے بہت نرم لہجہ میں جواب دیا۔ ”اس لئے کہ تم خوبصورت ہو۔ ایسی خوبصورت ہو جیسی کبھی کوئی عورت نہیں ہوئی“ میرے طبقہ عالیہ میں حسین عورتیں بہت ہیں۔ کیونکہ وہی ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ مگر کچھ کہتا ہوں۔ تمہارے برابر خوبصورت ان میں ایک بھی نہیں ہے... مسک۔ مسک۔ میں تیری زندگی کو خواب ماحول بنا نا چاہتا ہوں“

وہ شدت خوف سے چوکی۔ پھر مری ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

”بھٹاں کرو میں اس اشارہ کا مطلب نہیں سمجھی“

”نہیں سمجھی۔ حالانکہ اس میں کوئی بات مشکل نہ تھی۔ آج تک میں نے نہیں غترا دیوں کی طرح رکھا ہے۔ مغرب کے بہترین لباس اور بیش بہا زیور تمہارے لئے جیا کئے ہیں۔ مگر انہیں سے کوئی اس قومی لباس یا ان دلکش مشرقی زیوروں کا مقابلہ نہیں کرتا۔ جو آج تم نے میری درخواست پر پہنا۔ پیرس۔ لندن۔ نیویارک۔ فیشن کے تین مراکزوں میں ایک عورت ایسا نہیں جوتہا رہی اس دلفریبی کا مقابلہ کرے۔ اس میں شک نہ

اوائے فرض میں بعض اوقات تم کو گندے لباس پہننے پر مجبور ہونا پڑا ہے مگر...
 مسکہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی اس تقریر کا انجام
 کیا ہوگا۔ مگر غیبی اس کا کہتا تھا کوئی عجیب پرخون واقعہ ظہور میں آنے والا ہے۔
 ”مگر جو ہو چکا اسے جانے دو۔“ فرضی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ آج اس
 بے رحم چابک کو توڑنے کا وقت آگیا۔ وہ وقت آگیا جب میرے رعب و افتاد کا
 خاتمہ ہوتا ہے۔ آج کے نظارہ میں میری بزرگی کو خاک میں ملا دیا
 تمہارا حسن میری ہفیت پر غالب آچکا... مسکہ آج سے عمود ایاز کا
 غلام بنتا ہے...”

وہ اب بھی حیرت کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مری ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ ”خدا جانے
 یہ نیا فریب کیا معنی رکھتا ہے۔“

فرضی بولا جیسا تم نے کہا تھا میرے ملک میں عورت بے شک مرد کی غلام ہوتی
 ہے۔ مگر سہلے درمیان حکم و محکوم۔ خادم و مخدوم کا رشتہ ٹوٹ چکا۔ میں تمہیں اپنا رفیق
 بنانا چاہتا ہوں۔ کمال آزادی اور خود مختاری تمہارا حق سمجھی جائے گی۔ جو کچھ میرے پاس ہے
 اور تم جانتی ہو ساری دنیا میرے اختیار میں ہے۔ اس کا نصف تمہارا ہوگا۔ تمہاری جگہ
 ہفت کوہ عالم کے تخت پر ہوگی۔ مجھ سے آنکھ ملا کر دیکھو۔ میں جھوٹ نہیں کہتا۔“
 گردہ سہمی ہوئی آواز پیچھے ہٹی جاتی تھی۔

”نہیں۔ نہیں... میں ڈرتی ہوں...“

فرضی اس کے پاس گیا۔ اور اس قربے مسکہ کی طاقت استقلال بالکل ہی سلب کر
 دی۔ اعصاب سن ہو گئے۔ زبان تال سے لگ گئی۔

”مسکہ ناقتی اتنا ڈرتی ہو؟“ اس نے کہا۔ تیرے لئے میں احمد بہا کیل کے ہاتھ نہیں
 چاہتا جس نے زندہ کیے پانچوں بھید جان لئے۔ جو اپنی خواہشوں پر غالب آچکا۔ اس سے

خوف زدہ ہونے کی کیا حاجت ہے؟ تیری خوش نصیبی تھی کہ ایسا آدمی تجھ سے اپنی زندگی کا حصہ دار بننے کی درخواست کرتا ہے۔ ورنہ تو جانتی ہے میرے منہ سے نکلا ہوا ہر ایک لفظ حکم کا درجہ رکھتا ہے میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

اس کا سکون کتنا خوفناک تھا۔ سبز نقاب کے اندر سے اسکی نگاہ سورج کی تیز کرنوں کی مانند خارج ہوتی تھی۔ بتدریج ہلکی ہوتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔

”مگر ایک کمزوری ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔ دیوتا بھی اس کمزوری سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس لئے میں ایک مرد کامل اگر اس کا شکار ہوتا ہوں تو مجھے حیرت نہیں۔ اس کے باوجود میں جبر نہیں کرتا۔ کیونکہ راحت وہی کامل سمجھی جاتی ہے جس میں آرزو اور کف و اخل ہو۔ آہ۔ تم پرے بستی ہو۔ مجھ سے پرے بستی ہو جس نے تمہارے سوا کبھی کسی کے آگے سوال نہیں کیا۔ یہ سکہ میری درخواست نامنظور نہ کر۔“

اس کی آہنگ دار آواز میں ہلکی ٹھٹھاٹ پائی جاتی تھی۔ اس کے سکون عظیم کا خلی بے خوفناک تھا۔ ایسے زرد لکھنے آگے پھیلنے قدم قدم بڑھ رہا تھا۔ حتیٰ کہ لرزہ بر اندام سکہ پر جھاک کر کھڑا ہو گیا۔ بے اختیاری میں اسکی نظریں خوفناک آنکھوں کی طرف اٹھی جن کی تیزی کو موٹی سبز نقاب بھی چھپانہ سکتی تھی۔ سکہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اب وہ اس آدمی کی طرح جو حالت خواب میں چل رہا ہو بالکل بے حرکت تھیں۔ یہ ایک لمحہ فہمی اس حالت میں کھڑا رہا۔ اس کے ہر جوش کا طوڑا ان غائب ہوا۔ پر وحشت انما سے سکہ کے اندر بکھر کر اس نے کہا۔

”سکہ! آنکھیں مجھے دیوانہ بناتی ہیں۔ آج اپنی زندگی میں پہلی بار معلوم ہوا کہ دنیاوی عظمت بے حقیقت سراب اور ساری کامیابیاں محض خواب ہیں۔ حسن از این ہے اور شر بدی۔ ان خوشنما گوسے باز دؤر میں ایک ثانیہ قید ہونا بس افلاک کی بادشاہت ہے۔ یہ ہے سکہ۔ یہ سکہ بدی وید میری آنکھوں کو چکا چوند کرتی ہے۔ رتے بہہ ہوٹا ہوا نہایت

میں تیرے حسن کی شراب دماغ کو مخمور کر رہی ہے... انکار نہ کر۔ مان سے...

اس نے بدستِ ذلتِ ارادی سے مجبور ہو کر جس کا اخراج فوجی کی آتش ریزہ آنکھوں سے ہوتا تھا۔ بے بسی کی حالت میں مسکے سر اٹھایا اور رفتہ رفتہ اس کے چہرہ کی رنگت ہلنے لگی۔ خوف کے آثار اس طرح مسٹ گئے۔ گویا کسی نے جاود کے برش سے دھو دیے۔ اب ان کی جگہ اطمینان نے لے لی۔ اور ایک دل فریب تبسم۔ وہ جس کے لئے مشرق کا حسن مشہور ہے۔ پرعربی ہونٹوں پر نمودار ہوا۔ آہستہ بہت آہستہ مسکے کا چہرہ اٹھا۔ اور فوجی کا جھکا۔ مگر عین اس وقت جب دونوں کے لبِ پیوست ہوا چل رہے تھے۔ فوجی کے منہ سے غصہ کی چیخ نکلی اور اس نے مسکے کو زور سے دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔

تخص وہو اسکے ناپاک بندے" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ یہ رعایت تیری ذات کے لئے نہیں۔ محض اس طاقت کے لئے ہے جس سے تو اسے مجبور کر رہا ہے۔ قابلِ نفرت ہے وہ۔ پیار جو محض جبر سے حاصل کیا جائے۔ لعنت زدہ ہے وہ خوشی جس کے لئے ایسے وسائل استعمال کرنے کی حاجت ہو۔ محبت اگر صادق نہیں تو بیکار ہے۔ سچی محبت عورت کی طرف سے نذرِ موتی ہے۔ خراج میں نہیں لی جاسکتی۔"

ایک ہلکی آہ۔ ایک دھبی کراہٹ مسکے کے منہ سے نکلی۔ اس کے بعد غش کر کے صوف پر لیٹ گئی۔ فوجی چپ چاپ اور بے حرکت اس کے سر کے لئے کھڑا تھا۔ اس کا خوفناک سکون از سر نو بحال ہو گیا۔

"یہ ایک خوفناک حقیقت ہے۔" اس نے رنج کے تلخ لہجے میں کہا۔ کہ دنیا فتح کرنے کی دہن میں ہیں نے اپنے پیدائشی حق کو خیر باد کہہ دیا۔ مرد کی سب بڑی فتح وہ ہے۔ جو عورت کے دل پر حاصل کرے۔ ورنہ ساری سکندری سچ ہے جن لوگوں کو میں جبر سے اپنی طرف کھینچ رہا ہوں۔ وہ خوشی سے دوسرے کو پیش کئے جاتے ہیں۔ آہ۔ یہ میری کامیابی کا انجم نہ رہا۔ آہستہ بلکہ اس گھنٹے کے پاس گیا جو دروازوں کے۔ میان ملک اٹھا اور زور سے بجایا۔

باب ۴۰

کہ اپنے حرف زبانی میں ایک قربانی

دروازہ کھلا اور چند دلال داخل ہوا۔ مسکے کے حواس بھال ہر چکے تھے۔ مگر چہرہ بدستور اذیت کے آثار لے ہوئے تھا۔ فوہی چپ چاپ بازو پیٹے دروازہ کی طرف پیچھے کئے کھڑا تھا۔

چند دلال نے داخل ہو کر نقاب پوش چینی کو سلام کیا۔ مگر اس صوفے کو جہاں کبھی نہ ہوئی مسکے وحشت آمیز آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ نظر انداز کر دیا۔

کسی نامعلوم چینی شخص سے فوہی کو چند دلال کے آنے کی خبر ہو گئی۔ اس کے سلام کا جواب دے بغیر اس نے کمرہ کے ایک حصہ میں رکھی ہوئی بانس کی چھڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ چند دلال کا چہرہ ہر طرح کے آثار سے خالی تھا۔ کسی متحرک ہت کی طرح اس نے وہ چیز جس کا فوہی نے اشارہ کیا تھا۔ اٹھالی۔

”سمجھتے ہو؟“ خوفناک چینی نے پوچھا۔

چند دلال نے ادب سے سر جھکایا۔

”سرکاس کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“

”اے خداوند! مسکے نے خوف زدہ ہو کر چیخے ہوئے کہا۔ یہ کیا ظلم ہے... تم کیا کرنا

چاہتے ہو؟“

”مسکے آرام کرو۔ تو ان باتوں کو نہیں سمجھتی؟“ فوہی نے کہا۔

پھر چند دلال سے مخاطب ہو کر

”جب تک گھنٹہ بجنے کی آواز سنائی نہ دے... سمجھو؟“

چند دلال چپ چاپ اذیت لیکر چلا گیا۔ مسکے کی طرف اس نے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ اسے جالنے پر مسکے گھبرا کر اٹھی اور دروازہ کی طرف گئی۔ فوہی رستہ روک کر

کھڑا ہو گیا۔

”مسکے پیاری مسکے“ اس نے خلاف معمول نرم لہجہ میں کہا۔ کہاں جاتی ہے؟ اور آکر دیکھوں یہ نازک دل طایر پرستہ کی مانند کس طرح چھڑکتا ہے۔“
مسکے پریشان اور زورور بھی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔

”تم جاؤ۔“ فوہی نے دونوں بازو جو پہلے اس کی طرف بڑھے تھے۔ ہٹا کر پہلوؤں میں لٹکائے ہوئے کہا میں جبر نہیں چاہتا۔ فقط اپنا دل تیری قربان گاہِ حسن کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔ حسد، کینہ اور انتقام۔ ان کے لئے میرے سینہ میں جگہ نہیں ہے۔ میں جو کرتا ہوں ایک مقصد کے لئے کرتا ہوں۔ نہ مانو گی تو اس محبت کو جو تمہیں اجنبی ڈاکٹر طے ہے۔ ذریعہ حصول بناؤں گا۔ تم اس کی خاطر میری ہونا منظور کرو گی۔ مجھ سے جو نفرت ہے اسے ضبط کرنا پڑے گا۔“

”آہ۔ ظالم! کیا تیرے پتھر دل میں رحم بالکل نہیں ہے؟... کیا میں نے کہا تھا مجھے تم سے نفرت ہے؟“

”منہ نہیں کھتا پراگھیں کہہ رہی ہیں۔ مسکے ان خوشنما آنکھوں کی دو تصویریں میرے سامنے ہیں۔ ایک خوف و نفرت کی جو تہیں مجھ سے ہے۔ دوسری اس محبت کی جس کا انہماک نہان کی خصیت پہ ہوا تھا... آہ! تم نے سنا؟...“

مسکے دشت و انتظار کی تصویر بنی کان لگائے سن رہی تھی۔ فوہی کی آتشبار آنکھیں سبز نقاب کے اندر سے بدستور اس کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔

”ٹھیکرو میں دروازہ کھولتا ہوں“ اس نے آگے ہو کر کہا۔ پھر تم اس کی آوازوں کو جس کی تمہیں ”پروا“ نہیں مگر جس کے ہونٹ پیادگی لذت حاصل کر چکے ہیں۔ اچھی طرح سنو گی۔“
اس نے وہ دروازہ جس کی راسے چند دال لگیا تھا۔ کھولا۔ اور مسکے کو مارا۔
نہر کے کھڑا ہو گیا۔

مسکے کی آنکھیں زرد چہرے کے مقابلہ میں غیر معمولی سیاہ نظر آتی تھیں۔

سوچا کہ چند دلال نے ضرور دھوکا دیا ہے۔ اسکی غدری و دغا پر غالب ہوئی بہت سی امیدیں اس کی ذات سے وابستہ تھیں۔ غلط کلیں یہی وجہ تھی کہ سٹوارٹ کے لئے آلہ اذیت لے جاتے وقت نظر لانے کی جرات نہ کر سکا۔

بد نصیب سٹوارٹ! میری حماقت میری زود یقینی کے باعث وہ اس غمناک مکان کے کسی حصہ میں عذاب جاز کاہ کا شکار ہو رہا ہے۔

”آواز نہیں آتی؟“ فوہی نے طنز کے لہجے میں پوچھا۔ شاید چند دلالی وہ آلہ اس کے بدن پر کس رہا ہے۔ ٹھیکر بہت جلد عمل شروع ہوگا۔

فاصلہ پر مارکی مدھی آہنگ دار آوازیں سنائی دیں۔ پھر ایک دہلی ہوئی کراہٹ ہو آکو پھرتی ہوئی آئی۔

مسکے چونک گئی۔ مریض تپ کی مانند کانپتے ہوئے۔ وہ بے اختیار فوہی کے سامنے دوڑا نو ہو گئی۔ اور اس کے لباس کا ایک سرسبز زباناہ طریق سے پکڑا۔

”گرم کرو“ اس نے التجائی نظروں سے کہا۔ ”وہ ایسی غمناک مار برداشت نہیں کر سکتا... میرے خدا وہ اب تک یہیں تھا۔“

”بے شک تھا۔“ فوہی نے جواب دیا۔ بھولی مسکے۔ تو کیا سچ ہے اس وہم میں تھی کہ چند دلال اس کے فرار میں مدد دے گا؟ نہیں وہ اسکی امداد نہیں فراموش کر سکتا۔

مارکی آوازیں بدستور آتی تھیں۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ درد کی کراہٹ سنائی دیتی تھی۔

”روکو۔ جانے دو میں منت کرتی ہوں۔“ مسکے نے چیخ کر کہا۔

”تمہیلو جب اسکی پروا نہیں تو بیقرار ہونا باعث ہے۔“

”اُن میں برداشت نہیں کر سکتی۔“ مسکے نے لہجہ دہلیز کہا۔ ”مجھ سے جو سلوک“

کرنا چاہتے ہو کرو۔ مگر اسکو چھوڑ دو۔ کیا تمہارے دل میں ذرا رحم نہیں ہے؟

فہمی نے گھنٹہ بجانے کی سوگرمی پیش کی۔

”رحم کا اختیار مجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ جب چاہو اس کی تکلیف کا

خاتمہ کر سکتی ہو۔ شرط ایک ہے۔ سٹوارٹ کو چھوڑ کر میری ہونا منظور کرو۔ گھنٹہ بجانے کے

ساتھ اس کا عذاب ختم ہو جائے گا۔ مگر تم کو میری بننا پڑے گا۔۔۔ بولنا مال کیوں ہے؟

ایک خوناک پیچ غلام گردش کی فضا کو چیرتی ہوئی مکروہ میں داخل ہوئی۔

”بس! بس!۔۔۔“

وہ دوڑتی ہوئی گئی۔ اور نور سے گھنٹہ بجا دیا۔ پھر لڑکھڑا کر ادند سے منہ صوفے پر

گرمی۔ اور دونو ماتحتوں سے چہرہ ڈھک لیا۔

مارکی آوازیں بند ہو گئیں۔

فہمی دروازہ بند کر کے صوفے کے پاس گیا۔ ادوسکہ کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا اہمیت چاہتی ہے؟“ اس نے کہا۔ ”اچھا تیری شمع حسن سے اپنا سینہ منور کرنے

سے پہلے میں دفعہ دینا منظور کرتا ہوں۔ دروازہ کھلا ہے۔“ اس نے لاپرواہی سے کبجیاں میز پر

ڈال دیں۔ اب اپنے دل کو اطمینان دے کر اس خوشنما چہرہ سے تکلیف کے آثار مٹ جائیں

اس کے بعد۔ تھوڑی دیر تک۔۔۔“

اس سے وہ دروازہ جس کی راہ سے داخل ہوا تھا کھولا اور چلا گیا۔

مسکے چھپی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے جلد نے ہر گھبراہٹ کو اٹھی۔

دانت بچھ گئے۔ چہرہ آثارِ رازیت سے لبرک گیا۔ پریشانی کے عالم میں بے مدعا کرہ کے چاروں

طرف پھرنے لگی۔ کبھی میز پر کبھی ہوئی عجیب چیزوں کو دیکھتی اور کبھی دروازہ کی طرف نظر ڈالتی

۔ بہت دیر اس شامیانہ مارکسی کی طرف دیکھتی رہی جس کے پہلو میں چوڑا، ماگھنٹہ

اٹھا۔

پھر کراہتے ہوئے کہنے لگی۔

”چند دلال چند دلال۔ تجھ سے یہ امید تھی“ پھر منہ کے بل صوفے پر گر کر بسکیاں لیتے ہوئے رونے لگی۔

شدت جو محسوس سے سارا بدن کا پٹنا تھا۔ مثلاً علم سینہ کی حرکت جسم کے ہر حصہ میں نظر آتی تھی۔

بڑی آہستگی ادا ضعیفہ کے ساتھ قریبی دروازہ ایک ایک پرچ کر کے کھلا۔ اور چند دلال نے سر بٹھا کر اندر دیکھا۔

کمرہ خالی تھا۔ مسکے کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔

وہ تیز چل کر صوفے کے پاس گیا۔ اور جھک کر زم اچھ میں کہنے لگا ”مسکے“
اس آواز کو سن کر مسکے اس طرح اچھلی گویا سانپ نے دس دیباہے۔ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور دونوں ہاتھ خوف سے آگے پھیلائے۔ پھر چند دلال سے پیچھے ہٹی۔ اب اس کی آنکھیں بھی کی طرح چمک رہی تھیں۔

”تم، تم؟“ اس نے بے ہوش کے اچھ میں کہا ”جاؤ۔ نہ مجھ سے بولو۔ نہ میری طرف دیکھو۔ نہ میرے پاس آؤ۔ بے وفا۔ بے رحم۔ تو نہیں جانتا مجھے تم سے کیسی نفرت ہے؟“
”مسکے! مسکے!“ اس نے التجائی آواز میں کہا ”تیری باتیں میرا دل و جگر ہراتی ہیں تیرا غصہ مجھے ہلکان کر رہا ہے۔ کیا تو نہیں جانتی...؟“

”جا۔ جا۔ میں نہیں سنتی۔“ وہ زیورات سے ڈھکی ہوئی انگلیوں کو تشنجی انداز سے بند کرتی۔ اور کھولتی۔ دیوانہ دار اس کی طرف دیکھتی پیچھے ہٹی جاتی تھی۔

”مسکے! دیکھ تیری ہی ہوئی نشانی میرے پاس ہے۔“ چند دلال نے سنہری بخیر دکھاتے ہوئے کہا۔ ”کیا نہیں سمجھی؟ افسوس اپنے خادم سے اتنی بے گمانی۔ وہ الاکہ میں تیرے اشارہ پر بدن ملک دینے کو تیار ہیں۔ وہ... ڈاکٹر سٹوارٹ کبھی کا جا چکا...“

جاچکا... رخصت ہو گیا چند دلال۔ سچ کہتے ہو؟

اس آدمی کی طرح جس کی آنکھیں تیز روشنی سے چن بھیا گئی ہوں مسکرنے والوں ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے۔ چند دلال پر خوف انداز سے کمرہ کے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

وہ بے ہوش نرم لہجہ میں خبر کے اندر شوق عظیم دبا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ کیا میں نہیں کہ چکا کہ تیرے اک اشارہ پر میری جان تنگ حاضر ہے۔ پھر اس بدگمانی کا کیا مطلب؟ ڈاکٹر سٹوارٹ کبھی کا چلا گیا۔ وہ شاید ان دوستوں سے مل چکا ہے۔ جو اس جگہ کی تلاش میں ساحل دریا کو کھنڈ رہے ہیں میرا خیال ہے۔ وہ لوگ بہت جلد آجائیں گے۔

مسکدہ جوش عقیدت سے اس کے سامنے دوڑا نو ہو گئی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی
چند دلال میرے سچے سچے رفیق معاف کر۔ اس کی آواز بھر گئی۔ مجھے اس بدگمان
کے لئے معاف کر دے۔

چند دلال نے اس کو ہار ایسے کر کھڑا کیا۔

”مسکدہ! یہ حالت تم کو زیب نہیں آتی۔ یہ وہ ماسی خدمت کیا چیز ہے۔ تم جو حکم دینیں اس کی تعمیل کی جاتی۔ مگر یاد کرو کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اسکی... تم سمجھتی ہو... اسکی نظر تم پر ہے۔ کیا اب میرے کہنے کا باور آیا؟ تم سمجھتی تھیں اذیت ڈاکٹر سٹوارٹ کو دی جاتی ہے؟ نہیں وہ کہہ سٹ اور جین میری بچی۔ جو تم نے سنی۔ وہی کہہ متعلق پھر ادا دے تم اچھی طرح واقف ہو۔“ چھپا ہوا چاقو نکال کر یہ چیز بہت جلد میرا اس کا فیصلہ کرے گی۔ میں صرف وقت اور موقع کا منتظر ہوں۔“

چاقو ہاتھ میں لیکر اس نے بزدلانہ انداز سے ہوا میں اٹھایا۔ اور پر جوش لہجہ میں آواز نکالی
”جے بھوانی!“

مسکدہ ڈر کر ہٹ گئی۔ مگر چند دلال نے فوراً چاقو چھپا کر مسکدہ کی دی ہوئی ترخیر کو اوبے
بوسہ دیا۔ یہ تیرے جھک کر دلی آواز سے کہا۔

”مسکدہ میری بہت سچی ہے کہ تیرے دل میں اس آتش محبت کا ایک شعلہ بھجی نہیں جو

میرا سینہ پھونک رہا ہے۔ میں تجھ کو چاہتا ہوں۔ تو کسی اور کو چاہتی ہے۔ اور اس طرح مجھ پر اپنی آرزو برتنے کی کوئی امید نہیں بنگر کچھ ہو۔ میں تیری دعا کا تمہارا کچھکا۔ اسکو پورا کرنا میرا فرض ہے ایک راز جو قافہ دے اسے مکان میں مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ اور جسے آج تک تم سے چھپایا گیا ہے میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ زندگی تمہاری اپنی ہے۔ موت کا خوف محض ایک دھوکا تھا۔ اور کئے جھک کر وہ بے شک اپنی سوئی تمہارے نازک بازوؤں میں گھونپتا رہا ہے۔ مگر اس سوئی میں دوا نہ ہوتی تھی۔ نہ سبز محلول میں کوئی تاثیر ہے۔ ایک بے ضرر عرق تھا جو اس فریب کو مٹھل کر کے لئے تم کو پلا یا جاتا تھا۔۔۔

”چند لال۔۔۔“

وہ پھر لڑکھڑائی اور سہاے کے لئے ہندوستانی کا بازو کپڑا لیا۔

”جادو۔ جدھر سٹوارٹ گیلے۔ تم بھی جادو۔ ایثار۔ عشق صادق کا معیار ہے۔ تمہاری راحت کے لئے میں اپنی راحتوں کو خوشی سے قربان کرتا ہوں۔ جادو میں انتظام کروں گا کہ تمہارا پیوچا نہ کیا جائے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ مسکے نے انداز تشکر سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ میں نہیں چاہتی۔ کسی جان ضائع ہو۔۔۔ اسکی بھی نہیں تم میرے ساتھ چلو۔“

”آہ۔ تم نہیں جانتی ہو۔ اس کا زندہ رہنا کتنا خطرناک ہے۔ وہ اگر بچ گیا۔ اور اس کو معلوم ہوا۔ تم میری مدد سے فیل ہوئی ہو۔ تو میں کہیں بچ کر نہ جاسکوں گا۔ اسکی خوفناک سبز نگہوں میں وہ طاقت ہے جو ہزار میل کے فاصلہ سے مجھ کو بھینچ لائے گی۔ نہیں مجھے اس پر دانا کرنا ہی پڑے گا۔“

مسکے نے ایک لمحہ انتظار کیا۔ پھر کہنے لگی۔

”اس صورت میں میں بھی نہ جاؤں گی۔ چند لال میرے سچے رفیق۔ میں یہیں تمہارے پاس بٹھیرتی ہوں۔ ہم دونوں اس جگہ رہ کر اس وقت کا انتظار کریں گے۔ جتنے کہ بجلی کی گھنٹی بولے

کی آواز پتہ چلے گی کہ پولیس کے آدمی مکان کی حدیں آگئے۔
 ”آہ مسکہ! چند دلال نے کہا۔۔۔ اب اسکی نگاہ سے خوفِ عظیم ظاہر ہوتا تھا۔ تم دیکھ
 ہو بیچارہ۔ مگر اسکی عیاری سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ میں ڈرتا ہوں۔ تمہارے یہاں رہنے کا نتیجہ
 اچھا نہ ہوگا۔ جاؤ ابھی وقت ہے۔۔۔“

ایک ہلکی آواز مسکہ کے کانوں میں پہنچی۔ کانپتی ہوئی انگلی کو ہونٹوں سے لگا کر اس
 نے آہستگی سے چند دلال کو غلامِ گردش میں دھکیل دیا۔
 ”وہ آئیں۔ کہنے لگی۔ میرے وفادار دوست۔ اگر میں آواز دوں تو آنا۔۔۔ مگر امیج
 وہ لوگ بہت جلد مدد کے لئے آجائیں گے۔۔۔“
 آئنا کہہ کر دروازہ بند کر دیا۔

باب ۵

ڈاکٹر سٹوارٹ کا فرار

سٹوارٹ مسکہ سے جدا ہو کر رخصت ہوا۔ تو اس کا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ متضباد
 خواہشیں سیدہ میں تلاحم پیدا کرتی تھیں۔ ایک طرف مسکہ کی تعمیل کا خیال تھا۔ دوسری طرف
 اپنے دیرین مستقبل کا سخت پریشانی کی حالت میں ایسی غلامِ گردش طے کر کے اس کے سرے
 پہنچنا چاہیہ۔ آگے چھوڑا۔ ساری زندگی اس سے اترا تو وہیں طرف ایک اور رستہ نظر آیا۔ زینہ
 کے پاس مستغنی لب جل رہا تھا۔ اسکی روشنی میں دیکھا کہ دوسری انگلی کے سرے پر ایک دھندلی
 صدفِ کھرمی ہے۔

ایک لمحہ اس نے تال کیا۔ اور وہیں کھڑا ہو کر سہمی ہوئی نظروں سے اسکی طرف دیکھنے لگا
 معلوم ہوا چند دلال ہے۔ پھر پاس جا کر مسکہ کی نشانی پیش کی۔ چند دلال نے اسکو بٹھے اور

کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

اس خوشنما سنہری رنجیر کو دیکھا کہ دفادار ہندوستانی کی آنکھوں میں غم کے آثار پیدا ہو گئے
دیز نکاس کو ہونٹوں سے لگائے رکھا۔ پھر سپید کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال کر سٹوارٹ
کی طرف دیکھا۔ مگر اب ان غمگین آنکھوں میں بھرے ہوئے شیر کی تندہی پائی جاتی تھی۔
”او“ اس نے کہا اور سٹوارٹ کے آگے ہولیا۔

فقور علی دور جا کر بند دروازہ تھا۔ چند دلال نے اسے کھولا۔ اور دونوں ایک وسیع باغ
میں پہنچے جس کی ویرانی اس بات کی علامت تھی کہ کوئی اس کا نگہداشت نہیں کرتا۔ آسمان پر کالے
بادل چھائے ہوئے تھے۔ چاندان کے پردہ میں چھپ گیا تھا۔ گھپ اندھیرے میں چند دلال
چپ چاپ گردن جھکائے سٹوارٹ کے آگے چلتا گیا۔ اور ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا
ادھنے سیوہ دار درختوں کے سایہ میں چلتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کے پاس پہنچے۔ اس جگہ ایک
اور بند دروازہ تھا۔ چند دلال نے اسے بھی کھولا۔ اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

گلی کے سرے پر بائیں طرف مڑنا۔ آگے دیر تائے گا۔ اس کے کنا سے ہر مکان میں
دو تین آدمی سے مل جائے گے۔ یہ اس کے خصوصی الفاظ تھے۔

”دوست میں زندگی بھر تیرا احسان مند رہوں گا۔“ سٹوارٹ نے دلی جوش سے کہا۔

”جاو میرے احسان کا ذکر مت کر۔“ چند دلال نے غصہ کے لہجہ میں جواب دیا۔ ”تجھ
پر میرا احسان کچھ نہیں ہے۔“

سٹوارٹ فخل ہو کر مڑا اور ویران گلی میں چلنے لگا۔ صرف ایک بار اس نے پیچھے مڑ کر
دیکھا۔ دو اندھیرے میں چند دلال کے ہاتھ میں کوئی چیز چمکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ مگر جب
سب نے کی نہیں۔ فولا کی تھی!

موٹے گدڑ کو اس نے بے تحاشا دڑنا شروع کیا۔ وہ ہنستا اور مکرور تھا۔ اسے خیر دل
کی سیاہ آنکھوں کا انداز شک و بدگمانی پیدا کرنے والا۔ کیا عجیب پیچھے سے آکر دڑ رہا تھا

چاند نے ایک لمحہ کو بادلوں سے سر نکالا تو سوارٹ نے اس کی مقامیت سے جاناکہ
سات آدمی سے زیادہ گزندگی ہے۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ کوئی چیز حرکت کرتی نظر نہ آتی تھی۔ گلی کے
ایک جانب اونچی باڑ۔ دوسری طرف پختہ دیوار تھی۔ دیوار کے پیچھے وہ مکانات تھے جن کے
ایک حصہ سے وہ اس شکل سے بچ کر آیا تھا۔ پانی سے بھیگی ہوئی سڑک اور قرب دریا کی خبر
دیتی تھی۔ دس قدم چل کر ٹینکے ساحل پر پہنچ گیا۔

پہلے کا تھکا ماندہ تھا۔ دوڑنے سے حلق خشک ہو گیا۔ دکھتی ہوئی گردن میں درد
کی ٹیس اٹھ رہی تھی۔ کائی سے ڈھکی ہوئی دیوار کا سہارا لیکر دم لینے کو کھڑا ہو گیا۔ اور جھڑپ
سے آیا تھا اس اندھیری گلی کی سمت میں دیکھنے لگا۔
کوئی متعین نظر نہ آتا تھا۔ ساحل دریلے پانی ٹھکانے کے سوا کوئی آواز نہ سنائی
نہ دیتی تھی۔

وہ کناے پر بھیجے کر دیالے سرو پانی سے گلا دھوا اور سانس بچھانا چاہتا تھا۔
مگر امیڈیم کا مشترک احساس آگے چلنے کو اکسانے لگا۔ ساحل کی تنگ راہ پر چلتا اس طرف
ہو گیا۔ جدھر درختوں کے پیچھے سرخ چھت کے مکان نظر آتے تھے۔ چنار و لال نے انہی مکانات
کا پتہ دیا تھا۔ جب کائی دور چل کر بھی پولیس کا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ تو کوئی اس قسم کی آواز
سننے کو کھڑا ہو گیا جس سے معلوم ہوتا وہ لوگ کہاں ہیں۔ مگر آگے اور پیچھے ہر طرف خاموشی
تھی۔ دور و نزدیک کوئی آواز نہ سنائی نہ دیتی تھی۔

ماضی مستقبل دونوں کو نظر انداز کر کے جن میں سے ایک کی راحت بخشنے کا ہنگامہ آواز
دوسرے کی دھنسی تابی کی ماس انگیز تھی۔ وہ پھر آگے چلنے لگا۔ اندھیرے میں دیکھنے سے
انھیں دکھنے لگیں۔ قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا۔ گرد و نواح کے حالات سے بے خبر آگے
ہی آگے چلا جاتا تھا۔ انا کا کسی آدمی نے جو اونچی جہاز مٹی کے سایہ میں چھپا ہوا تھا۔ وار
کیا۔ حملہ بے خبری میں ہوا تھا۔ سوارٹ بے بس ہو کر زمین پر گر گیا۔

”چپ اٹاموش؟ حملہ آور نے کہا۔ بولا تو سر توڑ دوں گا۔“
سٹوارٹ نے سہمی ہوئی نظروں سے حملہ آور کے سرخ چہرہ کو دیکھا۔ پھر بولا۔
”گوں باسا دربی؟“
گرفت دھیلی ہو گئی۔

”اررہ اتم... ڈاکٹر سٹوارٹ؟“
جہاڑی کے پیچھے ایک آدمی اور چھپا ہوا تھا۔ جلدی سے باہر آ کر کہنے لگا۔
”پھر کہنا!... ڈاکٹر سٹوارٹ؟“
یہ گیسٹن میکس تھا!

”میکس! سٹوارٹ نے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھ کر کہا: ”میکس!“
”واٹس؟ کیا عجیب اتفاق ہے۔ کہ دو مردہ آدمی آپس میں ملتے ہیں۔“ گیسٹن میکس
نے ہنس کر کہا۔ پھر سٹوارٹ کے دونوں ہاتھ خوش اشتیاق سے پکڑے۔ اور پھر اپنی ہوتی آواز سے
کہنے لگا: ”خدا کا شکر ہے تم مل گے۔“

سٹوارٹ حیران و سرسبز اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ زبان بند تھی۔ بدن ہل رہا تھا۔
”میں نے سنا تم کو قتل کر دیا گیا تھا۔“ میکس نے اسی طرح ہاتھ پکڑے۔ ہوتے سٹوارٹ
سے کہا: ”معلوم ہوتا ہے۔ ایسی ہی غلطی تم کو میری نسبت لگی ہے۔ جانتے ہو کس چیز نے
بچنے اس خوفناک وار سے بچایا؟ تمکے شیطان کی پیٹوں نے!“
”اتنا ہی جانتا ہوں کہ تمہارا سر کسی حبشی کے سر سے مضبوط ہے۔“ سٹوارٹ نے سری
ہوتی آواز سے کہا۔

”میری کھوپری اس لحاظ سے بندہ کے سر سے ملتی ہے۔“ میکس نے ہنستے ہوئے
باب دیا۔ ”پڑ ڈاکٹر تمہاری شاہ رگ بھی تو شاید ٹولا دکی بنی ہے۔ ورنہ اس خوفناک چوڑی
کی گرفت سے جانبر نہ آ آدمی کی طاقت سے باہر ہے۔ تم یہیں کہ خوش ہو گے کہ میگل کو آج

صبح ڈور جلنے والی ٹہریں میں گرفتار کر لی گئیں۔ اور آہ فنگ نو کو اس کے چند گھنٹے بعد ٹہری کے گھاٹے پر گویا ہم دو نو کا بدلہ لے لیا گیا۔ مگر آؤ۔ وقت کم ہے... اس نے جیب سے برانڈی کی شیشی نکال کر پیش کی اور کہا۔
 بے شک تم نے سخت تکلیف اٹھائی ہے۔ مگر یہ بتاؤ کیا سمجھو؟ کا مسکن دیکھا؟
 ”دیکھا۔ خوب دیکھا۔“ سوارٹھ نے برانڈی کا لمبا گھوٹ پینے کے بعد جواب دیا۔
 ”لیکن ڈنبر کہاں ہے؟ ہمیں بہت جلد اس کے مکان کا محاصرہ کر لینا چاہیے۔ ورنہ بچ کر نکل جائے گا۔“

”ایک بار وہ چنڈو خانہ سے بچ گیا تھا۔ اب نہیں پھر ایسا ہو۔“ میکس نے کہا جانتے ہو اس جگہ کیا حالات پیش آئے تھے۔ ان لوگوں نے نہ خانوں کے پاس دریا کی کھاؤں میں موٹر کشتی چھپا رکھی تھی۔ ورنہ کئی کئی گھنٹے سے کہیں دریا تک جو ۵۰ کزن کے فاصلہ پر بہتا ہے لے جاسکتے تھے۔ اس روز وہ لوگ انہیں میرے میں بچا کر نکل گئے مگر دو آدمی پھر بھی حراست میں ہیں۔“

”ساری خطا میری تھی“ سوارٹی نے تسلیم کیا۔ ”جب پہلا چینی باہر نکلا۔ تو میں نے فوراً اس کو کپڑے کی کوشش کی۔ مگر پوری طرح قابو نہ کر سکا۔ اس پر کم بخت نے زور کی چیخ ماری جسے چنڈو خانہ کے بڑھے چینی نے سن لیا۔ اسی سے سارا کام بگڑا۔“
 ”مگر میری حالت میں تم نے خوب صفائی برقی۔“ سوارٹھ نے طنز سے کہا۔
 ”اُس لئے کہ پھر وہی غلطی کرنا منظور نہ تھا۔“ سوارٹی نے جواب دیا۔

”کیا بات ہے؟ یہ شور کیا معنی رکھتا ہے؟“ انہیں میرے سے کڑخت آواز سنائی دی
 ”ایلو دوست ڈنبر آجئے۔“ میکس نے کہا۔

”کئی سپاہیوں کو ساتھ لے ڈنبر ملو رہا۔“ پہلے اس نے سوارٹھ کو نہیں رنجھا اور کہنے لگا۔

”آس پاس کے سب لوگوں کو جگاؤ گئے کیا؟ سنو ماوربی۔ میں نے تحقیق کر لیا وہ بڑا اسکان جس کے گرد پختہ دیوار نظر آتی ہے۔ اسی میں ہمارا اشکار پوشیدہ ہے۔۔۔ اور بڑا کون! سٹوارٹ؟“

وہ مصافحہ کیلئے ماتھے پھیلائے آگے بڑھا۔ اور جو نصیحت اوروں کو کر رہا تھا۔ اسی کو نظر انداز کر کے پُر شور بھیج میں بولا۔ ”دوست ہم تو تمہاری طرف سے ماتھے دھو بیٹھے تھے... شک ہے پھر لگے۔“

”شک ہے۔ مرم کے جینا نصیب ہوا۔“ سٹوارٹ نے کہا۔
دونوں نے زور سے ماتھے ملائے۔

”آپ نے میرا وہ بیان غالباً پڑھ لیا ہوگا۔ جو لفاظی میں بندھتا؟“ سٹوارٹ نے پوچھا
”پڑھ لیا۔“ انپٹرڈیز نے اسکی طرف ٹیکھی نظروں سے دیکھ کر جواب دیا۔ ”اور اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ تم کن خطروں سے بچے ہو۔ میں تمہیں دل سے معاف کرتا ہوں۔ کاش اس مکان کا حال پہلے معلوم ہوتا...“

”انپٹرڈیز“ ٹیکسٹ میس نے سٹوارٹ کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ ”شیخ کو دیکھ کر پروانہ اکثر بے اختیار موجاتا ہے۔ تم نے ذہرۃ الخلا کو نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس لئے بے تامل اپنے دوست کو معاف کرتا ہوں۔“

سٹوارٹ ان باتوں کو سن کر شرمندہ ہو رہا تھا۔ خجالت مٹانے کو گفتگو کا رخ بدل کر کہنے لگا۔ ”یاد وقت کم ہے۔ اس وقت گھر میں فقط تین آدمی ہیں۔ بسکہ جس کا نام ذہرۃ الخلا ہے۔ بھی ہے ہندوستانی چندو لال اور... فوجی...“

یعنی بچہ؟ ایکس نے ٹوک کر پوچھا۔ کیوں؟

”ہاں بچہ۔ بچہ۔ ایک ہی آدمی کے نام ہیں“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ ”چندو لال“

نہ بسکہ کہ بچہ تحریک پر کسی نامعلوم وجہ سے جھک کر فرار میں مدد دی۔ اور مسکہ کی غلاش بھی سکھم

لوگ بہت جلد مکان پر دھاوا بول دیں۔ مسکے اور چند دلال کو آپ لوگ اپنے ساتھ سمجھیں۔
 ”اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔“ ٹیکسٹن میکس نے کہا۔
 ”اب ہمارا کامیاب ہونا یقینی ہے۔ میرے دوستو حسین عورت کی موجودگی ایسے ہی نیچے پیدا
 کرتی ہے۔ آگے کہو۔“

”جس کمرہ میں فوجی رہتے تھے۔ اس کے تین دروازے ہیں۔“ سٹوارٹ نے بیان
 جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”دو کا حال معلوم ہے۔ مگر تیسے کی کبھی اسی کے پاس رہتی ہے۔
 سنتا ہوں۔ اس دروازہ کے آگے ایک سڑگ دریا تک جاتی ہے۔ اور ایک موٹر کشتی
 ہر وقت تیار کھڑی رہتی ہے۔“

”آہ۔ وہی موٹر کشتی؟ میکس نے کہا۔ غالباً یہ شخص اکثر اوقات کو سفر کرتا ہے۔۔۔“
 ”ہمیشہ رات کو۔ میں نے یہ بات تحقیق کر لی ہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بحفاظت فرار ہو سکتا ہے۔ سنا ہے جب دریائی
 پولیس کی کشتی پاس ہوتی تو انجن بند کر کے کشتی کو منہ مار سے کنارہ کی اوٹ میں لے جاتا
 ہے۔ چنانچہ کل رات وہ اسی طرح بچکر نکل گیا تھا۔ مگر آج دریائی پولیس کو خاص طور پر منجنا
 کر دیا ہے۔۔۔“

”اس کے علاوہ“ سٹوارٹ نے کہا ”چند دلال جو اس کے انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا
 وہ اب فوجی کا مخالف بن گیا ہے۔ وہ ضرور اس کا فرار روکنے میں مدد دے گا لیکن
 ہمیں اپنی تیاریوں سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ کیا دریائی پولیس کی کوئی کشتی اس پاس
 موجود ہے؟“

”ایک ٹینے برج کے پاس کھڑی ہے۔“ ڈبیر نے جواب دیا۔ ”آپ اس راہ کو محفوظ
 سمجھیں۔“

”خیر اب جلدی کرو۔“ سٹوارٹ نے لہجہ اضطراب میں کہا۔ ”وقت کم ہے۔ اور میں

دخواست کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو فوری کو زندہ پکڑنے کی کوشش کرنا۔
 ”ہاں ہاں“ ٹیسٹن میکس نے جلدی سے کہا۔ ”جہاں تک ممکن ہے زندہ ہی پکڑنے
 کی کوشش کریں گے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔۔۔“

سٹوارٹ کے منہ سے کڑھنے کی آواز نکلی۔ وہ جانتا تھا کہ فوری کے زندہ پکڑے
 جانے پر بھی اسے اس کے کی زندگی بچال کرنے کے لئے مجبور کرنا غیر ممکن ہوگا۔ اس شخص
 سے جسے وہ تختہ دار پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مصالحت کی کوئی صورت
 ممکن تھی۔

”انسپکٹر ڈبیر“ آخر کار اس نے کہا۔ ”آپ اپنے آدمی جمع کریں۔ میں خود انہیں فوری
 کے مکان پر لے جاؤں گا۔ ایک بار اس مکان کے اندر پہنچ جائے گا کہ اب ہمیں غیر معمولی
 پھرتی سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ گھر کے چاروں طرف اس قسم کی گھنٹیاں لگی ہیں جن
 کی آواز سے اس کا دفت پر خبردار ہو کر فرار ہو جانا ممکن ہے۔“
 ”چل بھاڑی چل“ ٹیسٹن میکس نے آمادہ ہو کر کہا۔ ”ہمارے وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔“

باب ۶

چورو دواڑہ

چنار و مال جاچکا۔ تو اسکے بندہ دواڑہ سے ہٹ کر بے خبری میں پر شکوہ انداز سے کھڑی
 ہو گئی۔ سر اٹھا ہوا آنکھیں تیز اور لٹکے ہوئے بازوؤں کی دونوں ہتھیلیاں باہر تھیں
 اور اسے عادم ہوتا تھا۔ کما انتہائی کوشش سے ضبط کرنا چاہتی ہے۔ اس کا نازک
 بدن اسے ٹھیکہ آتا تھا۔ کیونکہ اب باپوسیاں امید میں بدل گئی تھیں۔ قبل وقت

موت کا خوف رفع ہو گیا اور زندگی جو پہلے باب ناریک کی مانند ہیبت ناک تھی۔ راحت بخش اور پر رضا نظر آنے لگی۔ فوجی کا خوف بھی دل سے مٹ گیا۔ وہ سمجھتی تھی کہ مہلت حاصل کرنے کو فقط تھوڑی دیر اس کو باتوں میں لگائے رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ جس کے بازوؤں میں پسٹ کر سب خطرے مٹ جائیں گے۔ حفاظت کو پہنچ جائے گا بالآخر چینی نے سابقہ کی طرح پھر اسی قوت ارادی سے مجبور کرنے کی کوشش کی تو میں چند دالال کو مدد کے لئے بلا لیں گی۔

مگر آخری صورت محض انتہائی تھی۔ چند دالال کے لا حاصل اور بے غصہ رہتے ہوئے کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے آخری اشارہ پر مجبور کرنا ناپسند کرتی تھی۔ سب بڑھ کر اس کی خواہش فوجی کو اپنی کوششوں سے نالے رکھنے کی تھی۔ کیونکہ دوسری صورت میں یہ احتمال بھی تھا کہ شاید چند دالال کو اپنی کوشش میں ناکامی ہو۔

پہلی آہنگی سے دروازہ کھلا۔ اور فوجی داخل ہوا لیکن ہمیں پھر کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوفناک آہنگ دار آواز میں بولا۔

”آہ جس فرحت بیز کا کیسا دلنواز منظر ہے کہ تو شاید کوئی اور جنت ہے جسے اپنی خطا کے بدلے اس دنیا میں بھیج دیا گیا۔ یا عجب فرعون کی بھینسی ہوئی یاد ہے۔ جو اپنے حسن و المصاب سے دنیا کی نظر خیرہ کرنا چاہتی ہے۔ مسکے دیوتا آئیس کے سحر مہتابی کی کافر جال بیٹی... زہرہ انخار شاگوفہ صحرائی۔ آ۔ میرے سینہ سے لگ جا۔ وقت کم ہے دشمن دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ مگر تو ان کی آہ تک میری ہے...“

عام آہستہ چال سے میز کے پاس جا کر اس نے کبجیاں لیں۔ اور دروازہ دھونے اندر سے بند کر دیے۔

مسکے خب و بجھا کہ چند دالال کی مدد کا امکان ہاتھ سے جاتا رہا۔ قریب یاس سے مدھال ہو کر صوفے پر گر گئی۔ اور چہرہ پر پھر اضطراب و پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

کئی طرح کے اندیشے اس کے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

کیا عجب امداد کا آخری ذریعہ بھی سدود ہو؟

کیا عجب پولیس کے آدمی وقت پر نہ پہنچ سکیں؟

فوجی نے دروازے بند کر کے کنجیاں میز پر رکھ دیں۔ اور صوفے کی طرف بڑھا۔
مسکے جھٹ اٹھی۔ اور سیدھی کھڑی ہو کر پرخوف انداز سے پچھلے پاؤں ہٹنے لگی۔
فوجی نے گہری سانس لی اور کھڑا ہو گیا۔

معلوم ہوا تیرا وعدہ محض جھوٹ تھا۔ اس نے کہا "حقیقت میں تجھ کو اب بھی میری
فات سے اتنی ہی نفرت ہے جیسی پہلے تھی۔ بہت اچھا۔" پھر کسی بھڑکے ہوئے آتش فشاں
پہاڑ کے جوش سے بہت اچھا۔ اگر میں شکوہ محبت کو بطور نذر حاصل نہیں کر سکتا۔ تو
ٹوٹے ہوئے پھل کو بطور حبر حاصل کروں گا۔ مسکے۔ مسکے۔ تو مجھ سے بچ کر نہ جائے گی۔
وہ اس کی طرف دوڑا۔ مسکے۔ پیچ مار کر آگے دوڑنے لگی۔ کمرہ کے وسط میں رکھے
ہوئے صوفے کے گرد گھوم کر وہ دروازہ کے پاس گئی۔ اس پر دیوانہ وار مٹھیاں مارنے
ہوئے زور سے آوازیں دیں۔

چند دلال! چند دلال!

مگر فوجی دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس سے بچنے کو ایک طرف ٹھری۔ اور
پاس آئینہ لہجہ میں چلا کر کہا۔

"اور احم خدا... چند دلال!"

آخری لفظ ایک لمبی چیخ کی صورت میں ادا ہوا۔ اس کے بعد فوجی نے اس کو کچڑیا
در فوشانوں پر زور سے ہاتھ رکھے ہوئے اس نے اسے اپنی طرف موڑا۔ اور
نقاب بیز چھپی ہوئی تیز آنکھیں اسکی آنکھوں سے ملا دیں۔ ایک مدھی۔ عقربائی ہوئی چیخ
مسکے لہوا۔ اگر وہ گہرا۔ اس کے بعد فوجی کی زبردست قوت ارادی نے اثر انداز

ہو کر اس کو سحر کر دیا۔ انگلیاں پھیلا کر اس نے ایک ہاتھ مسکے کے سامنے کھڑا کیا۔ وجہ بس ہو کر بیٹنے لگی۔

تبھول جا "اس نے گہرے تنکمانہ اہیم میں کہا۔ تبھول جا۔ میں حکم دیتا ہوں۔ تو ادریں۔ مسکہ اور فہمی ایک خالی دنیا میں کھڑے ہیں۔ میں تیرا مالک ہوں۔۔۔"

"تیرا مالک" مسکہ نے مری ہوئی بے اختیار آواز سے کہا۔

"تیرا عاشق"

"میرا عاشق"

"تو اپنے آپ کو میرے حوالہ کر کہ میں جو چاہوں وہ کروں۔"

"کر دیا۔ کر دیا۔"

ہینا ٹرم کی ساری قوت صرف کر کے فہمی نے اپنی شستہ آنکھوں کو اونچا کیا۔ اور ایسا نہ اہیم میں کہا۔

"کھوئی ہوئی نراست کے خالی چھلکے۔ میرے پاس آ کر اپنی بے ضبط خواہشوں کو پورا کروں۔ مسکہ تیرا دل ابھی تک زور سے دھڑکتا ہے۔ اور آگے میرے پاس آ۔۔۔"

ایک گہری آہ کھینچ کر مسکہ نے اپنی خوشنما آنکھوں کو زیادہ کھول دیا۔ بدن کا نپ

ساتھ تھا۔ لبوں پر ہلکی مسکہ ابھٹھتی۔

اس وقت کھڑکی کا پردہ ہٹا۔ اور چند دلال کو دو کر کردیں آگیا۔ فہمی بے بس نازنین کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ کہ وفادار ہندوستانی تیر کھ کمری ہاتھ میں لیے پیچھے کی دبی چال سے قدم رکھتا اس کی طرف بڑھا۔

بے خبری میں وہ اس کے پاس جا پہنچا۔ بارہ اٹھا اور چاقو کا تیز پھیل بھلی کی طرح چمکا۔۔۔ اس کے بدن فہمی کو آمد کی خبر ہو گئی۔

ایک بے چارے کا کلمہ پاس کے ساتھ اس نے مسکہ کو ایک طعنے ہمایا۔ اور وہ لڑکھڑک

فرش زمین پر گر پڑی چہرہ دلال کا ماتہ اب تک اونچا اٹھا ہوا تھا۔

سیدھا کھڑا ہو کر فوہی سے دو ٹوٹا تھا اس کی طرف پھیلائے ہتھیلیاں نیچی تھیں اور اس کے بازوؤں میں ہلکی نعرش پائی جاتی تھی۔ وہ انتہائی ذہنی قوت سے کام لے رہا تھا۔ سانس کی تیز نبی جوش باطنی کا پتہ دیتی تھی۔ چنڈ دلال نے اٹھٹھ ہوئے چاقو سے وار کرنے کی کوشش کی مگر فوہی سے ٹکھیں چار ہوتے ہی بازو کی سکت جاتی رہی۔ ماتہ جس طرح ہوا میں اٹھا تھا۔ اسی طرح اٹھا ہوا رہ گیا۔

فوہی کی طرف دیکھا ہوا چنڈ دلال اس پہلو ان کی مانند اپنا ہاتھ جو دور پہنچا رہا حریف کے سامنے دم پہننے کو کھڑا ہو جائے۔

یہ ایک فوہی نے دائیں بازو کو زور کی حرکت دی اور ماتہ اور انگلیوں کے اشارہ سے چنڈ دلال کو پاس آنے کے لئے کہا۔

مسکے اب تک بیہوش اور بے خبر پڑی تھی۔ اب اس نے اس طرح آنکھ کھولی۔ جیسے کوئی خواب گراں سے بیدار ہو گیا ہے۔ پھر سانپ کی مانند سرکتی اس میز کے پاس گئی جس پر کچیاں رکھی تھیں۔ نگاہ ان دو خوفناک حریفوں پر جمائے ہوئے اس نے پھرتی سے کچیاں اٹھائیں۔ اور دوڑ کھلی کھڑکی سے باہر نکل گئی۔

چنڈ دلال کی پیشانی پر پھوٹی ہوئی دریدہ تہی ہوئی رسیدوں کی مانند نظر آتی تھیں۔ لیکن نظر اب بھی فوہی کے چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ حکم پاتے ہی وہ ماتہ جس میں چاقو مضامین تھا گیا۔ اور وہ فوہی کی طرف بڑھنے لگا۔

کھڑکی سے نکل کر مسکے بالکونی پر بیٹھری۔ اور ایک لمحہ اس خوفناک نظر کو دیکھتی ہی۔ اس کے بعد انہ میرے میں غائب ہو گئی۔

فوہی نے نشانہ و فاسے اشارہ کر کے چنڈ دلال کو اپنے سامنے دھراؤ ہوئے کا حکم دیا۔ بد نسبت باندوستانی نے غرق ہوتے ہوئے آدمی کی بے بسی سے تمہیل کی

فومی نے ایک لمحہ کو ذہنی گرفت ڈھیلی کی تھی۔ وہ اڑکھڑا کر بٹا۔ مگر آنکھیں بہتور
چند دلال کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ دوبارہ سیدھا ہو کر اس نے کھاری کی طرف جواب
فرش زمین پر پڑی تھی اشارہ کیا۔ ساتھ ہی آواز دی۔
”چند دلال!“

بدنصیب ہندوستانی کی آنکھیں تاراجی ہوئی فومی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔
پیشانی عرق سر سے تر تھی۔

ایک بار پھر فومی نے چاقو کی طرف اشارہ کیا۔
چند دلال کی نگاہ بے سندراس نقاب پوش چہرہ پر جمی رہی۔ اس نے اندھوں کی
طرح ٹٹول کر چاقو اٹھایا۔ اور اسے ماتھے میں لیکر کھڑا ہو گیا۔
فومی اٹھے پاؤں چلتا منیر کے پاس گیا۔ اس آٹا میں اسکی نظر ایک لمحہ کو بھی حیرت
کے چہرہ سے نہیں ہوئی۔ وہاں جا کر اس نے ایک پتیل کا لٹو گھمایا۔ اس کی حرکت سے چند دلال
کے عقب میں ایک فرشی دروازہ کھلا۔ فومی سے داہنا ماتھے اٹھا کر اس طرح مٹھی کسی جیسے
تکوار کا دست نہ پکڑنے کے وقت کہتے ہیں۔ بائیں سے اسنے چور دروازہ کی طرف اشارہ
کیا۔

اس کے بعد ہندوستانی میں کہاں سمجھتے ہو؟
بے خبری کی حالت میں چند دلال نے جواب دیا۔
”صاحب آپکے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔“

ادھر فومی نے داہیں مٹھی کو سر سے اونچا کیا۔ ادھر چند دلال نے کھاری اٹھائی۔
اس کے بعد فومی نے بائیں ماتھے کو آہستہ آہستہ سامنے کی طرف پھیلانا شروع کیا۔ اور کسی
غیبی قوت کے زور سے چند دلال اٹھے پاؤں چلتا ہوا چور دروازہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس
جگہ جا کر اس کا بدن زور سے کانپا۔ منہ سے دردِ اذیت کی ہلکی خوفناک چغلیں نکلیں۔

ہونٹ کھٹ آلود ہو گئے۔

چند دلال کی حالت بڑی دردناک اور رحم انگیز تھی۔ مگر فہمی کا دل جذبات لطیف سے عاری تھا۔ وہ سناٹا اٹھائے اس نے زور سے اس قسم کا اشارہ کیا۔ گویا اپنے سینہ پر دھک رہا ہے۔

اب اس کا خوفناک سکوت خستہ ہو گیا۔ زور سے چیخ کر آواز دی "جے بھڑانی!" ایک دردناک کراہٹ کے ساتھ چند دلال نے تیز کھکری دستہ تک سینہ میں گھونپ لی۔ اور اڑکھڑا کر کھلے تنگاف میں گر گیا۔

زیر زمین کا پنچ کی چیزیں لٹنے کی آواز پیدا ہوئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ فہمی دوڑ کر فرشتی دروازہ کے پاس گیا۔ اور دھیانہ مندی سے گہرائی کو دیکھنے لگا اس کی لمبی زرد انگلیاں تنخی انداز سے کھلتی اور بند ہوتی تھیں۔

"یہاں رو!" اس نے سناتے ہوئے لہجہ میں کہا۔ میرے وفادار خادم۔ یہاں آرام کرتے کہ چپاٹیاں تیرے گوشت کو بڑیوں سے جدا کر دیں۔"

اس نے کھلے دروازہ کو اٹھایا۔ اور بند کر دیا۔ ایک تیز گرج پیدا ہوئی۔ پھر مرد کا فرشتہ پہلے کی طرح صاف ہو گیا۔

فارغ ہو کر فہمی کمر کے دروازوں کی طرف گیا۔ دونوں بند تھے۔ مگر کھڑکی کا پردہ اٹھا ہوا تھا۔ پاس جا کر چاروں طرف دیکھا۔ پھر بائیں آمیز آواز میں کہا "مسک!"

وہ کھڑکی کے باہر دیکھا جاتا تھا۔ کہ بجلی کی گھنٹی کی تیز آواز کمرہ میں پھیل گئی۔ فہمی نے جھٹ پردہ چھوڑ دیا۔ اور اس طرف دیکھنے لگا۔ جدھر سے آواز آتی تھی۔ اتنے میں دوسری گھنٹی اس سے مختلف آواز میں۔ پھر تیسری۔ پھر چوتھی بجنی شروع ہو گئی۔

مرد "!" پوش نے ایک لمحہ تال کیا۔ معلوم ہوتا تھا فیصلہ کرنے سے معذور ہے

اس کے بعد اندرونی جیب سے چوڑی کھنجی نکالی۔ دروازہ کے بائیں طرف دیوار میں بندھتی۔ کھنجی قفل میں داخل کر کے گھمائی۔ تو الماری بھٹ کر دو طرف ہٹ گئی۔ اور ایک چوڑا شگاف نمودار ہوا۔

فوبی نے تنگ لگی ہیں جو اس کے آگے دائرہ قفل نظر ڈالی۔ کچھ فاصلہ پر دریا کے بہتے ہوئے پانی کی آواز آ رہی تھی۔ بیکایک سرنگ کے اندھیرے میں روشنی کی چمک پیدا ہوئی۔ پھر بندھن کی مدھم آواز سنائی دی۔ اور گولی سنسنائی ہوئی گدڑ کر کرہ میں داخل ہوئی۔ استادہ پر رکھا ہوا چینی کا بت ٹوٹ گیا۔ اور شیشے آلات کے ریزہ ریزہ ہونے کی آواز سنائی دی۔

فوبی نے بھٹ شگاف بند کر دیا۔ اور اس کے آگے دو بار دو پھیلائے بند الماری کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔

”مسکے! ایک بار پھر اس نے کہا۔ اب اس کی سخت آوازیں یاس کی جھلک تیز تھیں۔

ایک لمحہ اس حالت میں کھڑا رہنے کے بعد وہ انداز و قیاس سے آگے بڑھا۔ گھنٹیوں کی آواز بند ہو چکی تھی۔

فوبی نے الماریوں سے مختلف کتابیں نکال نکال کر ان کو تپائی پر رکھے ہوئے چوڑے برتن میں جمع کرنا شروع کیا۔ اس مجموعہ پر ایک شیشے کی بوتل سے کوئی تیز عرق ڈالا۔ وہاں اٹھا۔ اور ساری کتابیں جل کر خاک ہو گئیں۔

دبی ہوئی آوازیں کرہ میں آ رہی تھیں۔ نقل و حرکت کی مدھی صدارہ کرہ کی دبی ہوئی تھی۔

تو میں مرتبان اور کا پخ کا سامان اٹھا کر فوبی اس آتش پر بیٹھ کر اٹھا۔ جس کے اندر شور مچ رہی تھی اب تک مشعل تھی۔ ٹیوب

وہاں نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ پھر تانوں پر بکھے ہوئے گلہ ان اور وہ تمام عجیب چیزیں کے ناموں تک سے مغربی دنیا نا آشنا ہے منہدم کیں۔
تبہا ہی کا عمل سخت بے رحمی سے جاری تھا۔ مایوس چینی ایک ایک کر کے ہرچیز کو نابود کیے جاتا تھا۔

باب - ۷ دیوتاؤں کا تخت

چاند نے بھائی ہوئی دہن کی طرح آہستہ آہستہ بادلوں کی سیاہ نقاب سے منہ نکالا۔ اور اپنی شفاف ٹھنڈی روشنی تنگ گلی سے ہوتی ہوئی اس میدان تک پھیل گئی۔ جہاں ایک عالی شان مکان علیحدہ و تنہا واقع تھا۔ گول سڑک کے دونوں جانب ڈھلے ہوئے گڑبے کے پھاٹک اور ان کے درمیان نیز باغ کے چاروں طرف اونچی کچنہ دیوار پر شیشہ کے ٹکڑے اور خاردار تار لگے ہوئے تھے۔

”یہ بھی بند ہے۔“ کیسٹن میکس نے ایک پھاٹک کو کھولنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد مضبوط آہنی سلاخوں کی راہ سے اندھیرے مکان کی طرف دیکھنے لگا۔

کھڑکیاں بند تھیں۔ روشنی کی شعاع تک نظر نہ آتی تھی۔ ظاہری صورت سے یہ مکان غیر آباد اور دیوان معلوم ہوتا تھا۔

”کچھ یاد ہے کہہ رہا تھا؟ میکس نے دریافت کیا۔
”صحیح اندازہ مشکل ہے“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ ”مگر میرے خیال میں وہ مکان ٹی منزل پر ہوگا۔ کیونکہ میں ایک لمبی غلام گردش طے کر کے۔ زمین

سے انکر دائیں طرف ٹرنے کے بعد اس گلی میں پہنچا جہاں ہوقت انسپکٹر کیسی متعین ہیں۔
 ”خدا اہلنے وہ کھر لکی اور بالکونی کدھر ہے۔ جس کی نسبت بچھو
 نے تم سے کہا تھا۔ کہ ہمیں کورٹ کے سامنے واقع ہے۔ ہمیں
 کورٹ۔“ اس نے بائیں طرف منہ کر کے کہا۔ غالباً اس طرف ہے۔ اس لئے آپ
 کا اندازہ صحیح ہو گا۔ عذردہ کمرہ مکان کے سامنے حصہ میں ہے۔ اور چونکہ مکان کی حد
 میں داخل ہونے پر الام بننے شروع ہو جائیں گے۔ اور ہم نہیں جانتے۔ انہیں کیونکر بند
 کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہو گا کہ مکان میں داخل ہوتے ہی اس کمرہ پر دھاوا بول
 دیں۔ اسے رے رے چاڑھ چھپ گیا؟

چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔

”وہ دیکھئے دانتے ماتہ کو عشق پیچے سے ڈھکی ہوئی بالکونی نظر آتی ہے۔“ بیباک
 سوارٹھ نے کہا۔ ”میں کہہ سکتا ہوں یہی کمرہ ہے۔“

یہی ہے۔ میکس نے جواب دیا۔ اب آدمیوں کو تقسیم کرنے کی فکر کرو۔ انسپکٹر کیسی
 دہ جہان لیکر باغ کے اس دروازہ کو کھانڈ جائیں جس سے آپ آئے تھے۔ اس کے بعد
 وہ چٹاک کو اندر سے کھولیں تو اچھا۔ ورنہ آپ بھی اسی طرح گھس جائیں۔ اور ان کو
 ساتھ لیکر اس دروازہ پر حملہ کریں جس سے باغ میں آئے تھے۔ سادربی دو آدمی لیکر
 گلی میں پہرہ دے گا۔ سامں پہنے ہی محفوظ ہے۔ دو آدمی دونو چٹاکوں پر کھڑے کریئے
 جائیں گے۔ اور میں اور ڈنبریلوں کی مدد سے بالکونی پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔ تو
 انسپکٹر ڈنبر آگئے۔... پران کے ساتھ کون ہے؟

ڈنبر اس موڑ سے آتا ہوا نظر آیا جو دریا کی طرف گھومتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک
 نازک اندام حسینہ باریک لباس پہنے، دوڑی ہوئی آ رہی تھی۔ دراز قامت۔ جاسوس کے پہلو
 میں اسکی بدھ اس صورت عجیب مضحکہ خیز معلوم ہوئی۔

”مک!“ سٹوارٹ نے دوہری سے دیکھ کر بے اختیار کہا۔ اومیکس اور ڈنبر کی موجودگی کو نظر انداز کر کے دوڑ کر اس کے سینہ سے لگا لیا۔

”آہ!“ فریسی جاسوس نے لمبی آہ بھر کر کہا۔ ”اس خوبصورتی میں کس کو کلام ہے!“ مکہ زور سے کانپتی اور وحشت آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھتی سٹوارٹ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ شدت جوش سے بے جوڑ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے۔

”سنو۔ وقت تھوڑا ہے۔“ اس نے ہنپتے ہوئے کہا۔ ”اوہ! اتنا کیوں دباتے ہو؟... کنبجیاں میرے پاس ہیں“ اس نے گھما دیکھا۔ ”صرف پھانک کی ان میں نہیں۔ دو آدمی اس سرنگ میں گئے تھے جس کے آگے دریا میں کشتی کھڑی ہے۔ تم میں سے کوئی ان بلیوں کو پکڑ کر اوپر چڑھ جائے۔ تو آگے وہی کمرہ آئے گا۔ میں اس راہ سے اُتر رہی تھی۔ مگر چاند چھپ جانے سے تم نے نہیں دیکھا۔ اس طرف بٹنی دروازہ کھلا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔“

سٹوارٹ کے ساتھ لگی ہوئی وہ اسکی آنکھوں کو تانہ ادا سے دیکھ رہی تھی۔

”چلو چلو۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

”اوہ۔ چند لال! مکہ نے آہ دباتے ہوئے کہا۔ ”جلدی کرو۔ نہیں تو وہ اسے مارے گا۔“

”جاؤ ڈاکٹر تم ان کے ساتھ جاؤ۔“ میکس نے کہا۔ ”میں ڈنبر کے ساتھ اس طرف جاتا ہوں۔“

وہ آہنی پھانک پر چڑھنے لگا۔

”ادھر... اس طرف آؤ۔“ مکہ نے سٹوارٹ کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ خوشی

غم اور خوف۔ ساری باتیں میرے دماغ میں ہیجان کر رہی ہیں...

”نوٹ!“ پیاری میکہ۔ ”سٹوارٹ نے آواز دبا کر کہا۔ ”اب خوف و غم کا زمانہ گزر گیا“

سوڑے گزر کر دونوں تنگ گلی میں داخل ہوئے جو دریا کی طرف جاتی تھی، باغ کا ایک دروازہ ادھر بھی کھلتا تھا۔ چاروں طرف دیکھ کر سٹوارٹ چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اور مسکے کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔ اس سے بہت نازک مقام ہوتا۔ اگر ساری دنیا کی قسمت بھی ترازو کے پندے میں ہوتی۔ تو وہ پھر بھی ضبط نہ کر سکتا۔

اس نے ایک ہاتھ سے مسکے کے روئے دلغریب کو اونچا کیا۔ پھر ان نازک تڑپوں کو لمبا پرجوش بوسہ دیا۔

وہ کا پنتی ہوئی۔ شراب محبت سے سرشار اس کے سینہ سے لپٹی ہوئی تھی۔
 ”پہلے۔ اب موت کا خوف جاتا رہا میں زندہ رہوں گی۔“ اس نے غصائی ہوئی آواز سے کہہ چنڈ لال نے سب حال کہہ دیا۔۔۔ اوہ۔ میں کتنی خوش ہوں۔۔۔ معلوم ہوا فوسہی نے میرے بدن میں موت کا زہر داخل نہیں کیا تھا۔ صرف ڈرا کر مجھے اپنے پاس رکھنے کو سوئی کی ترکیب اختیار کی تھی۔ مئے چنڈ لال۔۔۔ جلدی کرو۔ نہیں تو وہ اسے مار دے گا۔“
 مگر فوسہی کی گرفتاری اور چنڈ لال کی امداد سے بہت زیادہ اہمیت رکھنے والا معاملہ سٹوارٹ کے نزدیک مسکے کی دل رازی عمر کا تھا۔ اس نیک خبر نے اس کے سینہ میں خوشی کی آگ بھڑکا دی تھی۔

”شکریہ“ اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔ ”مکہ خدا کا سوا بارشکر ہے۔۔۔“
 پھاٹک پر چنڈ آدمی کھڑے تھے۔ ساجنٹ ساوربی دو جوانوں کے ساتھ گلی میں پہرہ دے رہا تھا۔ سٹوارٹ اور کیلی کو ساتھ لئے مکہ دیوار کے اس حصہ کی طرف چلی جس سے اول الذکر غرار ہوا تھا۔

”جلدی کرو۔“ اس نے التجائی انداز سے کہا۔ ”ایسا نہ ہو وہ اس کو۔۔۔“
 ”کیا چنڈ لال کے لئے ڈرتی ہو؟“

”ہاں۔ فوسہی کو وہ خوفناک طاقت حاصل ہے جس سے بچار کر کوئی صورت ممکن

نہیں۔ آج تک مجھے اس طاقت کا تجربہ نہ تھا۔ مگر اب جانتی ہوں چند ولال بے خوف اور دلیر ہے۔ مگر فہمی کے ارادہ کے سامنے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس خوفناک ذہنی طاقت میں اتنا زور ہے کہ وہ اس سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر بھی کام لیتا ہے۔ میں نے ایک بار کینڈا کے شہر کو بیابان میں اس کا اثر دیکھا تھا۔۔۔“

”اُف کتنا خوفناک آدمی ہے۔“ سٹوارٹ نے جو اکثر حالات سن چکا تھا۔ کہا۔
دونوں اس دروازہ کے پاس پہنچ گئے جس کے آگے علام کردش میں دھندلی روشنی نظر آتی تھی۔

”اوہ۔ میں ڈرتی تھوں۔۔۔“ مسکے نے مری ہوئی آواز سے کہا۔
اس نے کچیاں انپکٹر کیلی کوٹے دیں۔ اور ایک کی نسبت کہنے لگی۔
”دیکھئے یہ ہے۔ پستول ہاتھ میں رکھئے مگر کمرہ کی کسی چیز کو نہ چھیڑئے۔ اور جب تک میں نہ کہوں اندر بھی نہ جائے۔۔۔ آئے میرے ساتھ آئے۔“

چھتے ہوئے رستہ سے گزر کر وہ مختصر زینہ کے پاس پہنچ گئے۔ اور اوپر چڑھا چاہتے تھے کہ فاصلہ پر زور کی چپک سنائی دی۔ اس آواز کو سن کر کہ خوف سے سہمی ہوئی سٹوارٹ کے بازوؤں میں گر پڑی۔ ایک خوفناک مدھی چیخ اس کے منہ سے نکلی۔
چند ولال۔ ادہ چند ولال اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ ”افیس ہم بعد از قتل پہنچے۔“

”کیوں کیا جواب؟“ انپکٹر کیلی نے حیرت سے پوچھا۔
”یہ آواز تہ خانہ کا دروازہ بند ہونے کی تھی۔“ مسکے نے کہا۔ ظالم نے اسے چیموڈ کو ڈال دیا۔“

کیا جو اس بیان کی ہمیت خیر تھا۔ ہنسنے لگا۔ مگر سٹوارٹ اسے سن کر کانپ اٹھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے اس باغیب حبشی کا پنجر دیکھ چکا تھا جس کی ہڈیاں ان خوفناک

جیونٹیل نے ۹۹ منٹ کے عرصہ قلیل میں گوشت اور پوست سے خالی کر دی تھیں !
 "افسوس ہم اس غریب کی مدد نہ کر سکے" مسکرنے والی بچہ سے مائتہ ملے ہوئے کہا "آہ
 سنتے ہو؟"

مکان کے اندر قدرے اونچائی پر گھنٹیاں بجنے کی آواز آ رہی تھی۔
 "سیکس اور ڈسٹر بنچ گئے۔" کیلی نے اسی اضطراب میں کہا "چلے صاحب" سپاہیوں
 سے جلدی کرو۔"

رہنہ پر چڑھ کر وہ بالائی غلام گریڈز کے راہ سے دروازہ کی طرف دوڑنے لگا۔
 مکان کے زیریں حصہ میں کسی جگہ گولی چلنے کی دہائی آواز سنائی دی۔
 "شاید ماروے خارج کر رہے؟" سپاہیوں میں سے ایک نے کہا "شکار غالباً دیا
 کے رستہ فرار ہونا چاہتا تھا۔"

انسپکٹر کیلی نے کبھی بند دروازہ میں داخل کی۔
 اس وقت ٹیسٹ سیکس عشق پیچھے کی مضبوط سیلوں کو پکڑ کر بالکونی کی آہنی بارٹ
 کے رستہ اوپر چڑھا۔ یہی وہ راہ تھی جس سے چند ولال مسک کی مدد کرنے گیا۔ اور اس
 فوجی سے جان بچا کر بھاگی تھی۔

"دیکھئے گا لوہا کمزور نہ ہو" ڈنبر نے نیچے سے آواز دی۔
 "مکانی مضبوط ہے۔" سیکس نے منہ پھیر کر جواب دیا "آہستہ۔" دیر نہ کیجئے۔
 بھرا ہوا ہسپتال مائتہ میں لیکر وہ احتیاط سے آگے بڑھا اور قریب جا کر گھر کی کا
 پردہ اٹھا دیا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ کے بند دروازوں میں سے ایک کھلا۔ اور اس کشمکش
 وہاں سے پردہ میں کمرہ کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس نے انسپکٹر کیلی کو داخل
 ہوتے دیکھا۔

کمرہ کے سرے پر ایک عجیب الونٹ کرسی میں جس پر زنگار چادر تھی بیٹھ گیا۔

ایک آدمی چینی امرا کا قیمتی لباس پہنے منہ پر سبز نقاب ڈالے انداز وقار سے بیٹھا تھا۔
 "ٹل گیا۔ ٹل گیا! ٹیگسٹن میکس نے جوش سے چلا کر کہا۔ بچھو کا ٹھکانا آخر مل گیا۔
 ادھر وہ کھڑکی سے کودا ادھر کبلی اپنے آدمیوں کو لئے کمرہ میں داخل ہوا۔
 آدمی مسلح تھے۔ پھر بھی اس حیرت افزا طبعی مکان میں ہر شخص آگے قدم بٹھایا اور
 ہٹا۔ مگر اس سے پہلے کہ یہ لوگ فوہی کو گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ ایک حیرت
 خیز واقعہ عجیب و فوق الفطرت۔ نلہدر میں آیا۔ جس سے ہر شخص جہاں تھا وہیں ہٹ گیا۔
 بن کر رہ گیا۔

ایک چھوٹا دہات کا بنا ہوا ہتھوڑا لیکر فوہی نے کانٹر کا کھینچ کر کھڑکی سے باہر
 میں ٹسکا ہوا تھا۔ زور سے بجایا۔

ایک گہری تیز آواز پیار ہوئی...

پھر اس طرح کی روشنی جانہ میری رات میں کبلی کی چپک سے ملتی اور ویسے ہی آنکھوں
 میں خیرگی پیدا کرتی تھی نظر آتی ریشہ لٹٹے اور جلتی ہوئی ٹکڑیوں کے کڑا کڑاے کی شرک
 آوازیں سنائی دےں۔ اور کرٹیف و مٹوئیں کا سیاہ بادل کرسی سے اٹھ کر کمرہ میں پھیل گیا۔
 بالکونی پر چڑھ کر ڈنبر گیسٹن میکس سے ذرا پیچھے کھڑا تھا۔

میرے خدا! اس نے لڑا کھڑاتے اور چنڈ ہی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
 دھماکا اس زور کا تھا کہ دو نوٹشکل سے گرتے ہوئے بچے
 بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔

"دیکھو! دیکھو!"

اس کے بعد خوفناک سناٹا اچھا گیا۔

دروازہ میں سوٹاٹ کھڑا تھا۔ اس کے بازو اسکے کے شانوں پر لپٹے ہوئے تھے
 کوئی دہشت کے بعد جب وہ نہیں کا غبار رفقہ ہوا تو کیا دیکھتے ہیں دیوتاؤں
 اس کے پاس! اس کے پاس! اس کے پاس!

کاتخت۔ بینی و عیب الوضع کرسی جس پر فوجی بیٹھا تھا۔ غالی ہے!
مقام نشست پر بیٹھی بھر خاکستری راکہ جمع تھی۔ اور کچھ درے ہو اسے چمن کرکری لار
پر تہ نشین ہو رہے تھے۔

اس اعجاز کا مطلب ہے پہلے سٹارٹ نے سمجھا جس کو معلم تھا۔ اس کو سی ہیں
فنا کا تھیلی اصول کس ترکیب سے داخل کیا گیا ہے۔
سب آدمی چپ تھے۔ آخر گیسٹن میکسن نے کہا۔

ہماری کوششیں ناکام ہوئیں۔ کچھ وجوہ دشمنوں سے گھر جانے۔ تو اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔ اس کا مقتضائے طبیعت یہی ہے۔

فخر محمد

عالم ہمہ افسانہ مادر دو ماہی بیج

جناب فتح محمد صاحب انصاری خیر پور سندھ (سنہری بھجپو کا صرف ابتدائی حصہ دیکھ کر غضب کا دلچسپ ناول ہے۔ میں نے آج تک ہزاروں ناول دیکھے ڈالے مگر جیسا دلکش یہ ناول ہے۔ ایسا کبھی نظر سے نہیں گذرا۔ سر افراسانی میں یہ بالکل نئی چیز ہے۔ سارا کہانیہ دوسرے حصہ کا انتظار ہے گا۔ ایک ایک دن نہایت شکل سے کٹے گا۔

مکمل ہے۔ سنہری بھجپو کا آخری حصہ کب تک شائع ہو گا۔ اس کے لئے چشم براہ ہوں۔ واقعی قابل تعریف ناول ہے جتنی بھی تعریف کروں وہ اس سے کم ہوگی۔ جناب سیاح محمد ولایت احمد صاحب لاسر پور۔ سرب زندگی اور آتش کی تباہی نہایت عمدہ ناول ثابت ہوئے۔

سروا ہر دیال سنگھ صاحب کٹی دان ادھن۔ آتش کی تباہی بہت چھان ناول ہے۔

لالہ منوہر لال صاحب پشاور شہر۔ سرب زندگی بہت ہی اچھا اور قابل تعریف ناول رہا۔

جناب بیگم صاحبہ ملک افتخار دلیپاں بریلی۔ قصہ کی خوبی میں کوئی شک نہیں۔ اور اصل مصنفین کی عمدگی میں آپ کے ترجمہ نے بے ایک توحسن بلا اس پر بناوٹ آفت۔ کا مصداق کر دیا۔

جناب محمد فریدون خاں صاحب قریشی مہری پور ہزارہ۔ منشی تیر محمد رام صاحب نے ترجمہ کی خوبی میں کیا بیان کروں۔ کمال ہی کر دکھایا ہے۔ ترجمہ کیا ہے گویا موتی پر پڑے ہیں۔ واقعی آپ کے بہتر کوئی شخص ترجمہ نہیں کر سکتا۔ میں تقریباً تمام اردو ناول پڑھ چکا ہوں ایسی ہیضہ عمار۔ اور دیکھ کر اس ظاہر سے بہت کم دیکھے ہیں۔ خدا آپ کو توفیق و برکت

عطا کرے۔ آپ اردو داں ملک پر بہت بڑا احسان کر رہے ہیں۔

جناب خواجہ غلام جیلانی صاحب سیٹھی۔ بھیرہ۔ منشی تیرتھ رام صاحب نے پیشتر ازیں فسانہ لندن کا ترجمہ کر کے اردو پر کچھ کم احسان نہ کیا تھا۔ اب پھر ان کی عریضی سے جو سلسلہ نکل رہا ہے قابل تحسین و ناقابل فراموش ہے۔ طرز بیان حد سے زیادہ دلکش جب کتاب ہاتھ میں لی تو پھر ختم ہونے سے پہلے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔

جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ زمانہ کانپور :- اردو رسالوں کی کثرت دیکھ کر جناب اکبر مرحوم نے ایک دفعہ لکھا تھا :

لے لے کے قلم کے لوگ بھالے نکلے

فیرس وقت تو صرف چند ہی پرچے شائع ہوتے تھے۔ مگر آجکل اردو میں چھوٹے بڑے صد ہا رسالے نکل رہے ہیں۔ اور ہر روز نہیں تو شاید ہر ہفتہ ایک نہ ایک نیا پرچہ جاری ہو جاتا ہے کیا اچھا ہو اگر ان پرچوں کی بجائے قدیم کتب و جدید تصانیف کے تراجم سلسلہ دار شائع کئے جائیں۔ اگر مختلف مضامین کے اچھے برے بارہ مجموعوں کی بجائے مختلف کتابوں کے ماہوار سلسلے قائم کئے جائیں تو یقیناً ادب اردو کی توسیع و ترقی میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے دوست لالہ تیرتھ رام صاحب فیروز پوری ایڈیٹر رسالہ ترجمان نے اسی طرح یورپ کے مشہور ناوولوں کے ترجمے شائع کئے ہیں اور چند ہی سال کے اندر متعدد ضخیم کتابیں پیش کر دی ہیں...

جناب اقبال احمد علوی حیدر آباد دوکن، آپ کا چھپا اقصہ (سنہری جھپکے بتائی حصہ سے مراد ہے) بہت پر لطف تھا۔ اب دل مضطرب ہے کہ کس طرح اگلا حصہ دیکھوں :- اب تک صبر کیا مگر اب نہیں ہوتا۔

جناب شیخ محمد جعفر کے زنی کوٹہ۔ آنتی کتا اتنا دلچسپ اور حیرت انگیز ناول ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

اسرار و سر اغری سالی ہے حیرت خیز ناول

ان میں سے جو آپ نے نہیں دیکھے اب ملاحظہ فرمائیے

خونی تحریر۔ اپنے ڈھنگ کا ناول اور نرالا نہایت ہی دلچسپ جاسوسی ناول۔ ایک نوجوان کا نہایت پر اسرار طریقے سے قتل ہونا اور ارتکاب جرم کا الزام اس کی حسین بی بی پر لگایا جانا مقتول کی سالی کی عقل اور دانشمندی۔ ایک ڈاکٹر کی عرقریزی اور اتھک محنت کے باعث بیوہ کی پیشانی سے برنامی کا دھبہ مٹایا جاتا ہے۔ حمن و عشق کے فطائے اور ہجر و وصال کی داستان بڑے دلادیزیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت ۷۰

گہرا راز۔ فن سر اغری سالی کا دلکش ناول جہز نگارنگ تصویروں سے مزین ہو کر شائع ہوا ہے۔ پیاری زبان۔ دلکش انداز بیان۔ دلچسپ پلاٹ اور لاجواب کیرکٹر اس ناول کی جان ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور و معروف اور ہر دلعزیز ڈاکٹر کی ستم آرائیاں قابل ملاحظہ ہیں۔ اس ڈاکٹر نے اپنی بہن کا مال لٹے کی خاطر ایک خاندان کا خاندان موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ آخر ایک نوجوان لڑکے نے ایک بے گناہ اور حسین و دلپذیر کی پاک محبت سے متاثر ہو کر اس کی تمام مکاریوں کا راز طشت از باہم کر دیا۔ اور اسے اس دنیا سے رخصت ہونے کے لئے مجبور کیا۔ قیمت ۷۰

مصراب زندگی۔ پراسرار ناول نویسی کے بادشاہ ولیم لیکو کے زبردست ناول "وائر آف دی وکڈ" کا ترجمہ منشی تیرہ قدیم صاحب فیروز پوری کے قلم سے اتنا عجیب ناول بہت کم آپ کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ ایک نابینا آدمی کے روبرو قتل کی ایک ہولناک واردات ہوتی ہے جس کا سراغ تلاش کرتے ہوئے وہ خود کئی طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ فقہ کی دلچسپی آغاز داستان سے شروع ہو کر دم آخر تک برابر قائم رہتی ہے۔ ۱۰ برس کے واقعات سینما کی تیرہی نائے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ۳۲۰ صفحے۔ قیمت ۷۰

ہم سے طلب کرو

دوق پر نہات ہو، دلکش نگین تصویر دی گئی ہے قیمت ۴۰
 ہر صی کھیر لندن کے ماسوسی بارغ کا بالکل نیا اور حیرت انگیز ناول جس کا پلاٹ اس قدر
 پدار اور دلچسپ ہے کہ ہر دم پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ جیت آفرینی میں مصنف نے کمال
 دیا ہے۔ انگلستان کی نئی اور پرانی تہذیب کا نقشہ لفظوں کے لباس میں کچھ اس انداز
 سے کھینچا گیا ہے کہ تمام واقعات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔ رسیوں اور امیٹوں
 کا رنگداریاں۔ عیاروں کی عیاریاں۔ ڈاکوؤں کی کرشمہ سازیاں۔ سراغرساؤں کی موحیرت
 دینے والی چالیں جن کا عشر عشر بھی ہندوستان میں نظر نہیں آتا۔ نہات ہی خوش
 سلاخی سے بیان کی گئی ہیں۔ قیمت ۴۰

نزل مقصود۔ پراسرار ناول نویسی کے بادشاہ زمانہ حال کے رینالڈس ولیم کیلیک کے
 بیظیر حیرت انگیز ناول "ہڈا پ" کا ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری۔ یہ ناول
 دو میں ایک بالکل ہی نیر چیز ہے۔ اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ایسا پراسرار ناول جس کے
 ہر باب میں نیاراد نمودار ہوتا ہے۔ ہرگز آپ کی نظر سے نہیں گدزا ہوگا۔ حجم ۲۵

معنات قیمت ۴۰
 شریف پرمعاش۔ ماس بیلاٹک کے ناول کنفشنز آف آرسین لوپن کا اردو ترجمہ
 منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے جس میں فرانس کے نامی چور آرسین لوپن کی
 حیرت انگیز عیاروں کا ذکر دلکش ہیرا میں کیا گیا ہے جس طریق پر اس شخص نے پولیس
 کی آنکھوں میں خاک جھونکی۔ فرانسیسی پولیس کے اعلیٰ کارکنوں کو اٹوٹ بنایا۔ عظیم خطرات
 کا مقابلہ کیا۔ اور ہر بار بال بال بچتا رہا۔ اس کا ذکر خود اس کی زبان سے قیمت ۱۰
 چلتا ہر روز۔ ماس بیلاٹک کے ناول کنفشنز آف آرسین لوپن کے آخری حصے کا ترجمہ
 منشی تیرتھ رام صاحب کے قلم سے۔ یہ ناول بھی فرانس کے نامی چور آرسین لوپن کے ہون
 زہر دست کارناموں پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں نے اس شخص کے معرکوں کو چھلایا ہے

وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ناول کس پایہ پر ہے۔

خونی طوفان۔ غدر کے مشہور داعی نانا صاحب اور ایک فرانسیسی بدعاش وادونی ریرٹ ایگزیر سارنٹوں کا ایک پنجابی جاسوس کی زبانی انکشاف کرایا گیا ہے۔ اور دکھایا ہے کہ نانا صاحب کس طرح اس بدعاش ڈاکو کا دست راست بن کر کھٹ پٹی کی طرح ناپرح رہا تھا اور کس طرح تانتیا ٹوپی نے خالص وطن پرستی کے جذبے سے متاثر ہو کر اسے ان بدعاشوں کے پیچھے سے نکالنا چاہا۔ اور کس طرح نانا صاحب کی دقت نیک اختر نے پنجابی جاسوس اور ایک انگریز ڈاکٹر کی جان بچائی۔ جو ان روسی بدعاشوں کے جال میں پھنس گئے تھے۔

قیمت ۷۰

نقلی نواب۔ آرمین لوپن کے متعلق بالکل نیا اور نہایت دلکش ناول۔ لوپن کا سب سے پہلا اور حیرت خیز کارنامہ آرمین لوپن کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے ضخامت ۴۴ صفحات قیمت ۶۰

قاتل کون ہے۔ نہایت ہی دلکش اور دلچسپ جاسوسی ناول۔ بنگال کے مشہور معروف ناول نویس بابو پنجاوڑی دے کے زور قلم کا کرسمہ۔ اس میں ایک پراسرار قتل کی تفتیش اور تحقیقات کا حال ایسے سنسنی خیز طریقہ پر درج ہے کہ صفحہ صفحہ پڑھنے والوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قاتل کون ہے۔ لیکن لطف یہ کہ اس سوال کا صحیح جواب آخری صفحہ تک بھی نہیں ملتا۔ اور جب ملتا ہے تو ایسا کہ پڑھنے والا ششدر رہ جائے۔

قیمت ۵۰

لاکھ روپیہ۔ یہ ناول بھی بابو پنجاوڑی دے کے ہی زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں ایک لاکھ روپیہ کے گراں بہا درخت کے حاصل کرنے کے متعلق کئی اشخاص کی مجرمانہ کوششوں اور آخر میں انہیں کوششوں میں ایک کے اپنی جان شیریں تک ضائع کرنے کی پردہ دار پُر لطف داستان

ہے۔ جو کہ از حد سبق آموز و عبرت خیز ہے۔ قیمت صرف ۱۲

ہم سے مل سکے۔

روئے زمین کے نہایت دلکش تاریخی ناول

ہمارا ترجمہ کار کو بچا لسنی - مترجمہ لالہ شانتی ناماؤں - یہ ایک عجیب و غریب بنگالی ناول اردو ترجمہ ہے جس میں ان تمام مہولہ ناک نظام کی پروردہ داستان بیان کی گئی ہے جو اسلامی حکومت کے خاتمہ اور انگریزیveldاری کے آغاز میں نوابی کے خود غرض اور خود پرست بوں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حریفوں اور لالچی قالمقاموں اور ان دونوں طاقتوں کے تحت سفہ مزاج - تنگ دل - کینہ خیال بنگالی وغیرہ بنگالی ملازموں کے ماحضیں پر نصیب ہل بنگال کو برداشت کرنے پڑے جن کے ظلم اور زیادتیوں سے تنگ آکر تیسے ہندوستانی رچہ بابوں نے جن کی صحت و حریت کے نادر اور ناپاب نمونے کسی زمانہ میں مادی ہند کے لئے باعث ناراحتی - خود اپنے ماحضوں کے انگوٹھے کاٹ ڈالے زنا کار ان کو بے ایم اجرت پر فاقہ کشی کر کے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارمندوں کے لئے کام نہ کرنا پڑے ان ناول کے مطالعہ سے معلوم ہو گا - کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارمندوں نے نمک کا بارہ لیکر ناک فروشوں پر کیے ناگفتہ بہ مظالم روا کیے - اور محب وطن ہمارا ترجمہ کار پر جوان افسوسناک اور شرمناک حالات میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتے تھے کس

ج فرضی مقامات چلا کر ان کو بچا لسنی دی گئی - قیمت ۱۲ روپے
 فی ٹکوار - ریٹالڈس کے منیظیر تاریخی ناول میک آف گلنڈو کا اردو ترجمہ منشی تریبھو رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے - ریٹالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت ماحواب کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے - اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ساختہ پر مبنی ہے - جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا - ایسے مہولہ ناک واقعہ پر ریٹالڈس کی تحریر چھپے نہیں اس میں کسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں - گلنڈو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے - باخونفاک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں - ریٹالڈس نے اپنی

جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ جب وطن اور قومی غیرت کی تصویر آزاد کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ قیمت (دولہ)

سراج الدولہ۔ یہ ناول بنگال کے مشہور ناول نویس بابو بیکنم چندر لالہری کے ایک مشہور بنگالی ناول بنگبیرنیش نواب کا پر لطف اردو ترجمہ ہے۔ جس میں بنگال کے آخری نواب سراج الدولہ کی زندگی کے تمام دکھال حالات ناول کے پیرایہ میں درج کئے گئے ہیں۔ سراج الدولہ انگریزوں کا کیوں دشمن تھا۔ انگریزوں کا بنگال سے نکالاجانا۔ ان کا کلکتہ پر دوبارہ قبضہ کرنا۔ بلیک ہیل کا واقعہ۔ پاماسی کی جنگ اور دیگر اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ناول بڑا دلچسپ اور بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔

قیمت ۶۰
وطن پرست۔ انگریز ڈراما س کے نامی ناول بیکنس ڈراما کا ترجمہ۔ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ ایسا دلچسپ حیرت انگیز اور درناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیشل ناولوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک حب وطن نوجوان اپنے ملک کو آزاد کرنے کے لئے کھڑے نکلتا ہے۔ مگر جلد ہی اسیر قید خانہ میں اس کو عذاب عظیم کی دہکی دی جاتی ہے۔ مگر جس بہت دستقلال کے ساتھ وہ پائے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کیفیت پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری کرتی ہے۔ ان رزمیہ کارناموں کے پہلو پہ پہلو ایک عاشق و اوق نارنین کی داستان محبت اور بھی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور بیان میں منظم و ناول کا مکمل بالکل میوڈرا کا لطف قیام ہے۔ فی الحقیقت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے دست تحفیل پر پیش قدم کریں۔ تو اس کے سائے کی کڑی لذت ایٹروں کی طرح نقل و حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے زور و تجرے سے ایک بے جا قصہ کو جاندار بنا کر

کی حیثیت دیدی ہے۔ ولولہ خیز زمین و ہوا اور فطائے عشق صادق کی فرحت غیر قصود پر
 حب وطن کا ایشیاء عظیم عشق اور حب وطن کا مقابلہ۔ اس ناول کو ہماری سفارش پر ضرور
 دیکھیے۔ آپ مدت دراز تک اسے نہ بھولیں گے۔ قیمت ۱۰/-

سگاداس لکھور۔ راجپوتی شان کا تاریخی و پولیٹیکل ڈراما جس میں راجپوتوں کی ہادی
 اخلاقی دلیری حب الوطنی اور بنیظیر قربانی کا دکھش فوٹو نہایت موثر پیرایہ میں دکھایا گیا ہے
 راجپوت جانا بہادروں کی جانا زنیوں کو اگر دیکھنا ہو تو اس ڈراما کا مطالعہ فرمائیں۔ اردو
 زبان میں اس سے پیشتر ایسا زبردست ڈراما آپ نے نہ دیکھا ہوگا۔ یہ وہ ڈراما ہے کہ
 جس کے شائع ہوتے ہی بنگال میں دھوم مچ گئی تھی۔ اور جس وقت یہ ڈراما اکھیلا جاتا تھا
 لوگوں کو کھٹے ملنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اور بھیکٹروں میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ اگر
 آپ ایک مرتبہ اسکرپٹ لیں گے، تو آپ کے ہل کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ خون پیش
 مانے لگیگا۔ اور اپنے بزرگوں کی بہادری پر ہوا آفریں کے نعرے لگائیں گے۔ اردو زبان
 میں یہ ناول اس قدر مقبول ہوا ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن مائیکس فروخت ہو گیا۔ یہ
 سیر ایڈیشن ہے جو کہ نہایت خوشحالا علی قسم کے دلاستی کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔ کتاب
 بالکل نیا ہے۔ علاوہ سرورق پر دو نو طرف تین رنگ کی خوبصورت تصویروں کے
 ساتھ بھی نہایت عمدوں فوٹو میسجے گئے ہیں۔ قیمت ۱۰/-

نوجواں۔ یہ ڈراما بودھین۔ رلال لائے کے تمام ڈراموں میں ممتاز مانا گیا ہے۔ لائق
 شہرت نے اس ڈراما میں نوجواں کی زندگی کو اس دھنگ سے ظہور کیا ہے کہ اسکی
 زندگی کے کسی واقعہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ کسی کی زندگی کو بلا کم و کاست ناول کے
 بیان کرنا کسی معمولی ڈراما نویس کا کام نہیں۔ نوجواں ایک تاریخی ناول ہے
 جس کی تاریخ ہمارے ہاں گاہے۔ یہ ڈراما نہایت دلچسپ اور رفت انگیز ہے
 مصنف نے اس کو بہت عمدہ پیرایہ میں لکھا ہے۔ قیمت ۱۰/-

بینالٹس کا بلند ترین ناول

مسترز آف لندن

اردو ترجمہ منشی تیرتھ صاحب فیروز پوری کے قلم سے

سلسلہ اول

بینالٹس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے۔ قابل مصنف نے ان میں نیکی اور برائی کے دو راستے عین کے ہیں اور دونوں جوان ایک ہی وقت میں ان دو سرکوں پر ایک ہی منزل مقصود کا مہیاابی کی طرز پر روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گزار اور پریشور مقامات سے گزرتی ہے۔ گلاس کے گناہے جا بجا آسانشی فرو دگا میں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاہد مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے بھرپور مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود قہریم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جڑی طور پر اس قدر متنوع ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پر حقا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔
۱۰ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۳۸ صفحاتوں سے زیادہ۔ قیمت ۱۰ روپے
۱۱ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۳۸ صفحاتوں سے زیادہ۔ قیمت ۱۰ روپے

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں۔ حصہ اول کی نیت غیر اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ روپے اور علاوہ محصول ڈاک ہے۔

ہم سے طلب

